Ataunnabi.com
احادیث صحیحین
سے
غیر مقلدین کا انحراف
جلد دوم
دو جلدوں پر مشتمل ۲۵۵ آیات قرآنی اور ۱۵۲۰ احادیث نبویہ کا
بیش بہا ذخیرہ، عام فہم تشریح اور دل نشیں استدلال کے ساتھ
تصنیف
مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی
صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
ناشر: مجلس برکات
زیر اہتمام: دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم
مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)
For More Books Click To Ahlesunnat Kitab Ghar

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ.

(سورۃ الحشر: ۵۹، الآیۃ: ۷)

اور رسول تمھیں جو کچھ عطا فرمائیں وہ لو ● اور جس سے منع فرمائیں باز رہو ● اور اللہ سے ڈرو۔

احادیثِ صحیحین
سے
غیر مقلدین کا انحراف

(جلد دوم)

دو جلدوں پر مشتمل ۲۵۵ آیاتِ قرآنی اور ۵۲۰ احادیث نبویہ کا
بیش بہا ذخیرہ، عام فہم تشریح اور دل نشیں استدلال کے ساتھ

تصنیف

مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی

صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ناشر

مجلس برکات

زیرِ انتظام: دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم، مبارک پور، اعظم گڑھ

سلسلۂ اشاعت: ۹۰

احادیثِ صحیحین سے غیر مقلدین کا انحراف

(جلد دوم)

تصنیف : (مفتی) محمد نظام الدین رضوی برکاتی، صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
تصحیح و نظر ثانی : ●صدر العلماء حضرت مولانا محمد احمد مصباحی، ناظم تعلیمات و صدر مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ
: ● محمد نظام الدین رضوی، مصنف کتاب ● حضرت مولانا محمد دست گیر عالم مصباحی
: ● حضرت مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی ● حضرت مولانا محمد ہارون مصباحی، (اساتذۂ جامعہ)
کمپوزنگ : مولانا محمد اسلم مصباحی، استاذ شعبۂ کمپیوٹر جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
ناشر : مجلس برکات، زیر انتظام دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی
طبع اوّل : شعبان ۱۴۴۲ھ / مارچ ۲۰۲۱ء
تعداد : ۱۱۰۰ صفحات : ۴۲۴

﴿ملنے کے پتے﴾
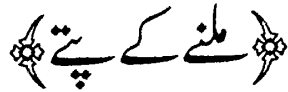
(۱) مجلس برکات، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی-پن ۲۷۶۴۰۴
(۲) مجلس برکات، ۱۴۹ر گراونڈ فلور، کٹرا گوکل شاہ مارکیٹ، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی-پن ۱۱۰۰۰۶

(1) MAJLIS-E-BARKAT
Al-Jamiatul Ashrafia, Mubarakpur, Azamgarh, U.P.
PIN : 276404, Mobile No.: 07237876095

(2) MAJLIS-E-BARKAT
149 Ground Floor Katra Gokul Shah Markat, Matiya Mahal,
Jama Masjid, Delhi, PIN : 110006. Mobile
No.:09911198459, 09990268735

انتساب

جملہ اساتذۂ کرام اور والدین کریمین

کے نام

جن کی تعلیم وتربیت اور دعاؤں کی برکت سے
مجھے اس خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔

جزاهم الله تعالىٰ خيرا في الدّارين.

محمد نظام الدین رضوی برکاتی

جلد دوم کے

ابواب، موضوعات اور دیگر مشمولات

ایک نظر میں

مقدمہ

تابشیں

تابش اول:

تابش دوم:

دوسرا باب

فروعی عقائد کے بیان میں

اٹھارہواں مسئلہ:

انیسواں مسئلہ:

بیسواں مسئلہ:

تیسرا باب

فروعی مسائل کے بیان میں

اکیسواں مسئلہ:

بائیسواں مسئلہ:

تیئیسواں مسئلہ:

چوبیسواں مسئلہ:

پچیسواں مسئلہ:

چھبیسواں مسئلہ:

ستائیسواں مسئلہ:

اٹھائیسواں مسئلہ:

انتیسواں مسئلہ:

تیسواں مسئلہ:

اکتیسواں مسئلہ:

بتیسواں مسئلہ:

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی لہ ما فی السماوات وما فی الأرض وھو الحکیم الخبیر • یَعۡلَمُ مَا یَلِجُ فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا یَخۡرُجُ مِنۡھَا وَ مَا یَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعۡرُجُ فِیۡھَا وَ ھُوَ الرَّحِیۡمُ الۡغَفُوۡرُ • أشھد أن لا إلہ إلا اللہ وحدہ لا شریک لہ فی ملکہ ولا رادّ لہ فی قضائہ ولا معقّب لہ فی حکمہ • یَفۡعَلُ مَا یَشَاءُ وَیَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ • وھو علی کل شیء قدیر • وأشھد أن سیّدنا ونبینا ومولانا محمّداً عبدہ ورسولہ وصفیّہ من خلقہ وحبیبہ • بعثہ اللہ رحمةً للعالمین • أرسلہ اللہ کافةً للناس بشیرًا ونذیرًا وداعیًا إلیہ بإذنہ وسراجًا منیرًا • یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡھِمۡ وَ یُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَةَ • یَاۡمُرُھُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡھٰھُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ یُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیۡھِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنۡھُمۡ اِصۡرَھُمۡ وَ الۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡھِمۡ • یُخۡرِجُ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ وَ یَھۡدِیۡھِمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ • فَمَنۡ أطَاعَہٗ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا • وَمَنۡ عَصَاہُ فَقَدۡ عَصَی اللّٰہَ وَمَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا بَّعِیۡدًا • اللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمۡ وَبَارِکۡ عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وأصۡحَابِہٖ وَأزۡوَاجِہٖ وَذُرِّیَاتِہٖ "اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِہٖ وَعَزَّرُوۡہُ وَنَصَرُوۡہُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَہٗۤ" وأخلصوا دینھم للہ، وعلی الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ مِنۡۢ بَعۡدِھِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَاۤ اِنَّکَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ.

مقدمہ

تابشیں

تابش اول

فقہی مذاہب پر فہمِ احادیث اور خیر القرون ومابعد کے رُواۃ کا اثر واقعات اور احادیث کے اجالے میں

علمی بے مائگی اور قلتِ مطالعہ کی بنا پر حدیث نہ ملے تو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اس مذہب پر کوئی حدیث نہیں، یا یہ حدیثِ نبوی کے خلاف ہے، یا یہ رسول اللہ سے اختلاف ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ہمیں حدیث نہیں ملی، کیوں کہ تمام احادیثِ نبویہ پر ہماری نظر نہیں ہے۔

● پھر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ عہد رسالت سے قریب تھا جس کے باعث صرف چند رجال کے واسطے سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کا سماع حدیث ثابت ہوتا ہے۔ وہ بھی "رجالِ خیرُ القرون" سے، جن میں خیر غالب تھا اور امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نیز دوسرے ائمہ محدثین بعد کے ہیں جن کا زمانہ عہدِ رسالت سے بعید ہے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کا سماعِ حدیث زیادہ رجالِ حدیث کے واسطے سے ہوتا ہے تو یہ عین ممکن ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام رجال حفظ واتقان میں بلند پایہ ہونے کے

ساتھ اعلیٰ درجے کے عادل و تقویٰ شعار ہوں۔ اور بعد کے کسی راوی میں فسق و بدعت، یا سوءِ حافظہ، وغیرہ کی وجہ سے ضعف آجائے اس لیے بعد کے رجال و رُواۃ کے احوال کی بنا پر کوئی حدیث ضعیف قرار پائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عہدِ امام میں بھی وہ حدیث ضعیف ہو، لہٰذا جو حدیث بعد کے راوی یا رُواۃ کی وجہ سے ضعیف ہو اس کی بنا پر مذہبِ امامِ اعظم کو ضعیف کہنا بے جا ہوگا۔

● علاوہ ازیں احادیث باب تک فہم کی رسائی ● پھر فہم مراد اور اخذِ حکم میں اذہان کے تفاوت کا بھی کوئی موقف اختیار کرنے، نہ کرنے میں بڑا اثر ہوتا ہے، فقہی بصیرت کے ساتھ فروعی مسائل کا جائزہ لیجیے تو اندازہ ہوگا کہ فقہا کسی جزئیہ کی دلیل میں حدیث ضعیف پیش کرتے ہیں کیوں کہ حکم جزئی کی صراحت اُس حدیث میں ہوتی ہے مگر اس کی بنیاد دراصل کسی حدیث کلّی پر ہوتی ہے اور وہ صحیح ہوتی ہے اور فقہا اسے مسلّمات سے ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کرتے، جیسے نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جانے کا مسئلہ۔اور رفعِ یدین کے باب میں امام محمد بن اسماعیل بخاری اور امام جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہما کی تحقیقی گفتگو۔

اول حدیثِ باب تک فہم کی رسائی کی مثال ہے اور **دوم** حدیثِ باب سے فہم مراد و اخذِ حکم کی۔ ایسے جواہر پارے فقہ کی کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں مسائل اسی باب میں آگے آ رہے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے مطالعہ سے تشفّی ہوگی۔

واقعہ یہ ہے کہ:

● جو احادیث شریفہ مُدوّن ہوئیں وہ سب آج محفوظ نہیں۔

● جو محفوظ ہیں سب ہر جگہ، ہر ایک کے پاس موجود نہیں۔

● جو موجود ہیں ان سب کا استحضار نہیں۔

● استحضار بھی ہو تو کس حدیث سے، کیا کیا مسائل ثابت ہوتے ہیں وہاں تک ہر ایک کی رسائی نہیں۔ کلمات کے معانی سمجھ لینا اور بات ہے اور کسی مسئلے پر ان کا انطباق اور بات، اس کے لیے تبادرِ ذہنی ضروری ہے جو کسی کم، و ہی زیادہ ہے۔

● پھر معانی کی تہوں میں کیا گہرائی ہے اس تک رسائی مقربانِ بارگاہ الٰہی کا حصہ ہے، مجتہدین کرام اس گہرائی تک پہنچنے کی پوری کوشش کرتے، اور خدائے کریم کی طرف سے اجر کے حق دار ہوتے ہیں، اب اللہ کی شان، کوئی گوہرِ صواب سے بامراد ہوتا ہے اور کوئی اپنے اجتہاد پر ہی شاد ہوتا ہے۔

ایسے حالات میں ہم جیسے لوگوں کا کسی مقربِ بارگاہ، مجتہد جلیل الشان، یا ان کے مذہب پر طعن یا تنقید بڑی بے جا بات ہے۔

مجتہدین کرام پر تنقید کرنے والوں کی حیثیت اور حدیث وفہمِ حدیث کے درجات:

امام اہل سنت امام احمد رضا کی بصیرت افروز تحریر:

اس طرح کے فیصلے کرنے کے لیے کس قدر حزم واحتیاط چاہیے، اور کس قدر علم وافر کی ضرورت ہے اس کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے ہو گا، امام اہل سنت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "صَفائح اللُّجین" میں فرماتے ہیں:

"**رابعا**: ان حضرات کا دابِ کلی یہ ہے کہ جس امر پر اپنی قاصر نظر، ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے اس پر بے اصل وبے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے اور اس کے ساتھ ہی صرف اس بنا پر اسے ممنوع وناجائز ٹھہرا دیتے ہیں۔ پھر اس طوفان بے ضابطگی کا وہ جوش ہوتا ہے کہ اس اپنے نہ پانے کے مقابل علما ومشایخ کی تو کیا گنتی، حضرات ائمۂ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ارشادات بھی پایہ اعتبار سے ساقط اور ان کے احکام کو بھی یونہی معاذاللہ باطل وغیر ثابت بتاتے ہیں۔ بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ "لَمْ أرَ، وَلَمْ أجِدْ" پر اقتصار کرتے ہیں، یعنی: "ہم نے نہ دیکھی، ہمیں نہ ملی"، نہ کہ ان کی طرح عدمِ وجدان کو عدمِ وجود کی دلیل ٹھہرا دیں۔

اب یہاں **پانچ درجات** ہیں:

درجۂ اول: ائمہ حدیث نے اپنی مُصنّفات میں تمام احادیث صحاح کے استیعاب کا التزام نہیں کیا:

صاحبو! [حُفّاظ حدیث] لاکھوں حدیثیں اپنے سینوں میں لے گئے کہ اصلا تدوین میں بھی نہ آئیں۔ امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔ امام مسلم کو تین لاکھ، پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔ امام احمد کو دس لاکھ محفوظ تھیں مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔ خود شیخین وغیرہما ائمہ سے منقول کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے۔

اور اگر ادعاے استیعاب فرض کیجیے تو لازم آئے کہ

- افراد بخاری، امام مسلم کے نزدیک
- اور افراد مسلم، امام بخاری کے نزدیک
- اور "صحاحِ افراد سننِ اربعہ" دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں
- اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھایئے تو یونہی صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنھیں امام نسائی نے

مجتبیٰ میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیۂ صحت سے عاری ہوں۔ وھُوَ کَمَا تری.

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (روایت) ہے:

مَامِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيْثًا عَنْهُ مِنِّي إِلَّا مَاكَانَ مِنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمرو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ.[1]

(ترجمہ: اصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کسی کے پاس مجھ سے زیادہ حضور کی حدیثیں نہیں سوا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کہ وہ حدیثیں سن کر لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔)

دیکھو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاف فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عَمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے زیادہ احادیث روایت فرمائیں۔ حالاں کہ تصانیف محدثین میں ان کی حدیثیں ان کی احادیث سے بدرجہا کم ہیں۔ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف سات سو حدیثیں پائی گئیں اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانچ ہزار تین سو، علامہ قسطلانی "ارشاد" میں ارشاد فرماتے ہیں:

يفهم منه جزم أبي هريرة -رضي الله تعالى عنه- بأنه ليس في الصحابة أكثر حديثا عن النبي -صلى الله تعالى عليه وسلَّمَ- منه إلا عبد الله بن عَمرو، مع أن الموجود عن عبد الله بن عَمرو أقل من الموجود المروي عن أبي هريرة بأضعاف؛ لأنه سكن مصر وكان الواردون إليها قليلا، بخلاف أبي هريرة فإنه

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص:۲۲، كتاب العلم/ باب كتابة العلم، مجلس البركات، مبارك فور.

تشریح کلمات: ● افرادِ بخاری: جو حدیثیں تنہا امام بخاری نے روایت کیں۔
- افرادِ مسلم: جو حدیثیں تنہا امام مسلم نے روایت کیں۔
- صحاحِ افرادِ سُنَنِ اربعہ: جو صحیح حدیثیں چاروں سُنَن -ابوداؤد وغیرہ- میں مروی ہوئیں۔
- متفق علیہ: جن حدیثوں کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کیا۔
- حلیۂ صحت سے عاری ہوں: یعنی صحیح نہ ہوں۔ ۱۲ محمد فضل الرحمٰن برکاتی

استوطن المدينة وهى مقصد المسلمين من كل جهة ورَوى عنه فيما قاله المؤلف نحو من ثمان مأة رجل و رُويَ عنه خمسة ألاف وثلاث مأة حديث ووجد لعبد الله سبع مأة حديث.[1]

(**ترجمہ:** اس سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس بات پر جزم و یقین سمجھ میں آتا ہے کہ صحابۂ کرام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی نے آپ سے زیادہ حدیثیں روایت نہیں کیں سوائے عبداللہ بن عمرو کے، اس کے باجود حضرتِ عبداللہ بن عمرو کی مرویات، حضرت ابوہریرہ سے کئی گنا کم ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو مصر میں سکونت پذیر تھے اور احادیث کریمہ کی تلاش و جستجو کرنے والوں کا ورود، وہاں بہت کم ہوتا تھا اس کے برخلاف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیام مدینہ منوّرہ میں تھا جو ہر چہار جانب سے مسلمانوں کا مرجع تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت ابوہریرہ سے تقریبًا آٹھ سو راویوں نے پانچ ہزار تین سو حدیثیں روایت کیں، جب کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی سات سو حدیثیں ملتی ہیں۔)

اب کہیے! حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ ہزاروں حدیثیں کیا ہوئیں۔ اور کتب حدیث میں ان میں سے کتنی ہاتھ آئیں۔ بس اسی پر قیاس کر لیجیے اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ ائمۂ اربعہ خصوصا امام الائمہ، سراج الامہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب پر اگر ان کتب میں حدیثیں نہ ملیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے مذہب پر واقع میں حدیث نہیں، بلکہ اگر بخاری و مسلم اور ان کے اَمثال تصریح بھی کر دیں کہ فلاں مذہبِ امام ابوحنیفہ یا امام مالک پر کوئی حدیث نہیں تو بھی مُنصِف ذی عقل کے نزدیک ان کے پاک مبارک مذہبوں میں اصلا قادح نہیں ہو سکتا۔ آخر بخاری و مسلم کا علم محیط نہ تھا، کیا جو کچھ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور صحابہ نے امت مرحومہ تک پہنچایا ان سب کا علم بخاری و مسلم کو حاصل تھا۔ خود اِجلّۂ صحابہ کرام جو گاہ، بے گاہ (وقت، بے وقت) سفر و حضر میں دائمًا بارگاہِ عرش جاہ حضور رسالت پناہ علیہ وعلیہم صلواتُ اللہ میں حاضر رہتے یہاں تک کہ حضرات خلفائے اربعہ و حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے تھے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کل اقوال وافعال پر ہمیں اطلاع ہے، کتب احادیث پر جسے نظر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ بعض باتیں ان حضرات

(۱) إرشاد الساري شرح صحيح البخاري، ج:۱، ص:۲۰۶، كتاب العلم / باب كتابة العلم.

پر بھی خفی رہیں، تو پھر دوسروں کا کیا حال۔

پھر بخاری ومسلم وغیرہما کیوں کر علم کل کا دعویٰ کرسکتے ہیں۔ اگر وہ نفی کریں بھی، تو اس کا محصّل صرف اپنے علم کی نفی ہوگا یعنی ہمیں نہیں معلوم، پھر اس سے واقع میں حدیث نہ ہونا درکنار، یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ابوحنیفہ ومالک کو بھی اپنے مذہب پر حدیث نہ معلوم ہو، ان کا زمانہ، زمانۂ اقدس سے قریب تر تھا اور اس وقت تک زمانہ خیر القرون تھا۔ بوجہ قلتِ کذب وکثرت خیر سندیں نظیف اور وسائط کم تھے۔ (۱)

- یہ ممکن کہ جو حدیثیں ابوحنیفہ ومالک کے پاس تھیں بخاری ومسلم کو نہ پہنچیں۔
- ممکن کہ جو حدیثیں ان کے پاس بسندِ صحیح تھیں بخاری ومسلم تک بذریعہ روایت ضِعاف پہنچیں۔ پھر کیوں کر ان کا نہ جاننا اُن کے نہ جاننے پر قاضی ہوسکتا ہے۔

امام ابویوسف کا امام اعظم کی وسعت علم حدیث کا اعتراف:

امام اجل ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جنھیں محدثینِ اہل جرح وتعدیل بھی باآنکہ ان میں بہت کو حضرات حنفیہ کرام سے ایک تعنّت ہے تصریحاً صاحبِ حدیث، منصف فی الحدیث واَتبعُ القوم للحدیث لکھتے ہیں۔ بلکہ اپنے زعم میں امام الائمہ، امام اعظم ابوحنیفہ سے بھی زیادہ محدث وکثیر الحدیث جانتے ہیں، امام ذہبی شافعی نے اس جناب کو حُفاظ حدیث میں شمار اور کتاب تذکرۃ الحفاظ میں بعنوان: "الإمام العلّامة فقيه العراقيين" ذکر کیا)

یہ ارشاد فرماتے ہیں:

"بارہا ہوتا کہ امام ایک قول ارشاد فرماتے جو میری نظر میں حدیث کے خلاف ہوتا، میں

---

(۱) واقعہ یہ ہے کہ واسطہ جس قدر کم اور شمع رسالت سے قرب جس قدر زیادہ ہو حدیث کی صحت کا ظن، جزم ویقین سے قریب تر ہوتا جاتا ہے اور جب واسطہ ہی نہ رہ جائے تو حدیث قطعی ہوتی ہے، مثلاً امام عامر شعبی یا امام حسن بصری، رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کریں حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، تو ان ائمۂ کرام اور شمع رسالت کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے اور حدیث اعلیٰ درجے کی صحیح ہے اور مثلاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے روبرو ہوکر سنا تو یہ حدیث ان کے حق میں قطعی ہے **مگر جب وسائط زیادہ ہوں** تو بعد کے کسی واسطہ یا راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے وہی حدیثِ قطعی اور حدیثِ صحیح ضعیف ہوسکتی ہے تو بعد کے ضعف کی وجہ سے امام شعبی، امام حسن بصری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے استناد کو ضعیف یا مرجوح نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ۱۲ منہ

جانبِ حدیث جھکتا۔ بعد تحقیق معلوم ہوتا کہ حضرت امام نے اس حدیث سے فرمایا ہے جو میرے خواب میں بھی نہ تھی"۔

امام ابن حجر مکی شافعی "خیرات الحسان" میں فرماتے ہیں:

عن أبي يوسف ما رأيتُ أحدا أعلمَ بتفسير الحديث ومواضع النُّكَت التي فيه من الفقه من أبي حنيفة، وقال أيضا: ماخالفتُه في شيء قط فتدبَّرتُه إلا رأيتُ مذهبَه الذي ذهب إليه أنجى في الآخرة. وكنت ربما ملت إلى الحديث فكان هو أبصر بالحديث الصحيح منّي.

وقال: كان إذا صمَّم على قولِهِ دُرتُ على مشايخ الكوفة، هل أجد في تقوية قولِهِ حديثا أو أثرًا، فربما وجدتُ الحديثين والثلاثة، فأتيته بها، فمنها ما يقول فيه: هذا غير صحيح أو غير معروف، فأقول له: وما علمك بذلك مع أنه يوافق قولك، فيقول: أنا عالم بعلم أهل الكوفة.[1]

(**ترجمہ:**● حضرت امام ابو یوسف بیان کرتے ہیں کہ

میں نے احادیث کی تشریح اور ان سے فقہی احکام کی تخریج و نکتہ آفرینی میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا،

● نیز انھوں نے فرمایا:

میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں ان سے اختلاف کیا، پھر میں اس میں غور و خوض کرتا تو مجھے یہی محسوس ہوتا کہ آخرت میں نجات دینے والا وہی مذہب ہے جسے امام ابو حنیفہ نے اختیار کیا ہے۔ مجھ سے زیادہ حدیثوں پر ان کی نظر تھی۔

● نیز فرمایا:

جب وہ کسی قول پر مضبوطی سے قائم ہو جاتے تو میں کوفہ کے مشائخ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوتا کہ اس قول کی تقویت میں مجھے کوئی حدیث یا اثر ملے تو بسا اوقات مجھے دو، تین حدیثیں مل

(١) الخيرات الحسان، الفصل الثلاثون: في سنده في الحديث، ص: ١٤٣، ايچ ايم سعيد كمپني، كراچي.

جاتیں، میں ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتا۔ وہ فرماتے: "اس میں یہ حدیث صحیح نہیں ہے، یا غیر معروف ہے۔" میں عرض کرتا حضور! یہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا حالاں کہ یہ حدیثیں تو آپ کے قول کی تائید میں ہیں۔ تو فرماتے کہ "میں علماے کوفہ کے علم سے واقف ہوں۔")

ایک درجہ تو یہ ہوا۔

درجۂ دوم: حدیث کی صدہا کتابیں بے نشان ہوگئیں:

اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں ان میں سے فرمائیے، کتنی باقی ہیں، صدہا کتابیں کہ ائمہ دین نے تالیف فرمائیں محض بے نشان ہوگئیں اور یہ آج سے نہیں ابتدا ہی سے ہے۔ امام مالک کے زمانے میں اَسّی (۸۰) علما نے "موطا" [کے نام سے حدیث کی کتابیں] لکھیں، پھر سوائے مؤطاے مالک و مؤطاے ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتا باقی ہے۔

امام مسلم کے زمانے کو ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری صاحبِ مستدرک کے زمانے سے ایسا کتنا فاصلہ تھا۔ پھر **بعض** تصانیفِ مسلم کی نسبت امام ابن حجر نے حاکم سے نقل کیا کہ معدوم ہیں، وعلی ھذا القیاس صدہا، بلکہ ہزارہا تصانیفِ ائمہ کا کوئی نشان نہیں دے سکتا، مگر اتنا کہ تذکروں اور تاریخوں میں نام لکھا رہ گیا۔

درجۂ سوم: ہر لائبریری میں تمام کتب حدیث فراہم نہیں :

اس سے بھی گزریے، جو کتابیں باقی رہیں ان میں سے اس خراب آباد ہند میں کتنی پائی جاتی ہیں ذرا کوئی حضرت غیر مقلد صاحب اپنے یہاں کی کتب حدیث کی فہرست تو دکھائیں کہ معلوم ہو کہ کس پونجی پر یہ اونچا دعوٰی ہے۔

درجہ چہارم: موجودہ کتب حدیث پر وہابی مدعیان حدیث کی نظر کہاں تک ہے :

اب سب کے بعد یہ فرمائیے کہ جو کتابیں ہندوستان میں ہیں ان پر حضرات مدعیین کو کہاں تک نظر ہے اور ان کی احادیث کس قدر محفوظ ہیں۔

سبحان اللہ! کیا صرف اتنا کافی ہے کہ جو مسئلہ پیش آیا اسے خاص، اسی کے باب میں دو چار کتابوں میں جو اپنے پاس ہیں دیکھ بھال لیا اور اپنے زعم میں کوئی حدیث نہ ملی تو بے ثبوت ہونے کا دعوٰی کر دیا۔

جان برادر! بارہا واقع ہوگا کہ اس مسئلہ کی حدیث انھیں کتابوں میں ملے گی اور آپ کی نظر اس پر نہ پہنچے گی کہ **اول:** تو ہر مطلب کے لیے محدثین نے تراجم وابواب وضع نہ کیے اور **ثانیاً** جس کے

لیے وضع کیے ان کی مثبت بہت حدیثیں ایسی ہوں گی جو بوجہ دوسری مناسبت کے دیگر ابواب میں لکھ آئے یا لکھیں گے اور یہاں بخیالِ تکرار ان کے اعادہ واثبات سے باز رہے۔

راویان حدیث کا حصر ممکن نہیں:

جان برادر! حصر رُواۃ ممکن نہیں، حصر روایات کیوں کر ممکن[۱]۔ ابراہیم بن بکر شیبانی کے ذکر میں امام ابن الجوزی نے کہا:

إبراهيم بن بكر في الرُّواة ستةٌ لا أعلم فيهم ضعفا سوى هذا.[۲]

(ترجمہ: ابراہیم بن بکر نام کے چھ راوی ہیں۔ میں ان میں سے کسی میں ضعف نہیں جانتا، سوا ابراہیم بن بکر شیبانی کے۔)

اس پر امام ذہبی جیسے جلیل القدر، عمدۃ الفن، امام الشان نے فرمایا:

لو سمّاهم لأفادَنا فما ذكر ابنُ أبي حاتم منهم أحدا.[۳]

اگر ان سب کا تذکرہ فرمادیتے تو ہمیں فائدہ بخشتے کہ ابن ابی حاتم نے تو ان میں سے ایک کا بھی ذکر نہ کیا۔

محدثین کرام کے ذہول کی چند مثالیں:

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام نے -جن کی جلالتِ قدر آفتاب نیم روز سے اظہر- جب بعض احادیث کہ مشائخِ کرام نے ذکر کیں نہ پائیں تو یوں فرمایا:

لعلَّ قُصُور نظرنا أخفاها عنّا.[٤]

(شاید ہماری نظر کی کمی نے انھیں ہم سے مخفی رکھا۔)

---

(۱) **حصرِ رُوَاۃ:** تمام راویوں کی پوری تعداد کا احاطہ: عموماً ایک راوی حدیث، مثلاً: چالیس، پچاس، یا کم و بیش حدیثیں روایت کرتا ہے تو راویوں کی تعداد روایتوں سے بہت کم ہوئی، اور سارے راویوں کو شمار نہیں کر سکتے تو ساری روایتوں کو کیسے شمار کر سکتے ہو۔ محمد فضل الرحمٰن برکاتی۔

(۲) ميزان الاعتدال عن ابن الجوزي، ج:١، ص:٢٤، رقم الترجمة: ٥٦، دار المعرفة، بيروت.

(۳) ميزان الاعتدال عن ابن الجوزي، ج:١، ص:٢٤، رقم الترجمة: ٥٦، دار المعرفة، بيروت.

(٤) ميزان الاعتدال عن ابن الجوزي، ج:١، ص:٢٤، رقم الترجمة: ٥٦، دار المعرفة، بيروت.

دیکھو! علما، یوں فرماتے ہیں، اور تمھارے دعوے کتنے طویل وعریض ہوتے ہیں۔

حدیث : اختلافُ أُمتي رحمة.(١)

(**ترجمہ:** میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔)

امام جلال الدین سیوطی جیسے حافظِ جلیل نے کتاب "جامع صغیر" میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتاسکے کہ کس محدث نے اپنی کتاب میں روایت کی تو ان بعض علما کے نام لکھ کر جنھوں نے بے سند اپنی کتابوں میں اسے ذکر کیا لکھ دیا کہ:

لعلّه خُرّج في بعض كتب الحفّاظ التي لم تصل إلينا.(٢)

(**ترجمہ:** شاید یہ حُفّاظِ حدیث کی بعض کتابوں میں تخریج کی گئی ہو جو ہمیں دست یاب نہ ہو سکیں۔)

یہ وہ امام ہیں کہ فن حدیث میں جن کے بعد ان کا نظیر نہ آیا، جنھوں نے کتاب "جمع الجوامع" تالیف فرمائی اور اس کی نسبت فرمایا:

قصدتُ فيه جَمعَ الأحاديث النبوية بأسرها.(٣)

(**ترجمہ:** میں نے ارادہ کیا کہ اس میں تمام احادیث نبویہ جمع کردوں۔)

اس پر بھی علما نے فرمایا:

هذا بحسب ما اطلع عليه المصنف، لا باعتبار ما في نفس الأمر، قاله المناوي.(٤)

(**ترجمہ:** یہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے کہہ رہے ہیں، نہ یہ کہ واقع میں جس قدر حدیثیں ہیں سب کو جمع کرنا مقصود ہے۔ مناوی۔)

وہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے ہیں کہ شاید یہ حدیث ان کتب ائمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں۔

اور پھر یہ دیکھیے کہ ہُوا بھی ایسا ہی، عبارت مذکورہ کے بعد علامہ مناوی صاحبِ "تیسیر شرح

---

(١) الجامع الصغير للسيوطي، ج:١، ص: ٢٤، رقم الحديث: ٢٨٨، دار الكتب العلمية.

(٢) الجامع الصغير للسيوطي، ج:١، ص: ٢٤، رقم الحديث: ٢٨٨، دار الكتب العلمية.

(٣) الجامع الصغير للسيوطي، ج:١، ص:٥، خطبة المؤلف، دار الكتب العلمية، بيروت.

(٤) التيسير شرح جامع الصغير، ج:١، ص:٥، خطبة المؤلف، مكتبة الإمام الشافعي، رياض.

جامع صغیر" نے لکھ دیا کہ الأمْرُ كَذٰلِكَ [1] یعنی واقع ایسا ہی ہے۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کی۔ [2] اور اس حدیث کی سند پر نہ صرف امام سیوطی بلکہ اکثر ائمہ کو اطلاع نہ ہوئی، امام خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

زعم كثيرٌ من الأئمّة أنه لا أصل له.

ترجمہ: بہت سے اماموں نے یہی زعم کیا کہ اس کے لیے کوئی سند نہیں۔

پھر امام عسقلانی نے اس کی بعض تخریجیں ظاہر فرمائیں۔

● **حدیث:** الوضوءُ على الوضوء نورٌ على نورٍ [3] کی نسبت امام عبدالعظیم منذری نے کتاب "الترغیب" اور امام عراقی نے "تخریج احادیث الاحیاء" میں تصریح کردی کہ لم نقف علیه ہمیں اس پر اطلاع نہیں۔ حالاں کہ وہ مسند امام رزین میں موجود۔

تیسیر میں ہے:

حديث "الوضوءِ على الوضوء نورٌعلى نورٌ" أخرجه رزين ولم يطلع عليه العراقي كالمنذري، فقالا: لم نقف عليه. [4]

(ترجمہ: حدیث "وضو پر وضو کرنا نور بالائے نور ہے۔" کی تخریج امام رزین نے کی ہے اور منذری کی طرح عراقی بھی اس پر مطلع نہ ہوسکے، اس لیے دونوں نے کہا ہم اس سے واقف نہیں ہیں۔)

● **اس سے عجیب تر سنیے:**

حدیثِ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ انھوں نے رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر زانوؤں کے

---

(١) التيسير شرح جامع الصغير، ج:١، ص:٤٩، مكتبة الإمام الشافعي، رياض.

(٢) ● المدخل إلى السُنن الكبرى للبيهقي، ج:١، ص: ١٤٧، باب أقاويل الصحابة إذا تفرّقوا فيها إلخ، مكتبة أضواء السلف، الرياض.

● الفردوس بمأثور الخطاب، ج:٤، ص: ١٦٠، فصل/ رقم الحديث: ٦٤٩٧، دار الكتب العلمية، بيروت، رواهُ عن ابن عباس، قال: قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-: إن أصحابي بمنزلة النجوم في السماء، فأيما أخذتم به اهتديتم، **واختلاف أصحابي لكم رحمة**. ١٢ منه

(٣) الترغيب والترهيب، ج:١، ص: ١٦٣، الترغيب في المحافظة على الوضوء، مصطفى البابي، مصر.

(٤) التيسير شرح الجامع الصغير، ج:١، ص:٤١١، ٤١٢، مكتبة الإمام الشافعي، رياض.

بیچ میں رکھے اور بعدِ نماز فرمایا:

ھٰکذا فَعلَ رسولُ اللہ -صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّمَ-.

(ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔)

اس کی نسبت امام ابو عمر بن عبد البَر نے فرمایا: نبی ﷺ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں۔ محدثین کے نزدیک صرف اس قدر صحیح ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے ایسا کیا۔ اور امام اجل ابو زکریا نووی شارح صحیح مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تو کتاب "الخلاصۃ" میں سخت ہی تعجب خیز بات واقع ہوئی کہ فرمایا صحیح مسلم شریف میں بھی صرف اسی قدر ہے کہ ابن مسعود نے ایسا کیا اور یہ نہیں کہ: ھٰکذا فعلَ رسولُ اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- حالاں کہ بعینہٖ یہی الفاظ صحیح مسلم میں موجود، امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

فی صحیح مسلم: عن علقمۃ والأسود، أنھما دخلا علیٰ عبداللہ، فقال: اَصَلّٰی مَن خَلفکُمْ؟ قالا: نعم، فقام بینھما، فجعل أحدھما عن یمینہٖ والاٰخر عن شمالہٖ ثم رکعنا فوضعنا أیدینا علی رُکَبنا. ثم طبّق بین یدیہ ثم جعلھما بین فخذیہ، فلما صلّٰی قال: ھٰکذا فعل رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّمَ-.(۱)

قال ابن عبد البر: لایصح رفعہ والصحیحُ عندھم الوقف علیٰ ابن مسعود -رضی اللہ تعالیٰ عنہ-. وقال النووي في الخلاصۃ: الثابت في صحیح مسلم أن ابن مسعود فعل ذٰلك ولم یقل: "ھٰکذا کان رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- یفعلہ."

قیل: کأنھما ذھلا. فإنّ مسلما أخرجہ من ثلٰث طرق لم یرفعہ في الأولین ورفعہ في الثالثۃ وقال: ھٰکذا فعل، إلخ.(۲)

(ترجمہ: صحیح مسلم میں حضرت علقمہ اور اسود سے روایت ہے کہ یہ دونوں حضرات حضرت

---

(۱) الصحیح لمسلم، ج:۱، ص: ۲۰۲، کتابُ المساجد ومواضع الصّلاۃ/ باب الندب إلیٰ وضعِ الأیدي علی الرُّکبِ في الرّکوع ونسخِ التّطبیق، مجلس البرکات، مبارك فور.

(۲) فتح القدیر، ج:۱، ص: ۳۰۸، کتاب الصلاۃ/ باب الإمامۃ.

عبداللہ بن مسعود کے پاس آئے، توانھوں نے پوچھا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے، توانھوں نے عرض کی ہاں، پھر وہ دونوں کے بیچ میں کھڑے ہوگئے ایک کو داہنی طرف کیا اور دوسرے کو بائیں طرف، پھر جب رکوع کیا تو ہم نے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور حضرت ابن مسعود نے دونوں ہاتھوں کو ملا کر دونوں رانوں کے بیچ میں رکھ دیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، تو فرمایا: ایسے ہی رسول اللہ ﷺ نے کیا۔(۱)

● امام ابن عبد البَر نے کہا: سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے اس حدیث کی روایت صحیح نہیں، محدثین کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود پر موقوف ہے۔

● امام نووی نے خلاصہ میں کہا کہ صحیح مسلم میں یہ روایت ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایسا کیا۔ انھوں نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کیا کرتے تھے۔

اس پر کلام یہ ہوا کہ ان دونوں حضرات سے ذہول ہو گیا کیوں کہ امام مسلم نے تین طریقوں سے یہ حدیث تخریج کی ہے، پہلی دو حدیثیں مرفوع نہیں۔ البتہ تیسری حدیث انھوں نے حضور ﷺ سے مرفوعاً بیان کی ہے اور یہ فرمایا ہے: سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے اسی طرح کیا۔)

میں یہاں اگر اس کی نظیریں جمع کرنے پر آؤں کہ خبر و حدیث میں مشہور و متداول کتابوں یہاں تک کہ خود صحاح ستہ سے اکابر محدثین کو کیسے کیسے ذہول واقع ہوئے ہیں تو کلام طویل ہو جائے، بعض مثالیں اس کی فقیر نے اپنے رسالہ "نور عيني في الانتصار للإمام العيني" میں لکھیں، یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھ کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمالِ علم و احاطۂ نظر کا دعویٰ ہے۔

● کیا ان ائمہ سے غفلت ہوئی اور تم معصوم ہو؟
● کیا نہیں ممکن کہ حدیث انھیں کتابوں میں ہو اور تمھاری نظر سے غائب رہے؟
● مانا کہ ان کتابوں میں نہیں کیا سب کتابیں تمھارے پاس ہیں؟
● ممکن کہ اُن کتابوں میں ہو جو اور بندگانِ خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں۔
● مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا اسی قدر کتابیں تصنیف ہوئی تھیں، ممکن کہ اُن کتابوں میں ہو جو معدوم ہو گئیں۔

---

(۱) یہ حدیث منسوخ ہے، اس کی ناسخ حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث صریح ہے:
وخالفهم جميع العلماء من الصحابة فمن بعدهم إلى الآن.
شرح صحيح مسلم للإمام النووي، ج:۱، ص:۲۰۲، باب الندب، مجلس البركات. ۱۲ منه

● مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہوگئی تھیں؟ــــ ممکن کہ اُن احادیث میں ہو جو علما اپنے سینوں میں لے گئے،

پھر اپنے نہ پانے کو، نہ ہونے کی دلیل سمجھنا اور عدمِ علم کو علم بالعدم ٹھہرالینا کس قدر بے جا ہے۔

خاص نظیر اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز اپنی کوٹھری کی چار دیواری میں ڈھونڈھ کر بیٹھ رہے اور کہہ دے ہم تلاش کر چکے، تمام جہاں میں کہیں نشان نہیں، کیا اس بات پر عُقلا اسے مجنون نہ جانیں گے۔

درجہ پنجم: فہم حدیث کا درجہ بہت بلند ہے:

ان سب سے گزریئے تمام جہاں کی اگلی پچھلی سب کتبِ حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں، آنکھیں بند کر کے ہر حدیث کا پتا دے سکتے ہیں پھر حافظ جی، یہ تو طوطے کی طرح "حق اَللہ"، "پاک ذات اَللہ کی" یاد ہوئی۔ فہم حدیث کا منصبِ ارفع و اعظم کدھر گیا۔ لاکھ بار ہوگا کہ ایک مطلب کی حدیث انھی احادیث میں ہوں گی جو آپ کو برزبان یاد ہیں اور آپ کی خواب میں بھی خطرہ نہ گزرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے۔ آپ کیا اور آپ کے علم و فہم کی حقیقت کتنی۔ اجلۂ محدثین یہاں آکر زانو ٹیک دیتے ہیں اور فقہاے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔

حفظِ حدیث اور ہے، فہم حدیث اور:

حفظِ حدیث فہم حدیث کو مستلزم ہوتا تو حضور پرنور سید عالم ﷺ کے اس ارشاد کے کیا معنی تھے:

رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ. وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيْهٍ.[1]

بہتیرے حاملان فقہ ان کے پاس فقہ لے جاتے ہیں جو اُن سے زیادہ اس کی سمجھ رکھتے ہیں۔

اور بہتیرے وہ ہیں کہ فقہ کے حامل و حافظ وراوی ہیں مگر خود اس کی سمجھ نہیں رکھتے۔

رواه الأئمةُ ● الشافعي ● وأحمد ● والدارمي ● وأبو داؤد ● والترمذي وصحّحه ● والضياء في المختارة ● والبيهقي في المدخل عن زيد بن ثابت ● والدارمي عن جبير بن مطعم -رضى الله تعالى عنهما- ● ونحوه لأحمد و الترمذي ● وابن حبان عن ابن مسعود -رضى الله تعالى عنه- عن النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- بسند صحيح ● وللدارمي عن أبي الدرداء -رضي الله تعالى عنه-، عن النبي

---

(۱) ● مسند الإمام شافعی ● مسند الإمام أحمد بن حنبل ● سنن الدّارمي ● سنن أبو داؤد ● جامع الترمذي ● المختارة للإمام الضياء ● المدخل للإمام البيهقي ● صحيح ابن حبان.

-صلی اللہ تعالی علیہ وسلم-.

(**ترجمہ:** اس حدیث کو امام شافعی، امام احمد، امام دارمی، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا۔ اور ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل میں حضرت زید بن ثابت سے اور دارمی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اور اسی کے ہم معنی امام احمد و امام ترمذی کی روایت ہے۔ اور امام ابن حبان نے حضرت ابن مسعود سے اور انھوں نے بسند صحیح رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ اور دارمی نے حضرت ابودردا سے اور انھوں نے رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔)

امام اعظم کے تعلق سے امام اعمش کا ارشاد:

ذرا خدا کے لیے آئینہ لے کر اپنا منہ دیکھیے! اور امام اجل سلیمان اعمش کا علم غزیر و فضلِ کبیر خیال کیجیے جو خود حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد جلیل الشان اور اجلۂ ائمہ تابعین اور تمام ائمہ حدیث کے استاذۃ الاساتذہ سے ہیں۔ امام ابن حجر مکی شافعی کتاب "خیرات الحسان" میں فرماتے ہیں:

کسی نے ان امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے ہمارے امام اعظم، سراج الامہ سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (کہ اس زمانے میں انھی امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے۔) حاضرِ مجلس تھے۔ امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے، امام نے فوراً جواب دیے۔ امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کیے ــــ فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں۔ اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمائیں۔ امام اعمش نے کہا:

حسبُك ماحدّثتُك به في مائة يوم، تُحدّثني به في ساعة واحدة، ماعلمتُ أنك تعمل بهذه الأحاديث، يا معشر الفقهاء أنتم الأطباء ونحن الصيادلة وأنت أيها الرجل أخذتَ بكلا الطرفين.[1]

(**ترجمہ:** بس کیجیے جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں، آپ ایک گھڑی میں مجھے سنائے دیتے ہیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں پر یوں عمل کرتے ہیں۔ اے گروہِ فقہا! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار ہیں۔ اور اے ابوحنیفہ! تم نے فقہ و حدیث دونوں کنارے لیے۔ (یعنی دونوں کے جامع ہو))

عظیم محدث امام عامر شعبی کا ارشاد: "ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں":

یہ تو یہ، خود ان سے بھی بدرجہا اجل و اعظم ان کے استاذ اکرم و اقدم، امام عامر شعبی جنھوں نے

(۱) الخيرات الحسان، ص: ١٤٤، الفصل الثلاثون: في سنده في الحديث، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی.

پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پایا،

- حضرت امیر المومنین مولی علی
- وسعد بن ابی وقاص
- وسعید بن زید
- وابو ہریرہ
- وانس بن مالک
- وعبداللہ بن عمر
- وعبداللہ بن عباس
- وعبداللہ بن زبیر
- وعمران بن حصین
- وجریر بن عبداللہ
- ومغیرہ بن شعبہ
- وعدی بن حاتم
- وامام حسن
- وامام حسین
- وغیرہم

بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد ہیں، جن کا پایۂ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں "بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس سے زائد نہ ہو"، ایسے امام والا مقام باآں جلالت شان فرماتے:

إنا لسنا بالفقهاء ولكنّا سمعنا الحديث فرو يناه للفُقهاء من إذا علم عمل.[1]
ہم لوگ فقیہ ومجتہد نہیں، ہمیں مطالب حدیث کی کامل سمجھ نہیں، ہم نے تو حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے روایت کردی ہیں جوان پر مطلع ہوکر کارروائی کریں گے۔
نقله الذهبي في تذكرة الحفّاظ."[2]

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تدوین حدیث، حفاظت حدیث، حفظِ حدیث، اور فہم حدیث کا جو حقیقت پسندانہ جائزہ پیش کیا ہے وہ علماے غیر مقلدین کی تفہیم واصلاح کے لیے کافی ہے، خدا کرے وہ ان قیمتی افادات کو ٹھنڈے دل سے پڑھیں اور ان پر عمل کریں۔

---

(۱) صفائح اللُّجَين في كون التّصافح بكفّي اليَدَين، ص: ۳۵ تا ص:۴۹، رضا اکادمی، مومبائی، قدرے تشریح وتصرف کے ساتھ۔

(۲) تذكرة الحفاظ، ج:۱، ص: ۷۹، ترجمة عامر بن شراحيل الشعبي، دائرة المعارف، حيدر آباد.

تابش دوم

اجتہادی مسائل میں اہل سنت کا موقف

احادیث نبویہ کی روشنی میں

احادیث نبویہ سے شغف رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ ایک باب، بلکہ ایک مسئلے کی حدیثیں بھی مختلف الاحکام ہوتی ہیں کیوں کہ کبھی حدیثیں ہی مختلف ہوتی ہیں اور کبھی ایک ہی حدیث میں کئی طرح کے احتمالات ہوتے ہیں اور یہ اختلاف فی الواقع کوئی تعارض نہیں ہوتا، بلکہ اختلاف اَدوار، و اَحوال و اَسباب یا پھر اختلافِ روایات و کلمات کی بنا پر ہوتا ہے اور اربابِ فقہ و اجتہاد کسی دلیل شرعی کی بنا پر انھی احادیث و روایات میں سے کسی ایک کو اختیار فرماتے ہیں، ان کے مذہب کی بنیاد کسی نہ کسی حدیث یا روایت پر ہوتی ہے، مذاہبِ اربعہ –حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی– کی یہی شان ہے یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کوئی کسی کو حدیث کا منکر نہیں سمجھتا، نہ اس طرح کے اختلاف کو "رسول اللہ سے اختلاف" جانتا ہے، بلکہ یہ حضرات، سب کو مستحقِ اجر مانتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ چاروں مذاہب کو حق سمجھا جاتا ہے۔ تو ان مذاہب میں سے کسی مذہب یا اس کے کسی جزئیے کو رسول اللہ سے اختلاف سمجھنا، یا اختلاف قرار دینا احادیثِ صحیحہ اور ائمہ ہدیٰ کے اجماعی موقف کے خلاف روش اپنانا ہے، جو ضروریاتِ اہل سنت کے خلاف ہے۔

مجتہد، صواب پر دو اجر کا اور خطا پر ایک اجر کا حق دار ہوتا ہے:

حضور سید عالم ﷺ نے فقیہ مجتہد کو مطلقاً اجر کی بشارت دی ہے کہ اجتہاد بہت ہی اہم کارِ دین ہے۔

(۱) حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّه سَمِعَ رَسُولَ اللهِ – صلى الله عليه وسلَّمَ- يَقُولُ: إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ

فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ، فلهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ. [1]

(۲) قَالَ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ أَبَا بَكْرِ بْنَ محمّد بن عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ فَقَالَ: هٰكَذَا حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. [2]

(۳) وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ - صلّى الله عليه وسلَّمَ - مِثْلَهُ. [3]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتے سنا کہ جب حاکم کوئی فیصلہ کرنا چاہے اور اجتہاد کرے اور وہ اجتہاد درست ہو تو اس کے لیے دو اجر و ثواب ہیں۔ اور جب حاکم کوئی فیصلہ کرنا چاہے اور اجتہاد کرے اور اجتہاد میں خطا ہو جائے تو اس کے لیے ایک اجر و ثواب ہے۔

اس حدیث کے ایک راوی یزید بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے بیان کی تو انھوں نے فرمایا کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث اسی طور پر بیان کی۔

اور امام بخاری نے تعلیقاً یہ حدیث بیان کی کہ عبد العزیز بن مطلب نے بتایا کہ عبد اللہ بن ابوبکر نے ابو سلمہ تابعی سے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انھی الفاظ سے یہ حدیث روایت کی۔

دو باتوں سے آگاہ و خبردار رہیں

یہاں دو باتوں سے آگاہ اور خبردار رہنا بہت ہی ضروری ہے تاکہ راہ حق سے قدم پھسلنے نہ پائیں:

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۱۰۹۲، كتاب الاعتصام/ باب أجر الحاكم إذا اجتهد، فأصاب أو أخطأ، مجلس البركات، مبارك فور.

* والصحيح لمسلم، ج: ۲، ص: ۷٦، كتاب الأقضية/ باب بيان أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ، مجلس البركات، مبارك فور.

* وسنن ابن ماجه، ص: ۲٤۹، كتاب الأحكام/ باب الحاكم يجتهد فيصيب الحق، رقم الحديث: ۲۳۱٤.

* و سنن أبي داؤد، ص: ۳۹٦، كتاب الأقضية/ بابٌ في القاضي يخطي، رقم الحديث: ۳۵۷٤، بيت الأفكار الدولية.

(۲) صحيح البخارى، ج: ۲، ص: ۱۰۹۲، كتاب الاعتصام/ باب أجر الحاكم إذا اجتهد، مجلس البركات.

(۳) صحيح البخارى، ج: ۲، ص: ۱۰۹۲، كتاب الاعتصام/ باب أجر الحاكم إذا اجتهد، مجلس البركات.

(۱) ثواب کی بشارت مجتہد کے لیے ہے، عامی کے لیے نہیں

"اجتہاد" کا لفظ شاہد ہے کہ حکمِ صحیح تک رسائی پر دونا ثواب اور خطا کی صورت میں اجتہاد کے بدلے ایک ثواب فقیہ مجتہد کے ساتھ خاص ہے، ایسا نہیں کہ کوئی بھی عالم اجتہاد شروع کر دے اور اس اجرِ خاص کا حق دار ہو جائے۔

عمدۃ القاری میں ہے:

وقال ابن المنذر: وإنما يؤجر الحاكم إذا أخطأ إذا كان عالمًا بالاجتهاد، فاجتهد. فأما إذا لم يكن عالما فلا.[1]

ترجمہ: امام ابن المنذر فرماتے ہیں کہ حاکم کو خطا کی صورت میں اجر صرف اس وقت ملے گا جب وہ عالم مجتہد ہو، اور عالم مجتہد نہ ہو تو وہ اجر کا حق دار نہیں۔

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نااہل کو اجتہاد جائز نہیں۔ واضح ہو کہ عرصۂ دراز سے مجتہد ناپید ہیں اور آج کوئی مجتہد نہیں پایا جاتا، اس لیے آج کے دورِ آزادی میں کوئی اجتہاد کرے یا خود کو مجتہد بتائے تو وہ قطعًا لائقِ اعتنا نہیں۔[2]

(۲) اجماعی مسائل میں اختلاف اجتہاد نہیں نفسانیت ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص اجماعی قطعی مسائل میں اختلاف کرے تو وہ بھی اجر کا حق دار نہ ہوگا کہ یہ اختلاف اجتہاد کی بنا پر نہیں، بلکہ نفسانیت اور فکری فساد کی بنا پر ہے اور ایسے عمل پر اجر نہیں، گناہ مرتب ہوتا ہے۔

فقیہ محقّق کو بھی اجر کی بشارت:

ہاں جو فقہا مجتہد نہ ہوں، لیکن کتاب و سنت اور کتبِ مذہب کے وسیع مطالعہ، دقّتِ نظر اور حالاتِ زمانہ سے آگاہی، وغیرہ کی بنا پر منصبِ تحقیق پر فائز ہوں اور وہ کتاب و سنت کے اطلاقات و عموم اور کلیاتِ غیر مخصوصہ و دلالۃ النص اور محکماتِ ظاہرہ اور سننِ متوارثہ یا متواترہ یا اپنے مذہبِ

---

(۱) عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج: ١٦، ص: ٥٥٦، كتاب الاعتصام/ باب أجر الحاكم، دار الفكر بيروت.

(۲) "مجتہد" کون ہے، اس کی وضاحت امام اہل سنت نے اپنی کتاب: "الفضل الموهبي في معنى إذا صح الحديث فهو مذهبي" میں کی ہے۔ تحقیق اور تفصیل کے لیے اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ۱۲ منہ۔

مہذب کی تصریحات وتلویحات سے پوری تحقیق کے بعد احکام بیان کریں وہ بھی اجر کے حق دار ہیں، اور یہاں بھی وہی تفصیل ہے کہ "تحقیقِ حق" ہو تو دونا اجر ملے گا، ورنہ صحیح حکم شرعی کی جستجو و تحقیق کی کوشش پر ایک اجر ضرور ملے گا۔

حدیث نبوی میں اس کی بھی رہنمائی کی گئی ہے:

(۳) عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - : «مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَأَدْرَكَهُ كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنَ الْأَجْرِ، فَإِنْ لَمْ يُدْرِكْهُ كَانَ لَهُ كِفْلٌ مِنَ الْأَجْرِ.»(۱)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اَسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو طلبِ علم میں رہے اور اسے حاصل بھی کر لے اس کے لیے اجر کے دو حصے ہیں۔ اور اگر حاصل نہ کر سکے تو اس کے لیے اجر کا ایک حصہ ہے۔

یہ حدیث امام دارمی نے روایت کی۔

صاحبِ مرقاۃ المفاتیح نے اس حدیث کے معنیٰ مراد پر یوں روشنی ڈالی ہے:

(مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَأَدْرَكَهُ): أَيْ: حَصَّلَهُ، وَقِيلَ: "أَدْرَكَهُ" أَبْلَغُ مِنْ "حَصَّلَهُ"؛ لِأَنَّ الْإِدْرَاكَ بُلُوغُ أَقْصَى الشَّيْءِ (كَانَ لَهُ كِفْلَانِ) : نَصِيبَانِ (مِنَ الْأَجْرِ): أَجْرِ الطَّلَبِ وَالْإِدْرَاكِ كَالْمُجْتَهِدِ الْمُصِيبِ (فَإِنْ لَمْ يُدْرِكْهُ، كَانَ لَهُ كِفْلٌ مِنَ الْأَجْرِ) : كَالْمُخْطِئِ، وَنَظِيرُ ذٰلِكَ الْخَبَرُ الصَّحِيحُ: (إِذَا اجْتَهَدَ الْمُجْتَهِدُ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِنْ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ وَاحِدٌ).(۲)

ترجمہ: جو علم کی طلب میں رہے اور حاصل کر لے، اور بقول بعض: علم کی آخری حد تک پہنچ جائے (یعنی: تحقیقِ حق کر لے) تو اس کے لیے اجر کے دو حصے ہوں گے۔ ایک اجر طلب و تحقیق کا، اور دوسرا اجر حق تک رسائی کا۔ جیسے مجتہد، صحیح اجتہاد کرے تو اسے دو اجر ملتے ہیں۔

---

(۱) ● مشكاة المصابيح، ص: ۳٦، كتاب العلم/ الفصل الثالث، مجلس البركات.

● مسند الدارمي، ج: ۱، ص: ۳٥۷، ۳٥۸، بابٌ في فضل العلم والعالم، دار المغني للنشر والتوزيع.

(۲) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج: ۱، ص: ٤٦۸، كتاب العلم، دارُ الكتب العلمية، بيروت.

اور اگر علم کی آخری حد تک رسائی نہ ہو سکے (کہ تحقیقِ حق سے قاصر رہے) تو بھی اس کے لیے اجر کا ایک حصہ ہو گا جیسے مجتہد سے خطا ہو جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔

اس کی نظیر یہ حدیث صحیح ہے کہ "جب مجتہد اجتہاد کرے اور وہ صحیح ہو تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور خطا ہو تو ایک اجر ہے۔

ہاں مجتہد اور محقّق کے یہ اجر اپنی عظمت اور قدر و قیمت کے لحاظ سے کم و بیش ہوں گے کہ مجتہد کا کام محقق کی بہ نسبت زیادہ اہم اور عظیم ہوتا ہے تو اس کے اجر کی عظمت اور قدر و قیمت زیادہ ہونی چاہیے، اور محقق کا کام نسبتاً اس قدر اہم و عظیم نہیں ہے تو اس لحاظ سے اس کے اجر کی عظمت و قدر و قیمت کم ہونی چاہیے۔

ان احادیث سے یہ ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ مجتہد اور محقق کو اپنے اجتہاد اور تحقیق پر بہر حال اجر ملتا ہے خواہ ان کا اجتہاد و تحقیق صحیح ہو، یا سہو اور لغزش ہو جائے۔ فرق بس یہ ہے کہ سہو و لغزش کی صورت میں ان کا اجر کم ہو جاتا ہے اور توفیقِ صواب کی صورت میں وہ اجر دونا اور زیادہ ہوتا ہے، مگر ایسا ہر گز نہیں کہ ان کا یہ اجتہاد و تحقیق جرم قرار پائے یا اسے گناہ کے درجے میں شامل کر دیا جائے۔ بلکہ ان کا یہ اختلاف بھی یک گونہ رحمتِ الٰہی قرار پاتا ہے۔[1]

اپنے پیارے رسول ﷺ کی مذکورہ احادیث پڑھیے پھر آج کے سلفی اہل حدیثوں کے فرمان ملاحظہ کیجیے تاکہ عیاں ہو جائے کہ یہ حضرات سلف صالحین کی روش سے کتنے دور اور احادیث نبویہ کے تقاضوں سے کس قدر بے گانہ ہیں۔

---

(۱) یہاں صاحب مسلّم الثبوت و فواتح الرحموت کے یہ قیمتی افادات بھی پیش نظر رکھیے، یہ حضرات فرماتے ہیں:

(والمُختارُ أنّ للهِ حكمًا معينًا) في أفعال العباد (أوجب طلبَهُ ونَصبَ عليه دليلًا، فَمَن أصابَهُ فَلَهُ أجران) أجرُ الاجتهاد وأجر الإصابة.

ولا وجهَ لِهٰذا الأجر إلّا الرّحمةُ الإلهيّةُ، لِأنّ إصابتَه لَيسَتْ بفعلٍ مقدورٍ، إنّما المقدور لهُ بذلُ الجهد، فإن اتّفق تَأدّىٰ نظرُهُ إلى مقدّماتٍ مناسبةٍ له أصابَه، لكنّ النّصَّ دَلَّ على أنَّ له أجرين فيجبُ القبولُ (وَمَن أخْطَأ فَله أجرٌ) واحدٌ (لامتثالهِ أمرَ الاجتهاد ببذل الوسع) ولا أجرَ بِمقابلة الخطأ، فإنَّ الخطأ وإن لم يكن مُؤاخذًا به، إلّا أنّه لا يوجبُ الأجر عليه، إهـ (فواتح الرحموت بشرح مسلّم الثبوت، ج:۲، ص:۴۲۸، ۴۲۹، مسألة: كل مجتهد فى المسألة الاجتهادية مصيب، دار إحياء التراث الإسلامي، بيروت.) ۱۲ منه

دوسرا باب

فروعی عقائد کے بیان میں

اٹھارہواں مسئلہ

بدعت

احادیث نبویہ کی روشنی میں

بدعت کی قسمیں، احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

احادیث نبویہ میں بدعت کے دو اطلاق ملتے ہیں، اس طرح اس باب کی حدیثیں دو انواع میں منقسم ہوتی ہیں۔

نوعِ اول کی احادیث میں "بدعت" اور اس کے مترادفات "حَسَنه" یا "سَیِّئَه" یا ان کے ہم معنی کلمات سے مقیّد و موصوف نہیں ہوتے، بلکہ بغیر کسی ایسی قید و صفت کے ان کا اطلاق ہوتا ہے۔

نوعِ دوم کی احادیث میں "بدعت" اور اس کے مترادفات "حَسَنَه" یا "سَیِّئَه" یا ان کے ہم معنیٰ کلمات سے موصوف و مقید ہوتے ہیں اور وہ بدعت اپنی قید وصفت کے لحاظ سے حَسَنه یا سَیِّئه ہوتی ہے۔ اس طرح بدعت کی دو قسمیں سامنے آتی ہیں: حَسَنَہ اور سَیِّئَہ۔

بدعتِ حَسَنَہ: دین میں وہ نیا کام جو شرعاً خیر اور اچھا ہو۔ بلفظ دیگر کتاب و سنت سے ماخوذ و مستنبط ہو۔

یہ بدعت فی الواقع ثابت بالسُّنَّہ ہوتی ہے۔

بدعتِ سَیِّئَہ: دین میں وہ نیا کام جو شرعاً شر اور بُرا ہو، بلفظ دیگر کتاب وسنت کے مُزاحم

ومخالِف ہو۔

یہ بدعت مطلقاً مردود اور ضلالت وگمراہی ہوتی ہے اور احادیث شریفہ میں جب "بدعت" کا لفظ مطلق بولا جاتا ہے تو زیادہ تر یہی بدعت مراد ہوتی ہے جو سنت کے مزاحم ہو کر اسے رد کرتی ہے جیسا کہ نوع اول کی احادیث شاہد ہیں۔(۱)

---

(۱) **احادیث میں "مطلق بدعت" سے مراد زیادہ تر بدعتِ سیئہ ہوتی ہے:**

چناں چہ رئیس المتکلّمین حضرت علامہ نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

احادیث وکلماتِ علما میں لفظ بدعت بمقابلۂ سنت واقع ہوتا ہے، اور مقابلۂ سنت وبدعت سے متبادر (دونوں کے درمیان) ضدّیتِ تامّہ ہے، ولہذا اکثر علما "مخالفتِ شرع" کے ساتھ اس کی تفسیر کرتے ہیں:

❀ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

"ما أُحدث على خلافِ أمر الشارع ودليله الخاصّ والعامّ."

❀ "شفا" میں ہے: مخالفةُ أمره -صلى الله تعالى عليه وسلم- وتبديلُ سُنّته ضلالةٌ وبدعةٌ للوعد من الله تعالى بالخذلان." ("الشفا"، ج:۲، ص:۱۱/ الباب الأول في فرض الإيمان له و وُجوب طاعته واتّباع سنّتِه.)

اور غالب استعمال اس کا عقائد میں آیا ہے، ولہذا فرقۂ ناجیہ کو "اہل سنت" اور ارباب ہوا کو "اہل بدعت" کہا جاتا ہے۔

❀ "شرح سفر السعادۃ" میں ہے: "غالب در استعمال در عقاید افتد، چناں کہ مذاہب باطلہ اہل زیغ از فرقِ اسلامیہ" ("شرح سفر السعادۃ" باب أذکار النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فصل در سلام وآداب، ص:۴۱۲)

❀ "بحر المذاہب" میں ہے: "البدعة مخالفة أهل الحق في العقيدة."

❀ امام قزوینی لکھتے ہیں: "المبتدع كل من يعتقد شيئا يُخالف الكتاب والسنة، ولا يتبع الرسولَ في الأقوال والأفعال.

❀ "در مختار" میں ہے: "البدعة: هي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول -صلى الله تعالى عليه وسلم-." (●"الدر المختار المطبوع مع ردّ المحتار"، ج:۳، ص: ۵۳۱، كتابُ الصلاة / باب الإمامة . ●وج:۱، ص:٦٠٤، دار الفكر)

❀ "بحر الرائق" میں ہے: البدعة (وعَرَّفها الشمنی: بأنّها- أي) ما أحدِث خلاف الحق الـمُتلقّىٰ عن رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة أو استحسان وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً." ("البحر الرائق"، ج:۱، ص:٦١١، كتاب الصلاة/ باب الإمامة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(أصول الرشاد لِقمع مباني الفساد، ص:۷۳، ۷٤، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف)

ان عبارات سے دو باتیں بخوبی واضح ہوتی ہیں:

ایک یہ کہ عرف شرع میں بدعت کا اطلاق سنت کے مقابل ہوتا ہے اور ایسی ہر بدعت بلا شبہہ گمراہی ہوگی۔

دوسرے یہ کہ بدعت کا یہ اطلاق عموماً عقائد میں ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ جو عقائد سنت کے خلاف ہوں گے وہ ضلالت ہوں گے۔ ۱۲ منہ

نوعِ اول کی احادیث

جو بظاہر قید و صفت سے مطلق ہیں

حدیث: "شر الأمور محدثاتها" اور "کل محدثة بدعة" کی نفیس توجیہ:

① عَنْ جَابِرٍ -رضي الله تعالى عنه-، قَالَ: قال رسولُ الله -صلى الله تعالى عليه وسلّم-: شَرُّ الأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ.(١)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بُرے امور بدعات (یعنی نئے نئے کام) ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس حدیث میں "مُحْدَثَات" اور "بِدْعَت" کے الفاظ مطلق ہیں، ان کی کوئی قید یا صفت حَسَنَہ یا سَیِّئَہ یا ان کے ہم معنی الفاظ سے نہیں لائی گئی ہے، تو یہاں مُحدَثات اور بدعت کے الفاظ سنت کے مقابل ہیں اس لیے وہ ضرور ضلالت و گمراہی ہیں۔

② عَنْ العِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، قَالَ:... فقال -صلى الله تعالى عليه وسلم-: ... إِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ.(٢)

ترجمہ: حضرت عِرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

---

(١) الصحيح لمسلم ج: ١، ص: ٢٨٥، كتاب الجمعة/ فصلٌ في الخطبة والصّلاة قصدًا، مجلس البركات.

❀ صحيح البخاري ج: ٢، ص: ١٠٨١، باب الاقتداء بسُنن رسول الله، مجلس البركات. اقتصر البخاري على: "شرّ الأمور محدثاتہا".

(٢) سُنن أبي داؤد ص: ٥٠٤، كتاب السنة/ باب لزوم السنة، بيت الأفكار الدولية.

❀ جامع الترمذي ج: ٢، ص: ٩٢، أبواب العلم/ باب الأخذ بالسّنة و اجتناب البدعة، مجلس البركات.

❀ سنن ابن ماجه ص: ٢٢، كتاب المقدمة/ باب اتباع سُنّة الخلفاء الراشدين المهديين، بيت الأفكار.

❀ مسند الإمام أحمد بن حنبل ص: ١٢٣٤، مسند الشاميين / حديث العرباض بن سارية، بيت الأفكار.

❀ صحيح ابن حبان ج: ١، ص: ١٧٩، كتاب المقدمة/ باب الاعتصام بالسنة، مؤسّسة الرسالة.

اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا کہ نئے نئے ایجاد کردہ کاموں سے بچو، کہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں ہر "بدعت" کو گمراہی بتایا گیا ہے۔ اور گمراہی وہی کام ہو سکتا ہے جو حضور ﷺ کی سنتِ ثابتہ کے خلاف اور اس کے مزاحم ہو جیسے ناری فرقوں — مثل خوارج و معتزلہ وغیرہ — کے عقائد، غلام احمد قادیانی کا دعویٰ نبوت، یہ کہنا کہ حضور کے زمانے میں یا حضور کے بعد کوئی نیا نبی آسکتا ہے، نماز میں حضور کا خیال آنے سے نماز چلی جائے گی، اور یہ خیال نمازی کو شرک کی طرف کھینچ لے جائے گا۔ اور بدعتِ حسنہ کا انکار، وغیرہ۔

حدیث: "من أحدث فی أمرنا هذا" کی تشریح:

اور یہ توجیہ حدیث (۷) "مَنْ أحدَثَ في أمرِنا هذا ما ليس منه" سے ماخوذ ہے، اور اس کے پیش نظر مُحدَثاتُ الأمور اور کلُّ محدثَةٍ میں إحداث سے مراد "إحداث في الدين ما ليسَ من الدّين" ہے۔ اور یہ ضرور سنت نبوی کے مزاحم و مخالف ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ حدیث نوعِ دوم کی احادیث مثلاً: "مَنْ سَنَّ سُنّةً حَسَنَةً" وغیرہا کے معارض ہوگی، نیز لازم آئے گا کہ معروف طریقے پر تدوین قرآن، تدوینِ حدیث، تدوینِ فقہ، تدوینِ اصولِ حدیث وغیرہ سب بدعت و گمراہی ہو کیوں کہ ظاہرِ الفاظ حدیث کے پیش نظر یہ سب محدثاتُ الأمور سے ہیں اور یہ سب کلُّ محدثةٍ کے عموم میں شامل ہیں، کیوں کہ یہ سب نئے کام ہیں اور ہر نیا کام بدعت ہے، حالاں کہ ایسا بالاجماع نہیں ہے، اس لیے حدیث نبوی کی مراد شناسی اور جمع بین الأحادیث کے پیش نظر حق یہی ہے کہ اس حدیث میں إحداث سے مراد إحداث في الدين ما ليس من الدين ہے۔ یعنی دین کے مُزاحم و مخالف نئے نئے ایجاد کردہ کاموں سے بچو کہ ایسا ہر کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

③ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الإِسْلَامِ.[1]

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن مَیسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تابعی، صحیح الحدیث) کا بیان ہے کہ رسول اللہ

---

(۱) شُعَب الإيمان للبيهقي ج: ۷، ص: ٦١، بابٌ في مباعَدة الكفار والمفسدين/ فصلٌ في مجانبة الفَسقَة والمبتدعين، دار الكتب العلمية.

ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی بدعتی کی تعظیم و توقیر کی اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔

امام بیہقی نے یہ حدیث شُعب الایمان میں مُرسلاً روایت کی ہے۔(۱)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ "ضلالت وگمراہی" وہ بدعت ہے جو قصرِ اسلام یا اس کے بعض ارکان واحکام کو ڈھادے اور یہ وہی بدعت ہو سکتی ہے جو کسی سنت سے متصادم ہو، دین سے اس کا کوئی لگاؤ نہ ہو۔

(۴) عَنْ حَسَّانَ قَالَ : مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِي دِينِهِمْ إِلاَّ نَزَعَ اللهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ، ثُمَّ لاَ يُعِيدُهَا إِلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.(۲)

ترجمہ: (مدّاحِ رسول) حضرت حسّان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو بھی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اُسی جیسی سنت اٹھالیتا ہے، پھر اسے قیامت تک وہ سنت واپس نہیں فرماتا۔

مثلاً کسی قوم نے "سبِّ صحابہ" کی بدعت ایجاد کی تو اس قوم سے "اِکرام صحابہ" کی سنت اٹھالی گئی، جس قوم نے کبیرہ کے ارتکاب پر تکفیر کی بدعت ایجاد کی اس سے ایسے مسلمانوں کو مسلمان ماننے کی سنت اٹھالی گئی، جنھوں نے "امکان کذبِ باری" کی بدعت ایجاد کی ان سے "وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا"(۳) کی سنت اٹھالی گئی، یوں ہی جس قوم نے "قبور انبیا کو سجدہ گاہ" بنانے کی بدعت ایجاد کی اس سے خدائے وحدہٗ لاشریک کے سجدۂ بندگی کی سنت اٹھالی گئی۔ اس طرح ایک ایک بدعت کا جائزہ لیتے جائیے اور دیکھتے رہیے کہ اس کی وجہ سے اسی جیسی کوئی سنت اٹھتی ہے کہ نہیں، اگر اٹھتی ہے تو وہ بدعت، مُزاحمِ سنت و مخالِف سنت ہوگی، اسی کو ہم اہل سنت "بدعتِ سیّئہ" سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ بدعت سیّئہ کی آسان پہچان ہے۔

اب اسی کے ساتھ آپ "بدعاتِ حَسنہ" کا بھی ایک سرسری جائزہ لے لیجیے وہاں آپ کو یہ "پہچان" ہرگز نظر نہیں آئے گی۔ مثلاً نماز میں تعظیم رسول کی وجہ سے پیچھے ہٹنا، جیسا کہ حضرت صدیقِ اکبر نے کیا، یا سرکار کی تعظیم کی وجہ سے نماز میں کھڑے رہنا جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کیا، یہ ایسی

---

(۱) مشكاة المصابيح، ج:۱، ص: ۳۱، باب الاعتصام بالكتاب والسنة / الفصل الثالث، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) سُنن الدارمي ج: ۱، ص: ۲۳۱، باب اتباع السّنّة/ رقم الحديث: ۹۹، دارُ المغني للنشر والتوزيع.

(۳) القرآن الحكيم، سورة الانعام:۶، الأية: ۱۱۵.

بدعت اور نیا کام ہے جس کی وجہ سے اس جیسی سنت، مثلاً: "لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَ رَسُوْلِهٖ"(۱) اور "وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ "(۲) کو مزید فروغ ملتا ہے اس لیے نماز میں تعظیم کے ساتھ خیالِ رسول کو بدعت نہ شمار کیا جائے۔ "شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات"۔

⑤ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: ... قَالَ عَلِيٌّ: مَا خَصَّنَا رَسُوْلُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- بِشَيْءٍ لَمْ يَخُصَّ بِهِ النَّاسَ ، إِلاَّ مَا فِي قِرَابِ سَيْفِي ، ثُمَّ أَخْرَجَ صَحِيفَةً ، فَإِذَا فِيهَا مَكْتُوبٌ ... "لَعَنَ اللهُ مَنْ آوَى مُحْدِثًا". (۳)

ترجمہ: صحابیِ رسول حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص مجھ کو کوئی چیز ایسی نہ بتائی جو دوسروں کو نہ بتائی ہو سوائے اُن چیزوں کے جو میری تلوار کی نیام میں ہیں۔ پھر آپ نے ایک صحیفہ نکالا، جس میں لکھا تھا... "اللہ کی لعنت اُس شخص پر جو کسی بدعتی کو ٹھہرائے۔"

لعنت کسی گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر ہوتی ہے اور گناہِ کبیرہ یقیناً کتاب و سنت کی مخالفت و نافرمانی ہے۔

⑥ عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ -صَلَّى اللهُ تعالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: أَهْلُ الْبِدَعِ شَرُّ الْخَلْقِ وَ الْخَلِيقَةِ. (۴)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہل بدعت مخلوق میں بھی بُرے ہیں اور طبیعت کے بھی بُرے ہیں۔

بدعت کے ارتکاب سے کوئی شخص مخلوق میں بدتر اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ صریح طور پر کتاب و سنت سے متصادم کسی عقیدے کا اظہار کرے مثلاً: ● حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے ● یا نیا نبی آنا ممکن بتائے ● یا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل بتائے ● یا اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبیِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علمِ غیب کے اعتقاد کو شرک کہے۔ یہی بدعتی

---

(۱) القرآن الحكيم، سورة الحجرات:٤٩، الأية: ١.

(۲) القرآن الحكيم، سورة الفتح:٤٨، الأية: ٩.

(۳) الأدب المفرد للإمام البخاري، ص: ٧٤، ٧٥، بابُ لَعَنَ اللهُ مَن لَعَنَ وَالدَيه، المكتبة السلفية، قاهره.

(٤) تقريبُ البُغيَة بترتيب أحَاديثِ الحِلْيَةِ للإمام الحافظ نور الدين الهَيْثمي (م٨٠٧ھ) ج: ١، ص: ١٥٢، بابٌ في ما يخاف علىٰ هٰذه الأمة، دار الكتبِ العلمية، بيروت.

شَرُّ الخلق و الخلیقة کے مصداق ہیں۔

⑦ نوع دوم میں یہ حدیث آرہی ہے:

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ. [(۱)]

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات ایسی ایجاد کی جو اس دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ یہ حدیث "بدعتِ ضلالۃ" کی جامع تعریف ہے کہ " جو نیا کام دین سے نہ ہو" وہ بدعت ہے اور بلاشبہہ ایسی ہر بدعت گمراہی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس نئے کام کی اصل دین میں نہ پائی جائے، دین کے کسی نص سے وہ ماخوذ و مستنبط نہ ہو تو وہ دین کے مخالف اور اس سے متصادم ہوگا۔

ان احادیث میں بدعت اور اس کا ہم معنیٰ کلمہ مطلق ہے جو سنت کے مقابل ہے، اس لیے وہ ضلالت و گمراہی ہے اور ایسے صاحبِ بدعت کی تعظیم اسلام کے ڈھانے پر مدد ہے کہ جب بدعت و صاحبِ بدعت کی توقیر ہوگی تو اس کے مثل اسلام کی کوئی سنت اٹھالی جائے گی۔

بدعتِ ضلالہ کی سترہ مثالیں:

اب ہم یہاں اِس بدعت کی کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں:

- اہل سنت و جماعت کے سوا بہتر جہنمی فرقوں کا ظہور، جیسے قدریہ، جبریّہ، خوارج، مُعتَزِلہ ،مُجسِّمہ ،مُشَبِّھَہ، مُرجِئہ ، نجّاریہ، قادیانیہ، نیچریّہ، چکڑالویہ، وہابیہ ، دیوبندیہ۔

فرقۂ وہابیہ نے اسلام میں ایسے نئے نئے عقائد ایجاد کیے جس سے اسلاف اور بعد کے صالحین ناآشنا تھے بِمَا لم تَسمَعُوا أنتم و لا آباؤُکُمْ۔[(۲)] جیسے یہ عقائد:

- خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔
- ہر مخلوق بڑا ہو (جیسے انبیا و سیّد الانبیا علیہم الصلاۃ والسلام) یا چھوٹا (جیسے عام مومنین) خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔
- اللہ کی شان کے آگے سب انبیا و اولیا ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

---

(۱) صحیح البخاري، ج:۱، ص:۳۷۱، کتاب الصّلح/ بابٌ إذا اصْطَلَحُوا علیٰ صلحِ جور، مجلس البرکات، مبارك فور.

(۲) الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۱۰، باب النّهي عن الروایة عن الضُّعفا، مجلس البرکات، مبارك فور.

● زنا کے وسوسہ اور گائے، بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے نماز ہو جائے گی اور اس سے بہت زیادہ بُرا رسول اللہ ﷺ کے خیال میں ڈوب جانا ہے کہ اس سے نماز بھی نہ ہو گی اور یہ خیال اسے کفر کی طرف کھینچ لے جائے گا۔

● انبیا اور اولیا کو وسیلہ بنانا شرک ہے اور وسیلہ بنانے والے مشرک۔ یعنی وہابی فرقہ کے سوا ساری دنیا کے مسلمان مشرک ہیں۔

● تقلیدِ عرفی - جو فی الواقع کتاب و سنت کا اتباع ہے - شرک ہے اور مقلدین مشرک، یعنی عرصۂ دراز سے وہابیہ کے سوا تمام مسلمان، اولیا، علما، صُلحا، عوام سب مشرک ہیں۔

● کروڑوں نبی محمد ﷺ کے برابر پیدا ہو سکتے ہیں۔

● رسول اللہ ﷺ کے لیے علم غیب کا عقیدہ شرک ہے اگرچہ اللہ کی عطا سے یہ عقیدہ رکھا جائے۔

● حضور ﷺ کو بہ عطائے الٰہی حاضر و ناظر ماننا شرک ہے۔

● جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔

● جو کسی مخلوق کو بارگاہِ الٰہی کا سفارشی مانے وہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہیں - یہ حضور ﷺ کی شفاعت کا انکار، بلکہ اسے شرک قرار دینا ہے۔

ان بدعات پر ہم کتاب و سنت کی روشنی میں گزشتہ صفحات میں بحث کر چکے ہیں۔

● مُسَیلمہ کذّاب، اسود عنسی اور غلام احمد قادیانی وغیرہ کا دعوائے نبوت۔

● یہ کہنا کہ حضور کے زمانے میں یا آپ کے بعد کوئی نیا نبی آسکتا ہے۔

● حدیث کے حجت ہونے کا انکار (یہ چکڑالویوں کی بدعت ہے)

● فرشتوں، جنوں، اور جنت و دوزخ کا انکار۔ (یہ نیچریوں کی بدعت ہے)

● اور اس زمانے میں "نبوی مَسْعیٰ"[1] کے بالمقابل "نئے وہابی مَسْعیٰ کا اِحداث" جو نہ

---

(۱) مَسْعیٰ: سعی کی جگہ — طوافِ کعبہ کے بعد صفا اور مَروہ کے درمیان حاجی اور عُمرہ کرنے والے عبادت کی نیت سے چلتے اور ایک خاص حد تک ہلکی رفتار سے دوڑتے ہیں، اس طرح صَفا سے مَروہ اور مَروہ سے صَفا تک سات چکر لگاتے ہیں، اس عبادت کا نام "سَعی" ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے جو جگہ مقرر فرمائی اسے "مَسْعیٰ" کہا جاتا ہے۔ ۱۲ منہ۔

عہد رسالت میں تھا، نہ عہد صحابہ و تابعین میں، نہ ہی بعد کے ادوار میں، بلکہ ۲۰۰۸ء میں نام نہاد "سلفیوں" نے "سلف صالحین" کی سنت متوارثہ کے خلاف یہ بدعت ایجاد کی اور مسلمانوں کو اس پر چلنے کے لیے مجبور کیا۔ وہابیوں کی ایسی بدعات کثیر ہیں، ہم نے نمونے کے طور پر ان کی چند بدعات یہاں شمار کی ہیں۔

بدعتِ ضلالت کی پہچان: اس بدعت کی پہچان یہ ہے کہ سَلَف و خَلَف میں اس کا کوئی سراغ نہ ملے۔

⑧ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ -صلّى الله تعالى عليه وسلَّمَ- أَنَّهُ قَالَ: سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي أُنَاسٌ يُحَدِّثُونَكُمْ مَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلاَ آبَاؤُكُمْ، فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ.(۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے اخیر زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو تم سے ایسی باتیں (عقائد و احکام) بیان کریں گے **جنھیں نہ تم نے سنا ہوگا، نہ تمھارے باپ دادا نے۔ تو تم لوگ ● اُن سے دور، رہنا ● اور انھیں اپنے سے دور، رکھنا۔**

⑨ أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-: يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلاَ آبَاؤُكُمْ، فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لاَ يُضِلُّونَكُمْ وَلاَ يَفْتِنُونَكُمْ.(۲)

ترجمہ: مسلم بن یسار کا بیان ہے کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں دجّال اور بڑے جھوٹے لوگ ظاہر ہوں گے **جو ایسی باتیں بیان کریں گے جن کو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے نہ سنا ہوگا۔** تو تم لوگ ان سے دور رہنا، اور انھیں اپنے سے دور رکھنا، کہ کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور کہیں وہ تم کو فتنے

(۱) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۹، باب النّهي عن الرواية عن الضعفاء، مجلس البركات
(۲) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۱۰، باب النّهي عن الرواية عن الضُّعفاء، مجلس البركات

میں نہ مبتلا کردیں۔

اور جن باتوں کو باپ، دادا نے نہ سنا ہوان سے مراد وہ بدعات ہیں جو سنتِ ثابتہ کے منافی اور دین کے احکام و عقائد کے خلاف ہوں، جھوٹی حدیثیں بیان کرنا، یا مشرکین یا یہود و نصاریٰ کے بارے میں وارد احادیث کو مسلمانانِ اہل سنت پر چسپاں کرنا بھی اسی میں شامل ہے۔ مرقاۃ المفاتیح میں اس حدیث کی شرح یوں فرمائی:

أَيْ: يَتَحَدَّثُونَ بِالْأَحَادِيثِ الْكَاذِبَةِ وَيَبْتَدِعُونَ أَحْكَامًا بَاطِلَةً وَاعْتِقَادَاتٍ فَاسِدَةً اهـ.[1]

ترجمہ: جھوٹی حدیثیں بیان کریں گے اور احکامِ باطلہ واعتقاداتِ فاسدہ کی بدعات لائیں گے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''مقصود تحفظ و احتیاط است در گرفتنِ دین، و احتراز و پرہیز از صحبتِ اربابِ بدعت و مخالطتِ ایشاں۔''[2]

ترجمہ: ارشادِ رسالت کا مقصود یہ ہے کہ کسی سے دین حاصل کرنے میں تحفظ واحتیاط چاہیے اور اربابِ بدعت کی صحبت اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے احتراز لازم ہے۔

حدیث کی کسوٹی پر وہابی مذہب کے عقائد و مسائل کی جانچ:

اس حدیثِ صحیح کی ''کسوٹی'' پر وہابی مذہب کے عقائد و مسائل کو جانچ لیجیے کتاب و سنت اور سلف و خلف سے ان کا کوئی ثبوت نہ ملے گا، جیسا کہ ہم ان کے متعدد عقائد بیان کرکے کتاب و سنت سے اس کو واضح کر چکے، مثلاً ان کا عقیدہ ہے کہ:

● حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطلاع و عطا سے بھی علم غیب ماننا شرک ہے۔ مگر ہم نے کثیر آیات و احادیث سے ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار غیبی علوم

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح، شرح مشکاۃ المصابیح ج: ۱، ص: ۳۵۷، کتاب الإیمان/ باب الاعتصام بالکتاب والسُّنۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت.

(۲) اَشِعَّۃُ اللمعات ج:۱، ص: ۱۴۳، کتاب الإیمان / باب الاعتصام بالکتاب والسُّنۃ، مکتبہ حبیبیہ، پاکستان.

اپنے نبیوں اور رسولوں کو عطا فرمائے، ● اور جیسے نماز میں رسول اللہ کے خیال سے نماز کو باطل قرار دینا اور خود نمازی کو کفر کی دہلیز تک پہنچانا،

● رفعِ یدین ● اور قراءت خلفَ الامام جیسے اجتہادی مسائل میں امام اعظم ابو حنیفہ کے موقف کو رسولُ اللہ سے اختلاف قرار دینا، حالاں کہ امام اعظم کے موقف کے ثبوت میں احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

یہ ہے: بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَ لَا آبَاءُكُمْ۔ نہ تم نے سنا، نہ تمھارے باپ، دادا یا سَلَف و خَلَف نے سنا۔

● جو بات قرآنِ حکیم میں ہو۔
● یا سنتِ رسول اللہ میں ہو۔
● یا سَلَف کا مذہب ہو۔
● یا خَلَف نے اختیار کیا ہو۔

اس کا علم مسلمانوں اور ان کے باپ دادا کو ضرور ہوگا، خواہ قرآن و حدیث یا کتبِ شریعت کو پڑھ کر، یا علماے دین سے سُن کر۔ اور جس بات کو انھوں نے نہ کتبِ شریعت میں پڑھا، نہ علماے دین سے سنا، وہ بدعت ہے۔

حدیث کے الفاظ ہیں: ”بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَ لَا آبَاءُكُمْ“ جسے نہ تم نے سنا، نہ تمھارے باپ دادا نے۔ الفاظ خطاب سے ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث علما و فقہا کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اُن تمام مسلمانوں کو بھی عام ہے جو علماے دین کی صحبت میں رہتے اور اپنے دین کی باتیں ان سے سنتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی عقیدہ کتاب و سنت یا سَلَف و خَلَف سے ثابت ہے تو وہ اپنے علما سے ضرور سنیں گے اور جو عقیدہ ایسے مسلمانوں اور ان کے باپ، دادا نے نہ سنا ہو، وہ دین سے نہیں، بلکہ بدعت ہے، وہابیوں کے مخصوص عقائد ایسی ہی بدعات کا مجموعہ ہیں۔

وحیِ نبوت کے کلمات سے ”مطلق بدعت“ کا تعارف:

”مطلق بدعت“ کے سلسلے میں ”وحیِ نبوت“ کے جو الفاظ و کلمات ہم نے پیش کیے اُن سے اس بدعت کا پورا تعارف ہو جاتا ہے اور کسی کو اپنی طرف سے کوئی اضافی قید لگانے کی قطعاً حاجت

نہیں رہ جاتی۔

- فَقَدْ أعَانَ عَلٰی هَدْمِ الإِسْلَامِ.
- نَزَعَ اللهُ مِنْ سُنَّتِهِم مِثْلَهَا.
- لَعَنَ اللهُ مَنْ اٰوَیٰ مُحْدِثًا.
- أَهْلُ البِدَعِ شَرُّ الخَلْقِ وَ الخَلِيْقَةِ.
- مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذا مَا لَيْسَ مِنْهُ.
- بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا أَنْتُمْ وَ لَا اٰبَاءُكُم.

جو بدعت:

- قصرِ اسلام کو ڈھائے (بلفظ دیگر اسلام سے متصادم ہو۔)
- رافعِ سنت ہو۔
- لعنت کا سبب بنے۔
- مخلوق میں بدتر بنادے۔
- جو دین سے نہ ہو۔
- جسے مسلمانوں نے اپنے باپ داداؤں سے نہ سنا۔

وہ بدعت یقیناً دین کے مخالف اور اس سے متصادم ہوگی۔

یہ کلماتِ حدیث شہادت دے رہے ہیں کہ ان احادیث میں بدعت کے لفظ سے مراد وہ بدعت ہے جس کے یہ اوصاف ہوں، مثلاً وہ اسلام کو ڈھائے، لعنت کا سبب بنے، شرُّ الخَلق و الخَلیقة کا باعث ہو۔ اس لیے ان الفاظ و کلمات سے **بدعت کی تعریف** واضح ہو کر یہ سامنے آئی:

دین میں وہ نیا کام جو دین سے متصادم ہو، بلفظ دیگر کتاب و سنت کے مُزاحم و مقابل ہو، بدعت ہے۔

ہم اہل سنت و جماعت اسی بدعت کو بدعتِ سَیّئہ کہتے ہیں اور بلا شبہہ ایسی ہر بدعت گمراہی ہے، بلکہ حدیث نبوی میں ایسی ہر بدعت پر "ضلالة" کا اطلاق خود شاہد ہے کہ وہ نیا کام دین کے خلاف اور اس سے متصادم ہے۔

اب یہ نیا کام "قرونِ خیر" میں پایا جائے- جیسے خوارج کا ● حضرت علی کرّم اللہ تعالی وَجہہ پر کفر کا حکم لگانا ● اور ان سے بغاوت کرنا ● تحکیم کو کفر قرار دینا ● پھر حضرت علی کو قتل کرنا، کرانا- تو بھی وہ ضلالت و گمراہی ہے، یا بعد کے ادوار میں کبھی پایا جائے تو بھی ضلالت و گمراہی ہے- اس لیے بدعت کی تعریف میں "قرونِ خیر" یا قرونِ ثلاثہ "کی قید لگانا بیجا ہے، ہمارے لیے یہ احادیث و آثار کافی ہیں، ان میں ایسی کسی قید کا کوئی نام و نشان نہیں-

بدعت، جس کا حدیث میں کوئی وصف مذکور ہو:

جیسا کہ پہلے بیان ہوا، احادیث نبویہ میں "بدعت" کا اطلاق کسی قید یا صفت کے ساتھ بھی ہوتا ہے، اب اگر وہ قید یا صفت "حَسَنَہ" یا اس کا ہم معنٰی لفظ، یا بشارت ہو تو اسے عرفِ مسلمین میں بِدعتِ حسنہ کہا جاتا ہے اور اگر "سَیِّئَہ" یا اس کا ہم معنٰی لفظ یا کوئی وعید ہو تو اسے بدعتِ سَیِّئَہ کہا جاتا ہے-

بدعت کی تعریف اور اس کی قسمیں:

تو احادیث میں بیان شدہ اوصاف کے پیش نظر بدعت کی دو قسمیں ہوئیں، حَسَنہ اور سَیِّئہ-

بدعتِ حَسَنہ: دین میں وہ نیا کام جو خیر ہو- یہ کام کتاب اللہ یا سنتِ رسول اللہ سے ماخوذ و مستنبط ہوتا ہے-

یہ نیا کام ہونے کی وجہ سے بِدعت کہلاتا ہے اور کتاب یا سنت سے ماخوذ و مستنبط ہونے کی وجہ سے وہ خود دین کا ایک حصہ ہوتا ہے جو کتاب و سنت سے ثابت ہوتا ہے- ایسے کاموں کو مَا ثَبَتَ بالسُّنّۃ سے بھی تعبیر کرتے ہیں-

بدعتِ سَیِّئَہ: دین میں وہ نیا کام جو خیر نہ ہو، شر ہو- یہ کتابُ اللہ یا سنتِ رسول اللہ سے ماخوذ و مستنبط نہیں ہوتا، بلکہ یہ کتاب و سنت کے مقابل و مُزاحم ہوتا ہے-

یہ تقسیم خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور حضور کے اصحاب کی احادیث سے ثابت ہے-

نوعِ دوم کی احادیث

جن میں بدعت کا کوئی وصف حسنہ یا سیّئہ یا ان کے ہم معنی مذکور ہے

اسلام میں اچھا، یا برا طریقہ ایجاد کرنے کا حکم:

⑩ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-: مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلاَمِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ.

وَمَنْ سَنَّ فِي الإِسْلاَمِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ». [۱]

ترجمہ: حضرت مُنذر بن جریر سے روایت ہے کہ ان کے والد حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اُس کے لیے اس کا اجر ہے اور اس کے بعد جتنے لوگ اس طریقے پر عمل کریں گے اُن سب کا اجر بھی (اُس کے لیے) ہے بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی ہو۔

اور جس نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا تو اس پر اُس کا گناہ ہے اور اس کے بعد جتنے لوگ اس طریقے پر عمل کریں گے اُن سب کا گناہ بھی اُس پر ہے بغیر اس کے کہ اُن عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی ہو۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت جریر بن عبد اللہ کی یہ حدیث متعدّد طُرق سے ہم معنی الفاظ سے مروی ہے اس کا ایک متن الفاظ کے تغیر کے ساتھ انھوں نے بھی نقل فرمایا اور یہ صراحت کی کہ یہ حدیث حسن، صحیح ہے

---

(۱) الصحیح لمسلم ج: ۱، ص: ۳۲۷، کتابُ الزّکاۃ / باب الحثّ علی الصّدقۃ، مجلس البرکات.

۔ نیز انھوں نے یہ نشان دہی کی کہ یہ حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔"[1]

⑪ عَنْ حُذَيْفَةَ (بن اليمان)، قَالَ : سَأَلَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-، فَأَمْسَكَ الْقَوْمُ ، ثُمَّ إِنَّ رَجُلاً أَعْطَاهُ فَأَعْطَى الْقَوْمُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: مَنْ سَنَّ خَيْرًا فَاسْتُنَّ بِهِ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ وَمِنْ أُجُورِ مَنْ يَتَّبِعُهُ غَيْرَ مُنْتَقِصٍ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا.

وَمَنْ سَنَّ شَرًّا فَاسْتُنَّ بِهِ كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهُ وَمِنْ أَوْزَارِ مَنْ يَتَّبِعُهُ غَيْرَ مُنْتَقِصٍ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا.[2]

ترجمہ: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ سوال کیا تو لوگوں نے (دینے سے) ہاتھ روکے رکھا، پھر ایک شخص نے عطا کیا، تو لوگوں نے بھی اسے عطا کیا، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے کوئی بہتر طریقہ ایجاد کیا اور اس پر عمل ہوا، تو اسے اپنی ایجاد کا اجر ملے گا اور اُس کی پیروی کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا اور ان کے اجر سے کچھ کم بھی نہ ہو گا۔

اور جس نے کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا، پھر اس پر عمل ہوا تو اس پر اپنی ایجاد کا بھی گناہ ہو گا اور اس کی پیروی کرنے والوں کا بھی گناہ ہو گا، اور ان پیروی کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہو گی"۔

⑫ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ:... فَقَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: مَنْ سَنَّ خَيْرًا فَاسْتُنَّ بِهِ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ كَامِلاً ، وَمِنْ أُجُورِ مَنِ اسْتَنَّ بِهِ لاَ يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا.

وَمَنِ اسْتَنَّ شَرًّا فَاسْتُنَّ بِهِ ، فَعَلَيْهِ وِزْرُهُ كَامِلاً ، وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِي اسْتَنَّ

---

(۱) جامع الترمذي ج: ۲، ص: ۹۲، أبواب العلم/ باب ما جاء في مَن دعا إلى هدىً إلخ ، مجلس البركات.

(۲) مُسند الإمام أحمد بن حنبل ص: ۱۷۲۹، مسند الأنصار/ حديث حُذيفة بن اليمان، رقم الحديث: ۲۳۶۷۸، بيت الأفكار الدولية.

بِهِ لاَ يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا.[1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے بہتر طریقہ ایجاد کیا، پھر اس پر عمل ہوا تو اسے اپنی ایجاد کا کامل ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب بھی اسے ملے گا اور ان کے اجر سے کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔

اور جس نے برا طریقہ ایجاد کیا، پھر اس پر عمل ہوا تو اس پر اس ایجاد کا کامل گناہ ہوگا، اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس کے ذمہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی بھی نہ ہوگی۔

یہ احادیث کسی واقعہ کے پس منظر میں زبانِ نبوت سے صادر ہوئی ہیں مگر اعتبار خصوصِ سبب کا نہیں، عمومِ لفظ کا ہوتا ہے؛ اس لیے یہ حکم کسی خاص شخص اور خاص واقعہ کے ساتھ محدود نہیں، بلکہ قیامت تک کے ان تمام افراد کو عام ہے جو کوئی فعلِ خیر یا فعلِ شر ایجاد کریں۔

صحابیِ رسول حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت کریمہ: "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ"[2] کے تعلق سے فرماتے ہیں:

فَنَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةٌ.[3]

ترجمہ: یہ آیت خاص میرے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر یہ تم سب کے لیے عام ہے۔

ان احادیث میں خود رسولِ کائنات، سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدعت کی دو قسمیں بیان فرمادی ہیں، ساتھ ہی ان کے احکام بھی واضح فرمادیے ہیں۔

دوسری احادیث بھی اس تقسیم کی شاہد ہیں۔

(۱۳) عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ -صلى اللّٰهُ تعالى عليه وسلم-: «لاَ تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلاَّ كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا؛ لأَنَّهُ كَانَ أَوَّلَ

---

(۱) مسند الإمام أحمد بن حنبل ص: ۷۶۰، مسند أبي هريرة/ رقم الحديث: ۱۰۷۵۹، بيت الأفكار الدولية.

(۲) القرآن الحكيم، سورة البقرة:۲،الأية: ۱۹۶.

(۳) صحيح البخاري، ج:۲،ص:۶۴۸، كتابُ التفسير/ باب قوله: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَريضاً، مجلس البركات، مبارك فور.

مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ». (۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جان بھی ظلماً قتل کی جاتی ہے تو حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے پہلے بیٹے کے حصّے میں اس کا خون آتا ہے، کیوں کہ سب سے پہلے اسی نے قتلِ ناحق کا طریقہ ایجاد کیا۔

"قتل ناحق" بلا شبہہ بدعتِ سَیّئہ ہے اور یہ بدعت سب سے پہلے حضرت آدم علی نبینا علیہ السلام کے ایک بیٹے نے ایجاد کی تھی، تو اب بعد میں جتنے لوگ بھی قتل ناحق کریں گے ان سب کا گناہ اُس بیٹے پر ہوگا بغیر اس کے کہ ان قاتلوں کے گناہ میں کوئی کمی ہو۔

اسی سے اس کی دوسری قسم کا ذہن بھی مل گیا کہ اگر کوئی کسی جان کو قتل ناحق سے بچانے کا طریقہ ایجاد کرے تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور بعد میں اس کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کا ثواب بھی اس کو ملے گا، اور ان کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی، یہ اجر بدعتِ حسنہ کی ایجاد کا ہے۔ چناں چہ امام ابوزکریا محی الدین نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

هَذَا الْحَدِيث مِنْ قَوَاعِد الْإِسْلَام، وَهُوَ أَنَّ كُلّ مَنْ ابْتَدَعَ شَيْئًا مِنَ الشَّرّ كَانَ عَلَيْهِ مِثْل وِزْر كُلّ مَنْ اقْتَدَى بِهِ فِي ذَلِكَ الْعَمَل مِثْل عَمَله إِلَى يَوْم الْقِيَامَة. وَمِثْله مَنْ ابْتَدَعَ شَيْئًا مِنَ الْخَيْر كَانَ لَهُ مِثْل أَجْر كُلّ مَنْ يَعْمَل بِهِ إِلَى يَوْم الْقِيَامَة، وَهُوَ مُوَافِق لِلْحَدِيثِ الصَّحِيح: "مَنْ سَنَّ سُنَّة حَسَنَة. وَمَنْ سَنَّ سُنَّة سَيِّئَة." (۲)

ترجمہ: یہ حدیث قواعدِ اسلام سے ہے کہ کوئی بھی شخص جو بُرا طریقہ ایجاد کرے تو اس پر قیامت

---

(۱) الصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۶۰، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص و الديات/ باب بيان إثم مَن سَنّ القتل، مجلس البركات.

❀ صحيح البخاري ج: ۱، ص: ۱۷۱، كتاب الجنائز / باب قول النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- / يُعَذَّبُ الميتُ ببعضِ بكاء أهله عليه إذا كان النَّوحُ من سُنّته، مجلس البركات.

❀ جامع الترمذي ج: ۲، ص: ۹۲، أبواب العلم/ باب ما جاء أن الدّالّ على الخير كفاعله. مجلس البركات.

(۲) المنهاج، شرح صحيح مسلم ج: ۲، ص: ۶۰/ باب بيان إثم مَن سَنَّ القَتْلَ، مجلس البركات.

تک اس کی پیروی کرنے والے تمام لوگوں کا گناہ ہوگا۔

یوں ہی جو شخص کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرے تو اس کے لیے قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ہوگا، اور یہ حدیثِ صحیح "مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً" اور "مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً" کے موافق ہے۔

⑭ عَنْ عَائِشَةَ -رضي الله عنها- قَالَتْ، قَالَ رَسُولُ الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-: مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ منهُ فَهُوَ رَدٌّ.(۱)

ترجمہ: جس نے ہمارے اس دین (دینِ اسلام) میں کوئی نئی بات ایجاد کی، جو اس دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو نئی بات دینِ اسلام سے نہ ہو یعنی کتاب و سنت سے ماخوذ و مستنبط نہ ہو وہ مردود و بدعتِ سَیّئہ ہے۔ اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو نئی بات دینِ اسلام سے ہو یعنی کتاب یا سنت سے ماخوذ و مستنبط ہو وہ مقبول و بدعتِ حَسَنہ ہے۔

⑮ عَنْ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ (هو ابن عمرو بن عوف المزني) عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- قَالَ لِبِلاَلِ بْنِ الْحَارِثِ: ... **مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةَ ضَلاَلَةٍ** لاَ يَرْضَاهَا اللهُ وَرَسُولُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، لاَ يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَوْزَارِ النَّاسِ شَيْئًا. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.(۲)

ترجمہ: کثیر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں اپنے والد عبد اللہ سے اور وہ ان کے دادا سے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث سے فرمایا: ... جس نے **بدعتِ ضلالت** ایجاد کی، جس سے اللہ اور اس کے رسول راضی نہیں تو اس پر اِس بدعت پر عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اور اُن

(۱) صحيح البخاري ج: ۱، ص: ۳۷۱، كتاب الصلح/ بابٌ إذا اصطلحوا على صلحِ جورٍ فهو مردودٌ، مجلس البركات.

❀ والصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۷۷، كتاب الأقضية/ باب نقضِ الأحكامِ الباطلة و رَدِّ محدثاتِ الأمور، مجلس البركات.

(۲) جامع الترمذي ج: ۲، ص: ۹۲، أبواب العلم/ بابُ الأخذ بالسُّنّة و اجتناب البدعة. مجلس البركات.

لوگوں کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

اس حدیث میں " بدعة" کو " ضلالة" سے مقید کر کے یہ ذہن دیا گیا ہے کہ یہ حکم بدعتِ سیئہ کا ہے جس کو صحیح مسلم شریف کی حدیث صحیح میں " سُنّةً سَيِّئةً" کہا گیا ہے اور اس کا مقابل اسی حدیث میں " سُنّةً حَسَنَةً" بیان کیا گیا ہے۔

یہ چار حدیثیں ہیں جن میں " بدعت - یا - اِحداث" کا لفظ "سَيِّئة" یا اس کے ہم معنی کلمات - " سَنَّ القَتْلَ" یا " مَا لَيْسَ مِنْه" یا " ضَلالَة " - سے مقید ہے، جس سے دوسری قسم بدعتِ حسنہ کا اشارہ ملتا ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں اس کی صراحت بھی ہے۔

قرآن حکیم کی تدوین:

(۱۶) عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبو بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ، فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي، فَقَالَ: «إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ، فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ».

قُلْتُ لِعُمَرَ: **كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللّٰهِ** -صلى الله تعالى عليه وسلم-.

قَالَ عُمَرُ: هَذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِي لِذٰلِكَ، وَرَأَيْتُ فِي ذٰلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ.

قَالَ زَيْدٌ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ، عَاقِلٌ، لاَ نَتَّهِمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ، فَاجْمَعْهُ - فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفُونِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ.

قُلْتُ: كَيْفَ تَفْعَلُونَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم-؟

قَالَ: هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ. فَلَمْ يَزَلْ أَبُو بَكْرٍ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ، حَتَّى وَجَدْتُ آخِرَ سُورَةِ التَّوْبَةِ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الأَنْصَارِيِّ، لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ

غَيْرِهٖ. « لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ » حَتّٰى خَاتِمَةِ بَرَاءَةَ ، فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ، حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيَاتَهُ، ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ. [1]

ترجمہ: عُبَید بن سَبّاق سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ یمامہ کے بعد قاصد بھیج کر مجھے بلایا، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، تو وہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔

حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ عُمر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جنگ یمامہ میں گھمسان کی لڑائی میں قرآن کے بہت سے قاری شہید ہوگئے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر جنگوں میں قُرّاء اسی طرح شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن ان کے ساتھ چلا جائے گا، اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ "جمعِ قرآن" کا فرمان صادر کردیں۔

تو میں نے عُمر سے کہا: "تم وہ کام کیسے کرنا چاہتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا"؟ (یعنی یہ کام تو بدعت ہوگا)

تو عُمر نے جواب میں کہا: اللہ کی قسم یہ تو "خیر و بہتر" ہے۔ پھر عمر مجھ سے بحث کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اور میری رائے بھی وہی ہوگئی جو عمر کی تھی۔

حضرت زید کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے مجھ سے فرمایا کہ تم جوان اور عقل مند آدمی ہو، ہم تم پر (جھوٹ اور نسیان وغیرہ کی) کوئی تہمت بھی نہیں رکھتے اور تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی بھی تھے، تو تم پوری چھان بین کے ساتھ قرآن تلاش کرکے جمع کرو۔

حضرت زید فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر لوگ مجھے کوئی پہاڑ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کو کہتے تو یہ "جمعِ قرآن" سے زیادہ گراں و دشوار نہ ہوتا۔ میں نے عرض کی:

آپ **حضرات وہ کام کیسے کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا**؟ تو حضرت ابوبکر نے فرمایا: " هُوَ وَ اللّٰهِ خيرٌ - **یہ کام تو خدا کی قسم خیر ہی ہے۔**"

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں مجھ سے گفتگو فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا جس کے لیے حضرت ابوبکر و عمر کا سینہ کھول دیا تھا۔

---

(۱) صحيح البخاري ج: ۲، ص: ۷۴۵، ۷۴۶، كتابُ أبوابِ فضائل القرآن/ باب جمع القرآن ، مجلس البركات.

اب میں پوری چھان بین کے ساتھ تلاش کر کے کھجور کی شاخوں اور پتھر کی تختیوں اور حفاظ کے سینوں سے قرآن جمع کرنے لگا، یہاں تک کہ میں نے سورۂ توبہ کے اخیر کی (دو) آیات: "لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ" ختم سورہ تک [1] حضرت ابوخزیمہ انصاری کے پاس (لکھی ہوئی) پائیں، ان کے سوا اور کسی کے پاس وہ آیتیں (لکھی ہوئی) نہ ملیں۔

یہ (مرتّب) صحیفے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تک انھی کے پاس رہے، پھر حضرت عمر کے پاس زندگی بھر رہے، پھر وہ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آ گئے۔

اس حدیث کے ان الفاظ پر غور فرمائیں:

حضرت صدیق اکبر نے حضرت عمر سے فرمایا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا وہ تم کیسے کروگے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ **"یہ تو خیر و بہتر ہے۔"**

اور جب حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابوبکر سے یہی سوال کیا تو انھوں نے بھی یہی فرمایا کہ **"یہ تو کار خیر ہے۔"**

تینوں صحابۂ کرام کے اتفاق کے بعد قرآن حکیم کی تدوین ہوئی اور اس پر کسی صحابی سے انکار منقول نہیں، تو یہ ان کا اجماع سکوتی ہوا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا مگر وہ بجائے خود خیر و بہتر ہو تو اسے کرنا چاہیے۔

اس حدیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے کہ بدعت کی ایک قسم "بدعتِ خیر" و "بدعتِ حسنہ" بھی ہے اور اس کا انکار فی الواقع اس حدیث پاک سے انحراف ہے۔

مسجد تعمیر کرنے کی فضیلت:

(۱۷) عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أَرَادَ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ فَكَرِهَ النَّاسُ ذٰلِكَ، فَأَحَبُّوا أَنْ يَدَعَهُ عَلَى هَيْئَتِهٖ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ: « مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِلّٰهِ بَنَى اللهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ مِثْلَهُ ». [2]

---

(۱) وہ دونوں آیات یہ ہیں: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾
(القرآن الحکیم، سورۃ التوبۃ:۹، الآیۃ:۱۲۸، ۱۲۹.)

(۲) الصحیح لمسلم ج: ۱، ص: ۲۰۱، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ/ بابُ فضل بناء المساجد و الحث علیہ، مجلس البرکات.

ترجمہ: محمود بن لبید سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر جدید کا ارادہ کیا تو لوگوں کو یہ ناگوار ہوا، انھیں یہ پسند تھا کہ مسجد نبوی کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں۔

تو حضرت عثمان غنی نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا ہے کہ "جو اللہ کے لیے مسجد بنائے اللہ اس کے لیے جنت میں اسی جیسا محل بنائے۔"

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا مگر وہ کسی سنت کے عموم کے تحت ہو، یا اس کی فضیلت و بہتری کسی نصِ عام سے ماخوذ ہو تو وہ بھی باعث اجر ہے، ایسے ہی کام کو ہم بدعت حسنہ کہتے ہیں۔

⑱ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ -رضي الله عنه- أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم- قَالَ: «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم-، وَالأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ ، ثُمَّ كَانَ الأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَ صَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ - رضي الله تعالى عنهما-.(۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان المبارک میں ایمان کے ساتھ، ثواب کے لیے قیام کیا، اس کے پہلے کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور لوگوں کا عمل اسی پر برقرار رہا کہ الگ الگ نماز تراویح پڑھتے رہے، پھر اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق کے عہد خلافت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں لوگ تنہا تنہا نماز تراویح پڑھتے رہے۔

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۲۶۹، كتاب الصوم/ باب فضلِ مَن قام رَمَضان، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ مصنَّف عبد الرزاق ج: ٤، ص: ۲۵۹، كتاب الصيام/ باب قيام رمضان ، المكتب الإسلامي، بيروت.

❀ السُّنن الكبرىٰ للبيهقي ج: ۲، ص: ٤۹۳، كتاب الصلاة/ باب قيام شهرِ رمضان، دائرة المعارف ، حيدرآباد.

باجماعت نمازِ تراویح کی ادائیگی:

⑲ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ -رضي الله عنه- لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلاتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلاَءِ عَلٰى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ. ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلاةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ: **نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ**، [وفي بعضِ الرّواياتُ: نعمتِ البِدعَةُ-كرمانی-] وَالَّتِي تَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي تَقُومُونَ. يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ.[1]

ترجمہ: ابن شہاب، عُروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عبدالقاری نے بتایا کہ میں رمضان المبارک میں ایک شب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ مسجد میں گیا تو لوگ مختلف ٹولیوں میں بکھر کر نماز پڑھ رہے تھے، کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا، اور کچھ لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، تو حضرت عمر نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ میں ان سب لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کردوں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا، پھر آپ نے اس کا پختہ ارادہ کرلیا اور حضرت اُبَی بن کعب کی امامت میں ان کی جماعت قائم کردی۔

پھر میں ان کے ساتھ دوسری شب نکلا اور سب لوگ اپنے قاری کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر نے فرمایا: **یہ اچھی بدعت ہے۔** اور جس نماز کو چھوڑ کر لوگ سوجاتے ہیں وہ

---

(۱) ❀ صحيح البخاري، ج:۱، ص:۲۶۹، كتاب الصّوم / باب فضلِ مَن قَامَ رَمضانَ، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ المؤطا برواية يحيَ بن يحيىٰ ج: ۱، ص: ۱۷۱، كتاب الصلاة/ باب ما جاء في قيام رمضان، دار المغرب الإسلامي.

❀ المؤطا برواية محمد بن الحسن ج: ۱، ص: ۱۴۲ -۱۴۳، كتاب الصلاة/ باب قيام شهر رمضان، مجلس البركات.

اس سے افضل ہے جو لوگ ادا کرتے ہیں، ان کی مراد آخر شب کی نماز (تہجّد) تھی اور لوگ اول شب میں نماز (تراویح) پڑھ لیتے تھے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام مقرر کر کے نماز تراویح کی جماعت قائم کر دی، اور صحابۂ کرام بغیر کسی اختلاف ونکیر کے جماعت کے ساتھ یہ نماز پڑھنے لگے تو حضرت عمر نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا:

● نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ۔ کتنی خوب ہے یہ بدعت۔

● نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ۔ یہ بدعت کیا ہی خوب ہے۔

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس جماعت کو مستحسن سمجھا اور اسی لیے وہ شریک جماعت ہوئے، اور کسی صحابی نے اس پر نکیر نہ فرمائی تو یہ اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جماعتِ تراویح کے التزام پر اجماع ہوا۔

اصحابِ رسول کا اسے بالاتفاق "اچھا سمجھنا" اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسے "اچھی بدعت" کہنا اس امر کی دلیل ہے کہ بدعت "حَسَنه" بھی ہوتی ہے جیسا کہ "سَیِّئه" بھی ہوتی ہے۔

اربابِ فہم و دانش پر یہاں یہ امر بھی روشن رہے کہ "جماعتِ تراویح" در اصل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت سے ماخوذ ہے کیوں کہ تین شب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نماز جماعت سے پڑھائی، پھر اسے موقوف فرما دیا، تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری عمل "جماعتِ تراویح" سے احتراز ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں جماعتِ تراویح کا خاص اہتمام کیا، اور سب کو ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا پابند کیا۔

تو جماعت کی یہ پابندی واہتمام دین میں ایک نیا کام ہوا جو عہدِ رسالت میں نہ تھا، اسی کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "بدعت" کہا اور چوں کہ اس کا اصل ماخذ سرکار ابد قرار علیہ الصلوات والتسلیمات کا فعل ہے اس لیے یہ کام "بدعتِ حَسَنہ" ہوا۔

۲۰ عن عبدِ الله (بن مَسعود) -رضي الله تعالى عنه-، قال: مَا رَأى المسلِمُون حَسَنًا فهو عند الله حَسَنٌ، و مَا رآه المُسلِمُون سَيِّئًا فهو عند الله سَيِّءٌ. هٰذا حديث صحيح الإسناد و لم يُخرِّجاه.[1]

---

(۱) المستدرك على الصحيحين للحاكم، ج: ۳، ص: ۷۸، ۷۹، كتابُ معرفة الصحابة/ مخاطبة الصحابة أبا بكر: "يا خليفة رسول الله"، دار المعرفة، بيروت، لبنان.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمان جو چیز اچھی سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور مسلمان جو چیز بُری سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بُری ہے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے البتہ حضرات شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی یہ حدیث اپنی تلخیص میں نقل کر کے اسے "صحیح" لکھا ہے۔[1]

بدعت کی شناخت اور بدعت حسنہ کی مثالوں سے تفہیم:

یہ حدیث بھی بدعت کی تقسیم مذکور کی تائید کرتی ہے کہ جو کام دین میں نیا ایجاد ہوا، اسے دیکھا جائے کہ مسلمان اسے اچھا سمجھتے ہیں یا بُرا۔ اچھا سمجھتے ہوں تو "بدعتِ حَسَنہ" ہے اور بُرا سمجھتے ہوں تو "بدعتِ سَیِّئَہ"۔

یہ احادیث شاہد ہیں کہ جو کام حضور کے زمانے میں نہ ہوا مگر وہ بجائے خود خیر و بہتر ہو یا کسی سنت کے عموم میں شامل یا اس سے ماخوذ ہو تو وہ کام اچھا ہے اب خواہ اسے "ثابت بِالسُّنّہ" کہیں، یا "بدعتِ حَسَنہ" دونوں درست ہے۔

بدعتِ حَسَنہ کی پندرہ مثالیں:

اب ہم "بدعتِ حسنہ" کی کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں جن سے یہ عیاں ہو جائے گا کہ وہ کتاب یا سنت سے ماخوذ ہیں یا کسی اثر یا اجماع کے موافق ہیں۔

- قرآن حکیم کی تدوین۔
- آیاتِ قرآنیہ میں نقطے و اعراب لگانا، تشدید و مد اور وقف و سکتہ کی علامات، سورتوں کے نام، آیتوں کا شمار، ہر دس آیت پر علامت لکھنا۔
- مخصوص ترتیب اور اسناد و عناوین وغیرہ کے ساتھ احادیث کی تدوین۔
- فقہائے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فقہی مذاہب۔
- خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نئے کام و احکام۔
- اسلام کے فرائض و محرمات کو ماننے والے، کلمہ گو منکرینِ زکات سے قتال۔

---

(۱) تلخيص الإمام الذهبي ج: ۳، ص: ۷۸، ۷۹، كتاب معرفة الصحابة.

❀ کلمہ گو خوارج سے قتال۔

❀ فقہاے تابعین کے فقہی مذاہب۔

❀ ائمۂ اربعہ - ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل - کے فقہی مذاہب۔

❀ نماز جمعہ کے لیے اذان اول کا اضافہ۔

❀ مساجد میں مناروں کی تعمیر۔

❀ ایک مخصوص ہیئت پر مدارس کا قیام۔

❀ اذانِ خطبہ اور مواعظ میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال۔

❀ علم کلام، علم اصولِ حدیث، علم اصولِ فقہ اور علم الصرف و علم النحو وغیرہا کی ایجاد اور تفصیل۔

❀ تفاسیر، شروحِ حدیث اور دیگر دینی کتابوں کی تصنیف، تالیف، ترتیب تہذیب، ابواب و فصول لکھنا اور تحقیق و طباعت۔

مطلق بدعت کی کسوٹی پر بدعتِ حسنہ کی جانچ:

یہ بدعات کی پندرہ مثالیں ہیں ان کو سامنے رکھ کر اب آپ غور فرمائیں کہ کیا ان میں سے کوئی کام:

● باعث لعنت ہے۔

● اسلام کو ڈھانا ہے۔

● شَرُّ الخلق و الخليقة ہونے کا سبب ہے۔

● ضلالت و گمراہی ہے۔

● جہنم میں جانے کا کام ہے۔

● کیا یہ کام مذہب اسلام سے نہیں ہے؟

● ان کے باعث ان کے جیسی سنتیں اٹھائی گئیں۔

● کیا یہ سُنّة سَيئة کے زمرے میں ہے۔

ایک خدا ترس ان سب کا جواب یہی دے گا کہ ایسا کچھ بھی نہیں، یہ امور تو خیر ہیں، دین حنیف اور سنتِ نبوی کی تقویت و اشاعت کا ذریعہ ہیں، ”سُنة حسنة“ کے مصداق ہیں جس پر بارگاہ نبوی سے اجر کی بشارت ہے۔

حضور سید عالم ﷺ نے بدعت کی ایک بہت ہی واضح شناخت یہ بتائی ہے کہ:

"کسی بدعت کی ایجاد سے اسی جیسی سنت قیامت تک کے لیے اٹھالی جاتی ہے۔" مثلاً آغارجیوں کا "ارتکابِ کبیرہ کو کفر قرار دینا" بدعت ہے تو اس کی وجہ سے اس قوم سے وَ إن زَنیٰ وإن سَرَقَ. [۱] کی سنت قیامت تک کے لیے اٹھالی گئی، اب یہ قوم اس سنت کی برکت سے ہمیشہ محروم رہے گی۔ اس شناخت کو سامنے رکھ کر گزشتہ سطور میں بیان کی گئی مثالوں کا جائزہ لیجیے اور دیکھیے کہ کیا اُن میں کہیں یہ شناخت نظر آتی ہے۔

پہلی مثال: ہے قرآن حکیم کی تدوین۔ کیا اس سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی سنتِ ثابتہ اٹھی، اس سے تو قرآن کریم کی حفاظت ہے جس کی بشارت آیت کریمہ: "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝" [۲] میں دی گئی ہے، اس سے قرآن کریم کا حفظ اور تلاوت آسان ہوئی جس کی ترغیب احادیث نبویہ میں دی گئی ہے۔

دوسری مثال ہے "آیات قرآنیہ میں نقطے واعراب لگانا، تشدید و مد اور وقف وسکتہ کی علامات لکھنا، وغیرہ۔"

اس سے قرآن پاک کی صحیح تلاوت اور فہم معانی و تدبُّر قرآن میں مدد ملتی ہے، ایسا نہ ہوتا تو بے شمار لوگ قرآن پاک کی تلاوت پر قادر نہ ہوتے اور بے شمار لوگ غلط پڑھتے، پھر فہمِ معانی و تدبر قرآن کیا ہوتا۔

تیسری مثال ہے اسانید و تراجم ابواب و فصول کے ساتھ جوامع و سنن و مسانید و معاجم واجزا

---

(۱) عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا الأَسْوَدِ الدِّيلِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- حَدَّثَهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم-، وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَقَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ: لاَ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلاَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ، وَكَانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا قَالَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ. (صحيح البخاري، ج:٢، ص:٨٦٦، ٨٦٧، كتاب اللباس/ باب الثياب البيض، مجلس البركات)

(۲) القرآن الحكيم، سورة الحجر: ١٥، الآية: ٩.

ترجمہ: ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ۱۲منہ

کی شکل میں احادیث نبویہ کو مرتب کرنا اور شرح معانی الآثار کی آسانی کے لیے ایک مضمون کی احادیث وروایات کو یک جا کرنا، پھر جدید طرز پر شائع کرنا، وغیرہ۔ کیا یہ نئے نئے کام معاذ اللہ لعنت کے سبب ہیں، اور ان سے رسول اللہ کی سنتیں اٹھ رہی ہیں، ایسا ہرگز نہیں، ان سے تو احادیث کی حفاظت ہوتی ہے، ساتھ ہی اس کی تبلیغ آسان اور افادیت عام ہوتی ہے اور ان امور سے سنتوں کو تقویت ملتی ہے۔ "نَضَّرَ اللهُ امرأ سمِع منّا حديثًا فحفِظه حتى يُبَلِّغَه غيرَه."[1] "ليبلِّغ الشّاهدُ الغائبَ."[2] یہی حال تمام مثالوں کا ہے۔

البتہ **گیارہویں مثال میں کلام** کیا جاسکتا ہے، وہ ہے:

"مساجد میں مناروں کی تعمیر"۔

کیوں کہ اس بارے میں حضور سید عالم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

(۲۱) ابنُوا المساجِدَ واتَّخِذُوْهَا جُمًّا،[3] رواه أنس بن مالك -رضي الله تعالى عنه-.[4]

ترجمہ: مسجدیں منڈی بناؤ، ان میں کنگرے نہ رکھو۔

اور منارہ بنانے سے اس سنت کا ارتفاع ہوتا ہے۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ حالات زمانہ میں تغیر کے سبب آج یہ بھی سنت پر ہی عمل ہے کہ سنت کی حکمت اور اس کا مقصود یہاں پورے طور پر حاصل ہے، وہ حکمت اور مقصود ہے "مساجد کی عظمتِ

---

(۱) ● جامع الترمذي، ج:۲، ص:۲۳۵، كتاب الحج/ باب الخطبة أيّامَ مِنىً، مجلس البركات.
● الصحيح لمسلم، ج:۲، ص:۶۱، كتاب القسامة والدّيت/ بابُ تغليظِ تحريم الدّماء، مجلس البركات.

(۲) صحيح البخاري، ج:۱، ص:۱۶، كتاب العلم/ باب قول النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم-: "رُبَّ مُبلَّغٍ أوعىٰ مِن سامعٍ".

(۳) جُمًّا: یہ جَمَّاء کی جمع ہے جو الأجَمّ کی مؤنث ہے بمعنی: "بے سینگ والا مینڈھا" یہ لفظ مسجد کے لیے بولا جائے تو مراد ہوگا: "بے منارے والی مسجد" یہاں ایسا ہی ہے۔ ۱۲ محمد فضل الرحمٰن برکاتی

(٤) ● المصنّف لابن أبي شيبة، ج:۱، ص:۳۰۹، آداب الصلاة/ في زينة المساجد وماجاء فيها، الدارُ السلفية، الهند.
● السُّنن الكبرىٰ للإمام البيهقي، ج:۲، ص:۴۳۹، كتاب الصلاة/ باب كيفية بناء المسجد.

شان'' عہد سلف میں مساجد اپنی سادگی کے باوصف عظیم تصور کی جاتی تھیں اور ان کا مسجد ہونا ہی قلوبِ اہل ایمان میں ان کی عظمتِ شان کا باعث تھا، بعد کے ادوار میں جب عالی شان اور پر شکوہ محل تعمیر ہونے لگے تو نگاہِ عوام میں اُن کی وہ عظمت باقی رکھنے کے لیے مناروں کی تعمیر کی حاجت پیش آئی۔ پہلے مساجد کی عظمت شان نگاہِ عوام میں بغیر مناروں کے تھی اور بعد میں وہی عظمت شان نگاہ عوام میں برقرار رکھنے کے لیے مناروں کی تعمیر کی حاجت محسوس ہوئی۔ ہماری اس گفتگو کا ماخذ قرآن کی آیات ہیں، چناں چہ، ارشاد باری ہے:

(۲۲) ''وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ شَعَآٮِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ ۝۳۲''[(۱)]

ترجمہ: جو ''شعائر اللہ'' کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

(۲۳) ''وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ ''[(۲)]

ترجمہ: جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بہتری ہے۔

اور ظاہر ہے کہ مساجد ضرور ''شعائر اللہ'' اور ''حُرما اللہ'' سے ہیں جن کی عظمتِ شان کے اظہار کے لیے آج مناروں کی تعمیر کی حاجت ہے۔

اس لیے مناروں کی تعمیر کو ''ارتفاع سنت'' نہ کہیں گے۔ پہلے سادگی میں بھی احساسِ عظمت تھا اور اب وہ احساسِ عظمت مناروں کے ساتھ ہوتا ہے۔

بدل پر عمل جاری ہونے کے باعث اصل پر عمل نہ ہو تو یہ ارتفاعِ سُنت نہیں۔

الغرض احادیث میں بدعت اور اس کے ہم معنٰی کلمات کا اطلاق دو طرح سے پایا جاتا ہے۔

جہاں یہ اطلاق بغیر کسی قید و صفت کے ہوتا ہے وہاں بدعت اور اس کے مترادفات سنت کے مقابل ہوتے ہیں، لہٰذا یہ بدعت مطلقاً ضلالت و مردود ہوتی ہے جیسا کہ نوع اول کی احادیث اس کی شاہد ہیں۔

اور جہاں اطلاق کسی قید، یا صفت کے ساتھ ہوتا ہے تو وہ بدعت اسی قید و صفت کے ساتھ

---

(۱) القرأن الحکیم، سورۃ الحج: ۲۲، الأیۃ: ۳۲.

(۲) القرأن الحکیم، سورۃ الحج: ۲۲، الأیۃ: ۳۰.

جانی جاتی ہے یعنی اس کی قید، یا صفت "حسنہ" ہے، یا اس کے مترادف کوئی لفظ ہے تو وہ "بدعت حسنہ" ہے اور اگر اس کی قید، یا صفت سیئہ، یا اس کا مترادف ہے تو وہ "بدعت سیئہ" ہے۔ نوع دوم کی احادیث اس تقسیم کی شاہد ہیں۔ اسی لیے امام بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بدعت کی تشریح اس طرح فرمائی:

والبدعةُ في الأصل إحداثُ أمرٍ لم يكن في زَمَن رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-. ثم البدعةُ على نوعين: إن كانت ممّا يندرج تحتَ مُسْتحسَنٍ في الشرع فهي بدعةٌ حَسَنةٌ، وإن كانت ممّا يندرجُ تحت مُستَقْبَحٍ في الشرع فهي بدعةٌ مستقبحَةٌ.[1]

ترجمہ: بدعت کا اصل مفہوم ہے ایسے کام کی ایجاد، جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نہ ہو۔ پھر بدعت کی دو قسمیں ہیں: اگر یہ اُن امور میں سے ہو جو شرعاً کسی مستحسن کے تحت آتے ہوں تو وہ "بدعتِ حَسَنہ" ہے۔ اور اگر وہ اُن امور سے ہو جو شرعاً کسی قبیح کے تحت آتے ہوں تو وہ "بدعتِ سَیّئہ" ہے۔

یہ تقسیم دونوں انواع کی احادیث کے پیش نظر ہے۔

بدعت کی تقسیم پر فرقۂ وہابیہ کی برہمی:

فرقۂ وہابیہ نے اس تقسیم کو یہ کہہ کر فحش غلطی قرار دیا ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ہر بدعت کو گمراہی قرار دیا ہے، یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد: "نِعْمَ البدعةُ" پر سخت جارحانہ تبصرہ کیا ہے، حالاں کہ یہ ان کی بڑی بھول، بلکہ سخت ناانصافی ہے، کیا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض بدعات کو حسَن نہیں فرمایا ہے، صحابہ نے کچھ بدعات کو خیر نہیں کہا ہے۔ ان احادیث کو پس پشت ڈال کر بدعت کی تقسیم کو غلط قرار دینا ضرور ان احادیث سے انحراف ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں طرح کی حدیثوں پر ایمان رکھیں اور دونوں کے تقاضے پر عمل کریں۔

وہابی علما کے تبصرے:

وہابی مذہب کے ایک بہت بڑے عالم و شیخ نوعِ دوم کی ایک حدیث: " مَنِ ابتدَعَ بِدْعَةً

(۱) عمدة القاري ج: ۱۱، ص: ۱۷۸، باب فضلِ مَن قام رمضان، دار الكتب العلمية، بيروت.

ضَلَالَةِ" کی شرح کے ضمن میں لکھتے ہیں:

قَالَ صَاحِبُ "الدِّينِ الْخَالِصِ":

قَالَ فِي "الْمِرْقَاةِ": قَيَّدَ بِهِ لِإِخْرَاجِ الْبِدْعَةِ الْحَسَنَةِ، وَزَادَ فِي "أَشِعَّةِ اللُّمَعَاتِ" لِأَنَّ فِيهَا مَصْلَحَةَ الدِّينِ وَتَقْوِيَتَهُ وَتَرْوِيجَهُ، اِنْتَهَى.

وَأَقُولُ: هَذَا غَلَطٌ فَاحِشٌ مِنْ هَذَيْنِ الْقَائِلَيْنِ؛ لِأَنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ لَا يَرْضَيَانِ بِدْعَةً أَيَّ بِدْعَةٍ كَانَتْ، وَلَوْ أَرَادَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- إِخْرَاجَ الْحَسَنَةِ مِنْهَا لَمَا قَالَ: "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ." كَمَا وَرَدَ بِهَذَا اللَّفْظِ فِي حَدِيثٍ آخَرَ، بَلْ هَذَا اللَّفْظُ لَيْسَ بِقَيْدٍ ... وَأَمَّا ظَنُّ مَصْلَحَةِ الدِّينِ وَتَقْوِيَتِهِ فِيهَا فَمِنْ وَادِي قَوْلِهِ سُبْحَانَهُ: "اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ"[1]، ... وَلَا أَدْرِي مَا مَعْنَى قَوْلِهِ تَعَالَى: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا"[2] إِنْ كَانَتْ تِلْكَ الْمَصْلَحَةُ فِي تَرْوِيجِ الْبِدْعَاتِ يَا اللهُ! الْعَجَبُ مِنْ أَمْثَالِ هَذِهِ الْقَالَةِ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ فِي إِشَاعَةِ الْبِدَعِ إِمَاتَةَ السُّنَنِ وَفِي إِمَاتَتِهَا إِحْيَاءَ الدِّينِ. (اھ ملتقطاً)[3]

ترجمہ: "الدین الخالص" کے (وہابی) مصنف لکھتے ہیں کہ مرقاۃ المفاتیح میں ہے کہ حدیث: "بِدْعَةَ ضَلَالَةِ" میں ضلالت کی قید "بدعتِ حسنہ" کو نکالنے کے لیے ہے، اور اشعۃ اللمعات میں یہ اضافہ ہے کہ بدعتِ حسنہ میں دین کی مصلحت اور تقویت و ترویج ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ دونوں قائلین کی فحش غلطی ہے اس لیے کہ اللہ و رسول بدعت سے راضی نہیں، خواہ کوئی بدعت ہو، اور اگر نبی کریم ﷺ بدعتِ ضلالۃ سے حسنہ کو نکالنا چاہتے تو یہ نہیں فرماتے کہ "ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر نوپیدا کام بدعت ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے" جیسا کہ دوسری حدیث میں یہ لفظ وارد ہے، بلکہ یہ لفظ قید نہیں ہے... اور بدعت میں دین کی مصلحت و تقویت کا گمان

---

(١) القرآن الحكيم، سورة الحجرات:٤٩، الآية: ١٢.

(٢) القرآن الحكيم، سورة المائدة:٥، الآية: ٣.

(٣) تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي، ج: ٢، ص: ٢٠٣٦، كتاب العلم/ باب ما جاء في الأخذ بالسنة، و اجتناب البِدَع، بيت الأفكار الدولية.

اللہ سبحانہ کے ارشاد: ''بعض گمان گناہ ہیں'' کی وادی سے ہے، اور اگر دین کی مصلحت بدعات کی ترویج میں ہو تو میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے: '' آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔'' . . . یا اللہ! ان جیسے قائلین سے تعجب ہے، انھیں یہ معلوم نہیں کہ بدعتوں کے رواج سے سنتیں مردہ ہو جاتی ہیں، اور بدعتوں کو مٹا دینے سے دین زندہ ہوتا ہے۔

تبصرے پر چشم کشا گفتگو:

(ا) جناب! انھیں خوب معلوم ہے کہ بدعت رافعِ سنت ہوتی ہے مگر کیا ''مَنْ سَنّ في الإسلام سُنّۃً حَسَنَۃً'' والی بدعت بھی رافعِ سنت ہے، اگر یہ بھی رافعِ سنت ہے تو اس پر حضور سید عالم ﷺ نے بے پناہ ثواب کی بشارت کیسے دی ہے فَلَهُ أجرُها و أجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بعدُ.

(ب) صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع الترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن النسائی، مسند احمد وغیرہ کثیر کتب حدیث کی اپنی ہیئتِ خاص پر جمع و ترتیب بدعت حَسَنہ ہے تو اس میں دین کی مصلحت اور تقویت و ترویج ہے، یا نہیں؟

یوں ہی قرآن حکیم کی آیات پر اعراب اور مد و تشدید لگانے، اور وقف و سکتہ کی علامات کے تعیّن میں دین کی تقویت و ترویج و مصلحت ہے یا نہیں۔ اور کیا یہ کمالِ دین و اتمامِ نعمت کے منافی ہے، کیا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث: '' مَنْ سَنَّ في الإسلامِ سُنّۃً حَسَنَۃً'' دین سے نہیں ہے۔

جناب! معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حدیثیں بھی کمالِ دین و اتمامِ نعمت کا ایک عظیم حصہ ہیں۔

(ج) نوع دوم کی احادیث سے بدعت کی تقسیم ناقابلِ انکار حقیقت ہے جیسا کہ ہم واضح کر چکے اب ان کو نظر انداز کر کے صرف نوع اول کی حدیثوں کو سامنے رکھ کر اس تقسیم پر یہ '' محققانہ اعتراض'' قابل داد ہے۔

حضرت فاروق اعظم پر ایک وہابی عالم کی تنقید:

اور فرقۂ وہابیہ کے ایک بہت بڑے امام نواب صدیق حسن خاں بھوپالی تو بہت آگے بڑھ گئے اور کُلُّ بدعۃٍ کا سہارا لے کر حضرت فاروق اعظم پر بھی بڑی بے باکانہ تنقید کر ڈالی، الفاظ یہ ہیں:

إذا عرفتَ هذا، عرفتَ أنّ عمر هو الذي جَعَلَها علىٰ معيّن، و سمّاها بدعة.
و أمّا قوله: "نِعْمَ البدعةُ" فليس في البدعة ما يُمدَح، بل كلُّ بدعةٍ ضلالةٌ... فإنّه ليس المراد "بسُنّةِ الخلفاء الراشدين" إلّا طريقتهم الموافقةَ لطريقتِهِ مِن جهاد الأعداء و تقوية شعائر الراشدين و نحوها ... و معلومٌ مِن قواعدِ الشّريعة أنّه ليسَ لِخليفة راشدٍ أن يشرع طريقةً غيرَ ما كانَ عليه النبيّ -صلى الله تعالىٰ عليه و آلهٖ وأصحابهٖ و سلم-، ثمّ إنّ هٰذا عمرُ نفسُه، الخليفة الراشد سَمّىٰ ما راٰهُ مِن تجميعِ صلاته ليل رمضان بدعة، و لم يقل إنّها سنّة. اهـ ملتقطاً.[1]

ترجمہ: تم کو یہ معلوم ہو چکا کہ حضرت عمر نے ہی امام معین کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز تراویح کا حکم دیا اور اسے "بدعت" کہا۔

رہا ان کا اسے "اچھی بدعت کہنا": تو بدعت میں کوئی ایسی بات نہیں جو اچھی ہو، بلکہ ہر بدعت گمراہی ہے ... اور "سنت خلفاے راشدین" سے مراد صرف ان کا وہ طریقہ ہے جو نبی کریم ﷺ کے طریقہ کے موافق ہو یعنی دشمنوں سے جہاد اور شعائرِ دین کی تقویت اور اس طرح کے دوسرے کام۔ اور قواعدِ شریعت سے یہ بات معلوم ہے کہ کسی خلیفۂ راشد کے لیے یہ حلال نہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے طریقے کے سوا کوئی اور طریقہ جاری کرے، پھر بے شک خلیفۂ راشد حضرت عمر نے شب رمضان میں تراویح کی جماعت قائم کرانے کو بدعت کہا، اور یہ نہیں کہا کہ وہ سنت ہے۔

اس تنقید کی بنیاد اُس امر پر ہے جو انھوں نے "انتقاد" میں لکھا، ان کے کلمات یہ ہیں:

إنّ كلّ بدعة ضلالة علىٰ إطلاقِها كما وردت به الأخبار المستفيضة عن رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه و آلهٖ و أصحابهٖ وسلّم- و لا يوجد لتقسيمها رائحة في السنّة.[2]

ترجمہ: بے شک ہر بدعت علی الاطلاق گمراہی ہے جیسا کہ اس بارے میں اخبارِ مشہورہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے وارد ہیں اور سنت میں بدعت کی تقسیم کی بو بھی نہیں پائی جاتی۔

---

(۱) الانتقاد الرّجيح في شرح الاعتقاد الصحيح، ص: ۱۸۸، ۱۸۹، دار ابن حزم، بیروت
(۲) الانتقاد الرّجيح في شرح الاعتقاد الصحيح، ص: ۲۱٤، دار ابن حزم، بیروت

تنقید پر تحقیقی نظر:

(الف) دیکھ رہے ہیں آپ، ہم نے صریح احادیث و آثار پیش کیے جن سے بدعتِ حَسَنہ و بدعتِ سَیِّئہ کی تقسیم ثابت ہوتی ہے مگر نواب صاحب کو اس کی بو بھی نہ مل سکی، شاید ان کو ان احادیث و آثار کی بو ہی نہیں لگی، پھر تقسیم کی خوشبو مشامِ جان تک کیسے پہنچتی، یا بو پہنچی مگر کلّ بدعة ضَلالَة کی بو ان پر غالب رہی اس لیے محسوس نہ کر سکے۔ واقعہ جو بھی ہو، اب تو دونوں انواع کی حدیثیں آپ کے پیشِ نظر ہیں، اور جب حدیثیں کئی انواع کی ہوں تو ان کے الگ الگ اطلاق اور محمل کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور خدا توفیق دے تو اسے تسلیم بھی کر لینا چاہیے۔

جیسا کہ معلوم ہو چکا، حدیث صحیح سے یہ ثابت ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں:

حَسَنہ اور سَیِّئہ

اور ضلالت یا گناہ "بدعتِ سیّئہ" ہے، تو اسی حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ حدیث نبوی: "کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ" میں "بِدْعَةٍ" سے مراد "بِدْعَةٍ سَيِّئَةٍ" ہے۔ کیوں کہ احادیث میں بدعت کا اِطلاق سُنّت کے مقابل ہوتا ہے اور ایسی بدعت جو سنت کے مقابل و مُزاحم ہو بلا شبہہ ضَلالت ہی ہوگی۔

مختصر یہ کہ حدیث میں جہاں بدعت کا لفظ مطلق ہو وہ ضلالت ہے اور جہاں وہ سَیّئة یا ضَلالَة یا لَا يَرضاهَا اللهُ وَرَسُولُه یا مَا لَيسَ فِيه وغیرہ سے مقید ہو وہ بھی ضَلالت ہے۔

لیکن جہاں حدیث نبوی میں "بدعت" کو حسنة، یا خَیر کہا گیا ہو، یا اس پر له في الجنة مثله کی بشارت ہو۔ کیا وہ بھی ضَلالت ہے، اگر آپ کی ضد یہی ہے تو پورے ذخائر حدیث سے کوئی ایک حدیث ایسی پیش کیجیے جس میں "بدعت" کو ● حسنہ یا ● خیر کہا گیا ہو ● یا اس پر جنت کی بشارت ہو، پھر بھی سرکار ابد قرار نے اسے ضَلالَة فرمایا ہو،

الحمد للہ آج تک فرقۂ وہابیہ نے نہ ایسی حدیث پیش کی ہے، نہ آیندہ پیش کر سکیں گے، اس لیے حضور سید عالم ﷺ نے بدعت کی جو تقسیم فرمائی ہے وہ حق و صواب ہے۔ اور یہ دونوں انواع کی حدیثوں کی بہت صاف و شفاف توضیح و تطبیق ہے۔

(ب) "بدعتِ حسنہ" فی الواقع "ثابت بالسُّنّہ" ہوتی ہے مگر چوں کہ وہ "طریقہ" رسول اللہ ﷺ نے جاری نہیں فرمایا اس لیے اسے عرفِ مسلمین میں سنت نہیں کہتے تاکہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے "جاری کردہ طریقۂ حسنہ" اور امتِ مسلمہ کے "جاری کردہ طریقۂ حسنہ" میں فرق و امتیاز برقرار رہے، یہ امت کا حُسنِ ادب ہے اور حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حسنِ ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے جماعتِ تراویح کے اہتمام کو "نِعْمَتِ البِدْعَةُ هٰذِهٖ" فرمایا، مگر نواب صاحب نے ان پر بیجا تبصرہ کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ "خلیفۂ راشد نے اسے خود بدعت کہا ہے، سنت تو نہیں کہا" اور یہ نہ دیکھا کہ انھوں نے اس کے ساتھ "نِعْمَت" بھی فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ "جماعت" بدعت تو ہے مگر حَسنہ ہے اور بدعتِ حَسنہ فی الواقع ثابت بالسُّنّہ ہی ہوتی ہے مگر ایک باریک فرق اور حسنِ ادب کی بنا پر اسے بدعت سے موسوم کیا جاتا ہے۔

یہی وہ بدعت ہے جسے بلا نکیر تمام صحابۂ کرام نے قبول کیا، بعد کے خلفاے راشدین نے بھی اسے جاری رکھا اور آج تک وہ طریقۂ حَسنہ جاری ہے یہاں تک کہ حرمین طیبین زادھما اللہ شرفاً و تکریماً میں آج بھی جاری ہے جب کہ وہاں وہابی حکومت ہے۔ تو کیا آپ لوگوں کے نزدیک عہد فاروقی و مابعد کے تمام صحابہ، تابعین، خلفاے راشدین اور قرناً فقرناً آج تک کے جملہ مسلمین اُس طریقۂ حسنہ پر عمل پیرا رہ کر بدعتِ ضلالت کے مرتکب اور گمراہ ہیں - معاذ اللہ - یہی ہے سلفیت، اور اسی کا نام ہے عمل بالحدیث؟

بدعت کی وہابی تعریف اور اس کا جائزہ:

گزشتہ صفحات میں ہم نے جو احادیث نقل کی ہیں ان سے بدعت کا مفہوم واضح ہو کر یہ سامنے آتا ہے کہ دین میں جو بھی نیا کام ایجاد ہو اس میں دیکھا جائے کہ وہ خیر ہے یا شر، بلفظ دیگر وہ کتاب و سنت سے ماخوذ ہے یا ان سے متصادم۔ اگر وہ بجاے خود خیر ہو، کتاب و سنت سے ماخوذ ہو تو بدعتِ حسنہ ہے اور اگر وہ شر ہو، کتاب و سنت سے متصادم ہو تو بدعتِ سَیِّئہ ہے۔

اس کے برخلاف فرقۂ وہابیہ یہ موقف اپناتا ہے کہ خیر القرون کا نیا کام اچھا ہے اور اس کے بعد کا نیا کام بدعت و ضلالت ہے، انھوں نے کسی نو پیدا کام کے بدعت ہونے، نہ ہونے کی بنیاد خیر القرون میں اس کی ایجاد ہونے، نہ ہونے پر رکھی ہے، چناں چہ نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں:

البدعةُ الشرعيّة: الأمرُ الحادثُ في الدّين بعد القرون الثلاثة المشهودِ لها بالخير، لم يدل عليها دليلٌ من الكتاب و السّنة، و كل بدعةٍ ضلالةٌ، و هي كثيرة سيما في عصرنا هٰذا، فإنّهم قد أحدَثوا في الدين أشياءَ ما كانت في عهد النّبي – صلى الله تعالىٰ عليه و آله و أصحابه و سلم- كعقد مجلس الميلاد، و القيام عند ذكر الولادة.[1]

ترجمہ: بدعت شرعیہ وہ امر ہے جو تینوں قرونِ خیر کے بعد دین میں حادث ہو، اس پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہ ہو۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے اور خصوصًا ہمارے زمانے میں یہ بدعت بہت ہے کیوں کہ لوگوں نے دین میں ایسی چیزیں ایجاد کر لی ہیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے زمانے میں نہ تھیں جیسے محفل میلاد کا انعقاد، اور ذکرِ ولادت کے وقت قیام، اور عید میلاد النبی کی ایجاد۔

محفل میلاد شریف کے انعقاد، اور ذکرِ ولادت کے وقت قیام اور جشن عید میلاد کو بدعتِ ضلالہ سے اس لیے شمار کیا ہے کہ یہ امور عہد رسالت و عہد صحابہ میں نہ تھے حالاں کہ یہ کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں اور ان کی اصل کتاب و سنت سے ثابت ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ عن قریب بیان کریں گے تو اگر چہ یہ لکھا ہے کہ ”اس پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہ ہو“ مگر بنیاد عہد رسالت و عہد صحابہ میں نہ ہونے پر رکھی ہے۔ حالاں کہ جن احادیث میں بدعت کا ذکر ملتا ہے ان میں ”امرِ حادث“ کے قرون خیر میں ہونے، نہ ہونے کا کوئی ذکر نہیں ملتا، بلکہ تینوں قرونِ خیر میں بھی بدعت کے لیے اس قید کا ذکر نہیں ملتا، کم از کم سلفیوں کو تو علماے سلف سے بدعت کی یہ تعریف نقل ہی کرنی چاہیے، بلکہ اہل حدیث ہیں تو حدیثِ نبوی بھی نقل کرنی چاہیے۔

اور حدیث ”خَيْرُ النَّاسِ قَرنِي“[2] یا ”خَيرُ القُرونِ قَرنِي“[3] کی بنا پر بدعت کی

---

(۱) کنز الحقائق ص: ٥، فصل: البدعة، شوکت اسلام، بنگلور

(۲) عن عبد الله، عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه و سلم قال: خَيْرُ الناسِ قَرنِي، ثُمّ الذين يلونَهم، ثمّ الذين يلونهم. (الصحيح لمسلم ج: ٢، ص: ٣٠٩، باب فضل الصحابة، مجلس البركات) سب سے بہتر لوگ میرے قرن کے ہیں، پھر اس کے بعد والے قرن کے، پھر اس کے بعد والے قرن کے۔ ۱۲ منہ

(۳) مسند البزار، ج: ١، ص: ٣٧٣/ حديث أبي برزة الأسلمي عن النبي –صلى الله تعالى عليه وسلم-.

تعریف میں "قرونِ خیر میں نہ ہونے" کی قید لگانی بجا نہیں، اس کی تفہیم کے لیے ہم اس مقام پر مجدد اسلام، امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کتاب مستطاب سے چند نکات پیش کرتے ہیں جو کسی بھی منصف مزاج کی تشفی کے لیے کافی ہوں گے، آپ رقم طراز ہیں:

بدعت کی تعریف کے لیے حدیث: "خیرُ القرون قرنی" سے وہابی استدلال کا تحقیقی جائزہ مختلف حیثیتوں سے

جائزہ (۱)

شرعاً و عقلاً کسی طرح زمانہ کو احکام شرع، یا کسی فعل کی تحسین و تقبیح پر قابو نہیں:

حضرات مانعین کا تمام طائفہ (غیر مقلدوں کا گروہ) اس مرض میں گرفتار ہے کہ قرون و زمان کو حاکم شرعی بناتا ہے، جو نئی بات کہ قرآن و حدیث میں اپنی موجودہ ہیئت و شکل کے ساتھ مذکور نہ ہو جب فلاں زمانے میں ہو تو کچھ بری نہیں اور فلاں زمانے میں ہو تو ضلالت و گمراہی ہے حالاں کہ شرعاً و عقلاً کسی طرح زمانہ کو احکام شرع، یا کسی فعل کی تحسین و تقبیح پر قابو نہیں، نیک بات کسی وقت میں ہو نیک ہے اور برا کام کسی زمانے میں ہو برا ہے۔ آخر:

- بلوائے مصر
- وواقعۂ کربلا
- وحادثۂ حرہ
- وبدعاتِ خوارج
- وشناعاتِ روافض
- وخباثاتِ نواصب
- وخرافاتِ معتزلہ
- وغیرہا امور شنیعہ

زمانۂ صحابہ و تابعین میں حادث ہوئے مگر معاذ اللہ اس وجہ سے وہ نیک نہیں ٹھہر سکتے۔ (کہ یہ خیر القرون میں رونما ہوئے) اور:

- بنائے مدارس
- تصنیفِ کتب
- تدوینِ علوم
- ردِّ مبتدعین

- تعلیم نحو وصرف
- طرق اذکار
- صور اشغالِ اولیاے سلاسل قدست أسرارهم.
- وغیرہا امور حسنہ

ان کے بعد شائع ہوئے مگر عیاذًا باللہ (اللہ کی پناہ) اس وجہ سے بدعت نہیں قرار پاسکتے۔ اس کا مدار نفس فعل کے حُسن وقبح پر ہے:

”جس کام کی خوبی صراحتہً یا اشارۃً قرآن وحدیث سے ثابت ہو وہ بے شک حَسَن ہوگا، چاہے کہیں واقع ہو، اور جس کام کی برائی تصریحاً یا تلویحاً وارد ہو، وہ بے شک قبیح ٹھہرے گا خواہ کسی وقت میں حادث ہو۔“

جمہور محققینِ ائمہ وعلمانے اس قاعدے کی تصریح فرمائی اگرچہ منکرین براہِ سینہ زوری نہ مانیں، امام ولی الدین ابو زرعہ عراقی کا قول پہلے گزرا کہ:

”کسی چیز کا نوپیدا ہونا موجب کراہت نہیں کہ بہتیری بدعتیں مستحب بلکہ واجب ہوتی ہیں جب کہ ان کے ساتھ کوئی مفسدۂ شرعیہ نہ ہو۔“

اسی طرح حکیم امت، حجۃ الاسلام محمد غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد بھی اوپر مذکور ہوا کہ:

”صحابہ سے منقول نہ ہونا باعثِ ممانعت نہیں، بُری وہ بدعت ہے جو کسی سنتِ ماموربہا کارد کرے۔“(۱)

اور کیمیاے سعادت میں ارشاد فرماتے ہیں:

”ایں ہمہ گرچہ بدعت ست واز صحابہ وتابعین نقل نہ کردہ اند ولیکن نہ ہر چہ بدعت بود، نہ شاید، کہ بسیارے بدعت نیکو باشد... پس بدعتِ مذموم آں بود کہ بر مخالفتِ سنتے باشد۔“(۲)

(**ترجمہ:** یہ سب کچھ اگرچہ بدعت ہے اور صحابہ وتابعین سے منقول نہیں ہے لیکن ایسا نہیں کہ جو بدعت ہو اُسے نہ کیا جائے، کیوں کہ بہت سی بدعت اچھی ہوتی ہیں... بدعتِ مذموم وہ ہے جو کسی سنت کے مخالف ہو۔ن)

---

(۱) إحياء علوم الدين ج: ٦، ص: ١١٨٢، كتاب السّماع والوجد/ الباب الثاني/ المقام الثالث/ الأدب الخامس.

(۲) کیمیاے سعادت، ج:۱، ص:۴۹۸، باب دوم/ اصل ہشتم/ آدابِ سماع ووجد، تہران.

امام نووی، حافظ بیہقی اور امام ابن حجر رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

المحدَثات من الأمور ضربان: أحدُهما: ما أحدث ممّا يخالفُ كتابًا أو سنةً أو أثرًا أو إجماعًا فهٰذه البدعة الضّالّة. و الثاني: ما أحدث من الخير و لا خلاف فيه لواحد من هذه و هي غيرُ مذمومة.[1]

ترجمہ: نوپیدا باتیں دو قسم کی ہیں، **ایک** وہ بات کہ قرآن یا احادیث یا آثار یا اجماع کے خلاف نکالی جائے، یہ بدعت گمراہی ہے۔ **دوسرے** وہ اچھی بات کہ اِحداث کی جائے اور اس میں ان چیزوں کا خلاف نہ ہو تو وہ بُری نہیں۔

امام، علامہ ابن حجر عسقلانی "فتح الباری شرح صحیح بخاری" میں فرماتے ہیں:

والبدعةُ إن كانت ممّا تندرج تحتَ مُستحسَنٍ فهي حَسَنة، و إن كانت تندرج تحتَ مُستقبحٍ فهي مُستقبحة. و إلّا فمِن قسمِ المباح.[2]

ترجمہ: بدعت ● اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ اچھی بات ہے ● اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے تو وہ بری ہے ● اور جو دونوں میں سے کسی کے نیچے نہ داخل ہو تو وہ قسمِ مباح سے ہے۔

اسی طرح صدہا اکابر نے تصریح فرمائی۔

جائزہ (۲)

حدیث "خیرُ القُرون" سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان زمانوں کے بعد جو کچھ حادث ہوگا شنیع و مذموم ٹھہرے گا:

بڑی مستند ان حضرات کی حدیث: "خيرُ القرون قرني"[3] ہے اس میں بحمد اللہ ان کے

---

(۱) المدخل إلى السّنن الكبرى، ص: ۲۰۶، بابُ ما يذكر مِن ذمّ الرائ و تكلّفِ القياس في موضع النصّ.

(۲) فتح الباری ج: ٤، ص: ۳۲۱، کتاب التراویح/ باب فضل من قام رمضان، دار السلام الریاض.

(۳) البحر الزخار المعروف بـ مسند البزار، ج: ۱۰، ص: ۳۷۳/ حديث أبي برزة الأسلمي عن النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم-.

مطلب کی بو بھی نہیں، حدیث میں تو صرف اس قدر ارشاد ہوا کہ:

”میرا زمانہ سب سے بہتر ہے، پھر دوسرا، پھر تیسرا“ اس کے بعد جھوٹ اور خیانت اور تن پروری اور خواہی نہ خواہی گواہی دینے کا شوق لوگوں میں شائع ہو جائے گا۔“

اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ ان زمانوں کے بعد جو کچھ حادث ہوگا اگرچہ کسی اصلِ شرعی، یا عام، یا مطلق مامور بہٖ کے تحت میں داخل ہو شنیع و مذموم ٹھہرے گا، جو اس کے ثبوت کا دعویٰ رکھتا ہو بیان کرے کہ حدیث کے کون سے لفظ کا یہ مطلب ہے۔

اے عزیز! یہ تو بالبداہتہ باطل کہ زمانۂ صحابہ و تابعین میں شر مطلقاً نہ تھا، نہ ان کے بعد خیر مطلقاً رہی، ہاں! اس قدر میں شک نہیں کہ سلف میں اکثر لوگ خدا ترس، متقی، پرہیزگار تھے، بعد کو فتنے، فساد پھیلتے گئے، پھر یہ کن میں؟ یہ انھی لوگوں میں جو علم و محبتِ اکابر سے بہرہ نہیں رکھتے، ورنہ علماے دین ہر طبقہ اور ہر زمانہ میں منبع و مجمعِ خیر رہے ہیں، مگر ہوا یہ کہ ان زمانوں میں علم بکثرت تھا، کم لوگ جاہل رہتے تھے اور جو جاہل تھے وہ علما کے فرماں بردار۔ اس لیے شر و فساد کو کم دخل ملتا کہ دینِ متین دامنِ علم سے وابستہ ہے۔

اس کے بعد علم کم ہوتا گیا، جہل نے فروغ پایا، جاہلوں نے سرکشی و خودسری اختیار کی، لاجرم فتنوں نے سر اٹھایا، اب یہ یہیں نہ دیکھ لیجیے کہ صدہا سال سے علماے دین مجلس (میلاد) وقیام کو مستحب و مستحسن کہتے چلے آتے ہیں تم لوگ ان کا حکم نہیں مانتے، انھی سرتابیوں نے اس زمانے کو زمانۂ شر بنا دیا، تو یہ جس قدر مذمتیں ہیں اس زمانۂ مابعد کے جُہّال کی طرف راجع ہیں (یعنی جاہلوں کے بارے میں ہیں۔) ان سے کون استدلال کرتا ہے، نہ ہمارا یہ عقیدہ کہ جس زمانہ کے جاہل جو بات چاہیں اپنی طرف سے نکال لیں وہ مطلقاً محمود ہو جائے گی۔

کلام، علما (کے حَسَن یا قبیح سمجھنے) میں ہے کہ جس امر کو یہ اکابرِ امت مستحب و مستحسن کہیں وہ بے شک مستحب و مستحسن ہے چاہے کبھی واقع ہو، کہ علماے دین کسی وقت میں مصدر و مظہرِ شر نہیں ہوتے۔

والحمدُ للہ ربّ العٰلمین۔

جائزہ (۳)

احادیث میں کسی زمانے کی تعریف اور اس کے مابعد کا نقصان مذکور ہونا اس زمانے کے "محدثات" کے خیر ہونے اور مابعد کے شر ہونے کو مستلزم نہیں:

اگر کسی زمانے کی تعریف اور اس کے مابعد کا نقصان احادیث میں مذکور ہونا اسی کو مستلزم ہو کہ اس زمانہ کے "محدَثات" **خیر** ٹھہریں اور مابعد کے **شر**، تو اکثر زمانۂ صحابہ و تابعین سے بھی ہاتھ اٹھا رکھیے۔

(٢٤) أخرج الحاكمُ و صحّحه عن أنس -رضي الله تعالىٰ عنه- قال: بعثني بنو المصطلق إلىٰ رسول الله -صلّى الله تعالىٰ عليه و سلم- فقالوا: سل برسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه و سلم- إلى من ندفع صدقاتِنا بعدَك، فقال: إلى أبي بكر ، قال: فإن حدث بأبي بكر حَدثٌ فإلىٰ مَن؟ فقال: إلى عُمر، قالوا: فإن حَدَثَ بعُمرَ حدثٌ؟ فقال لي: إلىٰ عثمان، قالوا: فإن حَدَثَ بعثمان حَدَثٌ؟ فقال: فتبًّا لكم الدهر، فتبّا، اهـ ملخصًا.[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے بنی مُصطلق نے حضور سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا کہ حضور سے پوچھو کہ حضور کے بعد ہم اپنے اموال کی زکات کسے دیں؟ فرمایا ابو بکر کو

- عرض کی اگر ابو بکر کو کوئی حادثہ پیش آئے- فرمایا: عمر کو
- عرض کی اگر عمر کو کچھ حادثہ پیش آئے - فرمایا عثمان کو
- عرض کی اگر عثمان کو کوئی حادثہ منہ دکھائے- فرمایا: خرابی ہو تمھارے لیے ہمیشہ، پھر خرابی ہے۔

(٢٥) وأخرج أبونعيم في الحلية، والطبراني عن سهل بن أبي خَيثَمة

(١) المستدرك على الصحيحين للحاكم، ج: ٣، ص: ٧٧، كتاب معرفةِ الصحابة/ باب أمر النبي -صلى الله تعالىٰ عليه و سلم- لأبي بكر بإمامة الناس في الصلاة.

رضي الله تعالیٰ عنه في حديثٍ طويلٍ. قال صلّى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا أتىٰ على أبي بكر أجَلُه و عُمرَ أجَلُه و عثمانَ أجلُه، فإن استطعتَ أن تموتَ فمُتْ.[1]

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: جب انتقال کریں ابوبکر و عمر و عثمان تو اگر تجھ سے ہوسکے کہ مرجائے تو مرجانا۔

(۲۶) أخرج الطبراني في الكبير عن عصمة بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-: ويحك إذا مَات عمر، فإن استَطَعْتَ أنْ تموت فمت.[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تجھ پر افسوس، جب عمر فوت ہوجائیں تو اگر تو مرسکے تو مرجانا۔

حَسَّنَهٗ الإمَام جلالُ الدِّيْن وفِي الحديث قصةٌ.

اب تمھارے طور پر چاہیے کہ زمانۂ پاک حضراتِ خلفاے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، بلکہ صرف زمانۂ شیخین (حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق) رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک خیر رہے، پھر جو کچھ حادث ہو اگرچہ عین خلافتِ حقۂ راشدہ سیدنا و مولانا امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ میں، وہ معاذاللہ سب • شر • وقبیح • ومذموم • وبدعتِ ضلالت قرار پائے، خدا ایسی بری سمجھ سے اپنی پناہ میں رکھے۔

اور مزہ یہ ہے کہ ان احادیث کے مقابل حدیث "خیر القرون" بھی نہیں لاسکتے کہ تمھارے امام اکبر مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کے دادا اور دادا استاد اور پردادا پیر شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی انھی احادیث اوران کے اَمثال پر نظر کرکے حدیث "خیرُ القرون" کے معنی ہی کچھ اور بتاگئے ہیں، دیکھیے "اِزالۃ الخفا" میں کیا کچھ فرمایا ہے، حدیث "خیر القرون" ذکر کرکے لکھتے ہیں:

"بناے ایں استدلال بر توجیہ صحیح ست کہ اکثر احادیث شاہد آن ست کہ **قرنِ اول** از زمانۂ ہجرت آن حضرت ست ﷺ تا زمانۂ وفاتِ وے ﷺ، **وقرن ثانی** از ابتداے خلافتِ حضرتِ صدیق تا وفاتِ حضرتِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، **وقرن ثالث** قرنِ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وہر قرنے قریب بہ دوازدہ سال بودہ است۔ "قرن" در لغت قوم "مقترنین فی السِّن" بعد ازاں قومے راکہ در ریاست وخلافت مقترن باشد قرن گفتہ شد، چوں خلیفہ دیگر باشد و وُزراے

---

(۱) حلية الأولياء لأبي نعيم ج: ۸، ص: ۲۸۰/ سالم الخواص، مطبعة السعادة.
(۲) المعجم الكبير للطبراني ج: ۱۷، ص: ۱۸۰—۱۸۱/ مَن اسمه عصمة، رقم الحديث: ۴۷۸.

حضور دیگر و اُمرائے اَمصار دیگر و رؤسائے جیوش دیگر و سپاہان دیگر و حربیان دیگر و رزمیان دیگر تفاوت قرون بہم می رسد۔"

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"قرنِ اوّل زمان آں حضرت ﷺ بود از ہجرت تا وفات، و قرن ثانی زمان شیخین، و قرن ثالث زمان ذی النورین بعد ازاں اختلافہا پدید آمد و فتنہا ظاہر گردیدند۔"

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ اکثر احادیث اس امر کی شاہد ہیں کہ:

قرنِ اوّل: آنحضرت ﷺ کا زمانہ ہے، ہجرت سے وصال تک۔

قرنِ ثانی: حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا زمانہ ہے۔

قرنِ ثالث: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ ہے۔

ہر قرن تقریباً بارہ سال کا ہے، اس کے بعد فتنے ظاہر ہو گئے۔

بالجملہ اس قدر میں تو شک نہیں کہ یہ معنی بھی حدیث میں صاف محتمل اور بعد احتمال کے استدلال یقیناً ساقط۔ و الحمد للہ ربّ العٰلمین.

جائزہ (۴)

حدیث میں کسی زمانے کی تعریف آنا اس زمانے کے محدثات کے خیر ہونے کا موجب نہیں:

اگر کسی زمانہ کی تعریف حدیث میں آنا اسی کا موجب ہو کہ اس کے مُحدَثات خیر قرار پائیں تو بسم اللہ، وہ حدیث ملاحظہ ہو کہ

(۲۷) امام ترمذی نے بسندِ حسَن حضرت انس، اور امام احمد نے حضرت عمار بن یاسر، اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عمار بن یاسر و سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی، اور محقق دہلوی نے اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ میں بنظر کثرتِ طُرق اس کی صحت پر حکم دیا کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

مَثَلُ أمتي مثلُ المطر لا يُدرىٰ أولُه خير أم آخِره.(۱)

(۱) ● جامع الترمذي ج: ۲، ص: ۱۱۰، أبواب الأمثال/ باب ما جاء مثل الصلوات الخمس، مجلس البركات.

● مشكاة المصابيح، ج:۲، ص:۵۸۳، بابُ ثوابِ هذه الأمة/ الفصل الثاني، مجلس البركات.

ترجمہ: میری امت کی کہاوت ایسی ہے جیسے مینہ کہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کا اگلا بہتر ہے یا پچھلا۔

شیخ محقق شرح میں لکھتے ہیں:

کنایہ است از بودنِ ہمہ اُمت خیر چناں کہ مطر ہمہ خیر ونافع ست۔[1]

ترجمہ: یہ ارشاد ساری امت کے خیر ہونے سے کنایہ ہے جیسا کہ ساری بارش خیر ونافع ہوتی ہے۔ (ن)[2]

(۲۸) امام مسلم اپنی صحیح میں حضور اقدس ﷺ سے راوی:

لاتزال طائفةٌ من أمتي قائمة بأمر الله لايضرُّهم مَن خذلهم أو خالفهم حتّى يأتي أمر الله وهم ظاهرون على الناس.[3]

ترجمہ: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ خدا کے حکم پر قائم رہے گا، انھیں نقصان نہ پہنچائے گا جو انھیں چھوڑے گا، یا ان کا خلاف کرے گا یہاں تک کہ خدا کا وعدہ آئے گا، اس حال میں کہ وہ لوگوں پر غالب ہوں گے۔

کہیے اب کدھر گئی ان قرون کی تخصیص، اور کیوں نہ خیر ٹھہریں گے وہ امور جو علما و عرفاے مابعد میں بلحاظ اصول - عموم واطلاق - شائع ہوئے، والحمد للہ۔

---

(۱) أشِعّةُ اللمعات، ترجمة وشرح مشكاة فارسي، ج:٤، ص:٧٥٣، بابُ ثوابِ هذه الأمة/ الفصل الثاني، مطبع: تیج کمار، لکھنؤ۔

(۲) رئیس المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

"یہ دعوی کہ "خیریت، ازمنہ ثلاثہ میں مخصوص اور قرونِ مابعد محض شر" مردود ہے۔... آیۂ کریمہ: کُنتُم خَيرَ أُمَّةٍ أُخرِجَت لِلنّاسِ. (القرآن الحکیم، سورة آل عمران:٣، الآية:١١٠)

[لوگوں میں جو امتیں ظاہر ہوئیں تم ان میں سب سے افضل ہو۔]

اور آیۂ کریمہ: "وَكَذٰلِكَ جَعَلنٰكُم أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ." (القرآن الحکیم، سورة البقرة،٢، الآية:١٤٣)

[بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمھیں سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگ گواہ ہو۔] ودیگر آیات واحادیث کہ فضلِ امتِ مرحومہ اور اس کی خیریت میں بدون تخصیص کسی قرن وعصر کے وارد، اس دعوی کے رد میں کافی۔

بلکہ طریقِ جمع وتطبیق آیات واحادیث اسی میں منحصر کہ یہ امت، بتمامہا خیرُ الامم اور ہر قرن اس کا خیر ہے۔ اور قرنِ صحابہ کرام افضلُ القرون اور بہ جہتِ قربِ عہدِ نبوت اشرف واکمل۔ اور بعض قرونِ مابعد بعض سے بنظر بعض وجوہ، خیریت میں اتم۔"

(اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، ص: ۸۲، ۸۳، امام احمد رضا اکادیمی. ۱۲ منه

(۳) الصحيح لمسلم: ج:٢، ص: ١٤٣، كتاب الإمارة/ باب قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: لا تزال طائفة من أمتي، مجلس البركات.

جائزہ (۵)

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانے میں ہونا مدارِ خیریت نہیں:

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے محاورات و مکالمات دیکھیے تو وہ خود صاف صاف ارشاد فرمارہے ہیں کہ کچھ ہمارے زمانے میں ہونے نہ ہونے پر مدارِ خیریت نہیں، دیکھیے بہت نئی باتیں کہ زمانۂ پاک حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نہ تھیں ان کے زمانہ میں پیدا ہوئیں اور وہ انھیں برا کہتے اور نہایت تشدّد و انکار فرماتے، اور بہت تازہ باتیں حادث ہوتیں کہ ان کو بدعت و مُحدثات مان کر خود کرتے اور لوگوں کو اجازت دیتے اور خیر و حسن بتاتے۔

(۲۹) امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ تراویح کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں:

"نعمتِ البدعة هذہ."[۱] کیا اچھی بدعت ہے یہ۔

(۳۰) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نماز چاشت کی نسبت فرماتے ہیں:

إنّها بدعة و نعمت البدعة، و إنها لمن أحسنِ ما أحدث الناس.[۲]

ترجمہ: بے شک وہ بدعت ہے اور کیا ہی عمدہ بدعت ہے اور بے شک وہ ان بہتر چیزوں میں سے ہے جو لوگوں نے نئی نکالیں۔

(۳۱) سیدنا ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

أحدثتم قيام رمضان، فدوموا عليه و لا تتركوه.

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۲٦۹، كتاب الصوم/ باب فضلِ مَن قام رمضان، "قال عمرُ: نِعمَ البِدعَةُ هٰذہٖ" وقال الإمام الكرماني: وفي بعض الرّوايات: "نعمتِ البدعةُ" ۱۲ منه.

(۲) ● المؤطا برواية محمد بن الحسن ص: ۱٤۲، ۱٤۳، كتاب الصلاة، مجلس البركات.
عمدة القاري شرح صحيح البخاري، ج:۵، ص: ۵٤۱، دار الفكر، فى باب صلاة الضّحىٰ في السّفر، عن سعيد بن منصور بإسناد صحيح، وعن ابن أبي شيبة بإسناد صحيح . . . قال القاضي: وروى عنه: ما ابتدع المسلمون بدعة أفضل مِن صلاة الضُحىٰ.
وكذا روي عن مرّة، نقلهُ العيني في العمدة، ج:۵،ص:۵٤۷، في باب صلاة الضحىٰ في السّفر. ۱۲ منه

ترجمہ: تم لوگوں نے قیام رمضان نیا نکالا، تو اب جو نکالا ہے تو ہمیشہ کیے جاؤ اور اسے کبھی نہ چھوڑنا۔

دیکھو یہاں تو صحابہ نے ان افعال کو بدعت کہہ کر حسن کہا۔

(۳۲) اور انھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں ایک شخص کو تثویب کہتے سن کر اپنے غلام سے فرمایا:

اخرج بنا من عند هذا المبتدع.(۱)

ترجمہ: نکل چل ہمارے ساتھ اس بدعتی کے پاس سے۔

(۳۳) سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو نماز میں بسم اللہ بآواز پڑھتے سنا، فرمایا:

أي بُنيّ! محدث، إياك والحدث.(۲)

ترجمہ: اے میرے بیٹے! یہ نو پیدا بات ہے، بچ نئی باتوں سے۔

یہ فعل بھی اس زمانہ میں واقع ہوئے تھے انھیں بدعتِ سیئہ مذمومہ ٹھہرایا۔ تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی اپنے زمانہ میں ہونے، نہ ہونے پر مدار نہ تھا، بلکہ نفسِ فعل کو دیکھتے اگر اس میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا اجازت دیتے، ورنہ منع فرماتے اور یہی طریقہ بعینہٖ زمانۂ تابعین وتبعِ تابعین میں رائج رہا ہے۔ اپنے زمانہ کی بعض نو پیدا چیزوں کو منع کرتے، بعض کو جائز رکھتے اور اس منع و اجازت کے لیے آخر کوئی معیار تھی اور وہ نہ تھی، مگر نفس فعل کی بھلائی، برائی۔ تو باتفاق صحابہ وتابعین وتبعِ تابعین قاعدہ شرعیہ وہی قرار پایا کہ:

حَسن، حَسن ہے اگرچہ نیا ہو
اور قبیح، قبیح ہے اگرچہ پرانا ہو

پھر ان کے بعد یہ اصل کیوں کر بدل سکتی ہے، ہماری شرع بحمد اللہ ابدی ہے، جو قاعدے

---

(۱) المصنّف للإمام عبد الرزاق ج: ۳، ص: ٤٧٥، كتاب الصلاة/ باب التثويب في الأذان والإقامة، من منشورات المجلس العلمي.

(۲) جامع الترمذي ج: ۱، ص: ۳۳، أبواب الصلاة/ باب ما جاء في ترك الجهر، مجلس البركات.

اس کے پہلے تھے قیامت تک رہیں گے۔[1]

کلماتِ نبوت سے اہل سنت کی تعریفِ بدعت کی تائید و تفہیم:

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، پھر حضور کے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے "بدعت حسنہ" کی شناخت ان الفاظ سے کرائی ہے:

- مَنْ وَقَّر صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلیٰ هَدْمِ الإِسْلَام.
- مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذا مَا لَيْسَ مِنْهُ.
- بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا أَنْتُمْ وَ لَا اٰبَاءُكُمْ.
- نَزَعَ اللهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا.
- وَمَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً.
- مَنْ سَنّ فِي الإِسلام سُنَّةً سَيِّئَةً.
- كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله تعالى عليه وسلم؟

قال عمرُ: هٰذا، واللهِ خيرٌ.

- نِعْمَ البدعةُ هٰذِهٖ. وغيرها من الأحاديث.

اور یہ تمام الفاظ عام یا مطلق ہیں، کسی زمانے سے ان کو خاص یا مقید نہیں کیا گیا ہے اس لیے ان الفاظ سے یہ بات بہت کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ کسی چیز کے بدعت سَیِّئَہ ہونے، نہ ہونے کی بنیاد کوئی زمانہ نہیں بن سکتا، کہ جو کام خیر القرون کے بعد ہو وہ بدعتِ سَیِّئَہ ہو اور جو کام خیر القرون میں ہو وہ بدعت نہ ہو یہ تعریف نقلاً، عقلاً ہر طرح غلط ہے۔

بلکہ اس کی صحیح تعریف یہی ہے کہ نوپیدا کام کی اصل دین سے نہ ہو، یا وہ بجائے خود شر ہو تو وہ بدعت سَیِّئَہ ہے اور ہر بدعت سیِّئَہ گمراہی ہے۔ اور اگر اس کی اصل دین سے ہو، بلفظ دیگر وہ بجائے خود خیر ہو تو بدعتِ حسنہ ہے۔

تو الفاظ حدیث سے بدعت کی تعریف بھی معلوم ہو جاتی ہے اور حسنہ و سیِّئَہ کی طرف اس کی تقسیم بھی۔ مگر فرقۂ وہابیہ ان دونوں امور میں احادیثِ صحیحہ سے انحراف کرتا ہے۔

---

(۱) الفتاوی الرضویة (ملتقطاً)، ج:۱۲، مِن ص:۷۸ــ إلیٰــ ص:۸۲/ الرّساله: إقامةُ القيامة على طاعنِ القيام لنبيّ تهامه، رضا اكاديمى، ممبئى.

انیسواں مسئلہ

محفل میلاد النبی ﷺ

کتاب وسنت کی روشنی میں

محفل میلاد شریف کے جواز کے دلائل:

محفل میلاد شریف کا جواز واستحسان کتاب وسنت کے کثیر دلائل سے ثابت ہے، ہم یہاں چند پیش کرتے ہیں۔

پہلی دلیل: محفل میلاد النبی ﷺ ارشاد نبوت کے مطابق ''سنتِ حسنہ'' ہے۔

(ا) عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ: رَسُولُ اللهِ –صلى الله عليه وسلم– «مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلاَمِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ».(۱)

ترجمہ: جس نے اسلام میں کوئی ''سنتِ حسنہ'' ایجاد کی تو اس کے لیے اس سنت کا اجر وثواب ہے اور اس کے بعد جتنے، لوگ اُس نئی سنت پر عمل کریں گے ان کا ثواب بھی، بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے اجر وثواب میں کچھ کمی ہو۔

(۱) الصحيح لمسلم، ج:۱، ص: ۳۲۷، كتاب الزكاة / باب الحثّ على الصدقة ولو بشق تمرة، مجلس البركات، مبارك فور.

محفل میلاد شریف متعدد امور حسنہ پر مشتمل ہوتی ہے:

یہ محفل "سنتِ حسنہ" اس لیے ہے کہ متعدد امور حسنہ پر مشتمل ہے جو درج ذیل ہیں:

(۱) تلاوتِ قرآن حکیم (۲) حمد الٰہی و ذکر خداوندی

(۳) نعتِ رسول (۴) بعثت نبوی کا تذکرہ اور اوصاف و کمالات کا بیان

(۵) سیرتُ المصطفیٰ (۶) دینی، تبلیغی موضوعات پر خطاب

(۷) ذکر نعمتِ ولادت (۸) صلاۃ و سلام بہ حالتِ قیام

(۹) دعا (۱۰) اِطعام طعام

(۱۱) بہ وقتِ رخصت مصافحہ و سلام

یہ تمام امور کتاب و سنت کے صریح کلمات، یا ان کے عموم و اطلاق سے ثابت ہیں، ایسے نصوص کو جمع کیا جائے تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو جائے، جس کی یہاں حاجت نہیں، پھر یہ تمام امور اہل سنت کے نزدیک مسلّمات سے بھی ہیں، تاہم چند نصوص اطمینانِ قلب کے لیے پیش کرتے ہیں:

(۱) تلاوتِ قرآن حکیم:

ارشاد باری ہے:

(۲) "يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ"[۱]

ترجمہ: یہ رسول ان پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں۔

خدائے کریم نے اسے اپنے احسانات سے شمار فرمایا ہے۔

(۳) عَنْ أَبِي مُوسَى ، عَنِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ : مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالأُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيحُهَا طَيِّبٌ.[۲]

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قرآن کی تلاوت کرنے والے کی صفت "سنترے" کی طرح ہے جس کا ذائقہ بھی خوشگوار اور بو بھی خوش گوار۔

---

(۱) القرآن الحكيم، سورة آل عمران:۳،الآية:۱٦٤.

(۲) صحيح البخاري، ج:۲، ص: ۷۵۱، كتاب فضائل القرآن/ باب فضل القرآن على سائر الكلام، مجلس البركات، مبارك فور.

(۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ: لاَ حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ عَلَّمَهُ اللهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ.[۱]

ترجمہ: رشک کے لائق صرف دو شخص ہیں: ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا اور وہ دن رات اس کی تلاوت کرتا رہے۔

(۵) عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم-: ... فَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعم.[۲]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تلاوتِ قرآن کریم پابندی کے ساتھ کرتے رہو کیوں کہ یہ اونٹوں کے بھاگنے سے بھی زیادہ تیز سینوں سے نکل جاتا ہے۔

(۲) حمد الٰہی وذکر خداوندی:

(٦) "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ۝۱"[۳]

ترجمہ: سب خوبیاں اللہ کو جو مالک ہے سارے جہان والوں کا۔

(۷) "فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ"[٤]

ترجمہ: تو اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو۔

(۸) "وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ"[٥]

ترجمہ: اور ہم تیری حمد کرتے ہوئے تیری تسبیح کرتے ہیں۔

(۹) "وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ"[٦]

---

(١) صحيح البخاري، ج:٢، ص: ٧٥١، كتاب فضائل القرآن/ باب اغتباط صاحبِ القرآن، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) صحيح البخاري، ج:٢، ص: ٧٥٢، كتاب فضائل القرآن/ باب استذكار القرآن وتعاهده، مجلس البركات، مبارك فور.

(٣) القرآن الحكيم، سورة الفاتحة:١، الآية:١.

(٤) القرآن الحكيم، سورة الحجر:١٥، الآية:٩٨.

(٥) القرآن الحكيم، سورة البقرة:٢، الآية:٣٠.

(٦) القرآن الحكيم، سورة بني إسرائيل:١٧، الآية:٤٤.

ترجمہ: کوئی چیز نہیں جو اس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی نہ بولے۔

(۱۰) ”یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ“[۱]

ترجمہ: (ملائکہ) اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بولتے ہیں۔

(۱۱) ”فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ“[۲]

ترجمہ: تم میرا ذکر کرو، میں تمھارا چرچا کروں گا۔

(۱۲) ”یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا“[۳]

ترجمہ: اے ایمان والو، اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔

(۱۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لله مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ.[٤]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو راستوں میں گشت کر کے اہل ذکر کو تلاش کرتے ہیں اور جب کچھ لوگوں کو ذکر الٰہی کرتے ہوئے پاتے ہیں تو باہم ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ اپنی حاجت کی طرف آؤ۔

(۱۴) ”سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ.“[٥]

ترجمہ: اللہ کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو۔

(۳) نعتِ رسول ﷺ:

نعت رسول ﷺ کے استحسان پر کتاب و سنت ناطق اور سلف و خلف کا اجماع ہے، اس

---

(١) القرآن الحكيم، سورة الزمر: ٣٩، الآية: ٧٥.

(٢) القرآن الحكيم، سورة البقرة: ٢، الآية: ١٥٢.

(٣) القرآن الحكيم، سورة الأحزاب: ٣٣، الآية: ٤١.

(٤) صحيح البخاري، ج: ٢، ص: ٩٤٨، كتاب الدعوات/ باب فضل ذكر الله تعالى، مجلس البركات، مبارك فور.

(٥) صحيح البخاري، ج: ٢، ص: ١١٢٩، كتاب الرد على الجهمية وغيرهم التوحيد/ باب قول الله: ”وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ“، مجلس البركات، مبارك فور.

کے شواہد بے شمار ہیں، چند ملاحظہ ہوں:

صحیح البخاری میں ہے:

"بابُ الشّعر في المسجد." [1]

ترجمہ: مسجد میں شعرِ حَسَن مثلاً نعت شریف پڑھنے کا بیان۔

(۱۵) أَخبَرَنِي أَبو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الأَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْشُدُكَ اللهَ، هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- يَقُولُ:

" يَا حَسَّانُ أَجِبْ عَنْ رَسُولِ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم-، اللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ" قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعَمْ. [2]

ترجمہ: حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں شہادت طلب کی کہ میں اللہ کی قسم دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اے حسان! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دو، اے اللہ! روحُ القُدس کے ذریعہ حسان کی مدد فرما۔" تو حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: ہاں، میں نے سنا ہے۔

حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں اشعار نعت پڑھتے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجو کرنے والوں کا جواب دیتے، اس پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوش ہو کر یہ دعا فرمائی۔

(۱۶) عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ : مَرَّ عُمَرُ فِي الْمَسْجِدِ وَحَسَّانُ يُنْشِدُ فَقَالَ: كُنْتُ أُنْشِدُ فِيهِ، وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ . ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقَالَ: أَنْشُدُكَ بِاللهِ، أَسَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم- يَقُولُ: أَجِبْ عَنِّي اللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ. [3]

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص:٦٤، ٦٥، كتاب الصّلاة/ باب الشعر في المسجد، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) صحيح البخاري، ج:۱، ص:٦٤، ٦٥، كتاب الصّلاة/ باب الشعر في المسجد، مجلس البركات، مبارك فور.

(۳) صحيح البخاري، ج:۱، ص:٤٥٦، كتابُ بَدْء الخلق/ باب ذكر الملائكة، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: سعید بن مُسیّب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے اور حضرت حسان اشعارِ نعت پڑھ رہے تھے، انھوں نے اِن کی طرف ترچھی نگاہوں سے دیکھا، تو حضرت حسان نے کہا کہ میں مسجد نبوی میں اشعار نعت پڑھا کرتا تھا، حالاں کہ یہاں آپ سے افضل رسولِ مجتبیٰ ﷺ تشریف فرما ہوتے۔

پھر حضرت حسّان نے حضرت ابو ہریرہ کی طرف چہرہ کر کے فرمایا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "حسّان میری طرف سے جواب دو، اے اللہ، روح القدس جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اس کی مدد فرما۔"

تو انھوں نے فرمایا: ہاں، میں نے سنا ہے۔

(۱۷) قال عروة: كانت عائشة تكره أن يسبَّ عندها حسّان وتقول إنّه الذي قال:

فإنّ أبي و والدَه وعرضي　　لعرض محمد منكم وقاء[1]

ترجمہ: حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس بات کو ناپسند کرتی تھیں کہ ان کے سامنے حضرت حسّان کو سخت سست کہا جائے۔ وہ فرماتی تھیں کہ انھوں نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں یہ عرض کیا ہے:

میرے باپ، دادا اور میری عزت وآبرو سب تمھارے مقابلے میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت وآبرو کے لیے ڈھال ہے۔

(۱۸) عن مسروق قال: دخلتُ على عائشة وعندها حسّانُ بن ثابت يُنشدها شعرا يشبب بأبيات لهٗ وقال:

حصان رزان ما تزَنُّ بريبة　　وتصبح غرثیٰ من لحوم الغوافل

. . . فقالت له: إنّه كان يُنافح أو يهاجی عن رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-.[2]

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۲، ص:۵۹٤، كتاب المغازي/ باب حديث الإفك، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) صحيح البخاري، ج:۲، ص:۵۹۷، كتاب المغازي/ باب حديث الإفك، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: حضرت مسروق سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کے پاس حضرت حسان بن ثابت پہلے سے موجود تھے، وہ ان کی مدح میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

وہ پاک دامن اور باوقار خاتون ہیں جو کسی کی عیب جوئی سے متہم نہیں اور گناہوں سے انجان، پارسا عورتوں کی غیبت سے پاک ہیں۔

حضرت عائشہ نے حضرت مسروق سے فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع اور منکروں کی ہجو کرتے تھے۔

(۱۹) عَنْ أبي هريرة قال: قال النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم-: أصدقُ كلمةٍ قالها الشاعرُ كلمة لبيد:

"ألا كلُّ شيء ما خلا اللهِ باطل"(۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شاعر نے سب سے سچی جو بات کہی وہ لبید کی بات ہے:

"سنو! اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز بے حقیقت ہے۔"

(۲۰) عن عائشة، قالت: استاذَنَ حسّان بنُ ثابت رسولَ الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- في هجاء المشركين، فقال رسولُ الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-: فكيفَ بنسبي، فقال حسّان: لأسُلّنك مِنهم كما تسلُ الشعرة من العجين.(۲)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت نے رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت مانگی تو سرکار نے فرمایا کہ میرے نسب کا کیا کروگے۔ انھوں نے عرض کیا: میں آپ کو ان سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۲، ص:۹۰۸، كتاب الأدب/ باب ما يجوز من الشعر والزجر والحداء وما يكره، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) صحيح البخاري، ج:۲، ص:۹۰۸، ۹۰۹، كتاب الأدب/ باب هجاء المشركين، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲۱) عَنْ ابن شهاب أن الهيثم بن أبي سنان أخبره أنه سمع أبا هريرة في قصصه يذكر النبيّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- يقول: إنّ أخالكم لا يقول الرفث يعني بذلك ابن رواحة- قال:

وفينا رسول الله يتلو كتابهٗ إذا انشقّ معروف من الفجر ساطع

أرانا الهدى بعد العمى فقلوبنا بـه موقنات انّ ما قال واقـع

يبيت يُجافي جنبه عن فراشه إذا استثقلت بالكافرين المضاجع[1]

ترجمہ: ابن شہاب سے روایت ہے کہ ہیثم بن ابی سنان نے انھیں بتایا کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہ سے نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے سنا۔ سرکار نے فرمایا کہ تمھارا بھائی -عبداللہ بن رواحہ- بری بات نہیں کہتا۔ اس نے یہ اشعار کہے ہیں:

ہمارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ ہیں جو اس کی کتاب تلاوت کرتے ہیں، جب صبح کی تیز روشنی نمودار ہوتی ہے۔

انھوں نے ہماری گمراہی کے بعد ہدایت کی راہ ہمیں دکھائی۔ لہٰذا ہمارے دل اس بات کا یقین کرتے ہیں کہ انھوں نے جو کچھ فرمایا وہ واقع ہو کر رہے گا۔

وہ اپنے پہلو، خواب گاہوں سے الگ کر کے رات گزارتے ہیں جب کہ مشرکین سے ان کی خواب گاہیں بوجھل رہتی ہیں۔

(۲۲) عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ، يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا، يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- أَوْ قَالَتْ : يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-، وَيَقُولُ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: إِنَّ اللهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا يُفَاخِرُ ، أَوْ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-.[2]

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۲، ص:۹۰۹، كتابُ الأدب/ باب هِجاء المشركين، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) جامع الترمذي، ج:۲، ص:۱۰۷، أبواب الاستيذان والأدب عن رسول الله ﷺ/ باب ما جاء في إنشاد الشّعر، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسان بن ثابت کے لیے مسجد میں منبر رکھتے جس پر کھڑے ہو کر وہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات اور فضائل فخر کے ساتھ بیان کرتے، اور گستاخانِ رسول سے حضور کا دفاع فرماتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے کہ جب تک حسان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مفاخر بیان کرتا ہے اور دفاع کرتا ہے اللہ تعالیٰ روح القدس - جبریل امین - کے ذریعہ اس کی تائید فرماتا ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے، چناں چہ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی تخریج کر کے لکھتے ہیں:

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالْبَرَاءِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ.[1]

ترجمہ: اس باب میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی احادیث مروی ہیں۔ اور یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

محفل میلاد میں بھی نعت شریف اور وعظ کے لیے منبر کا اہتمام ہوتا ہے جس پر کھڑے ہو کر نعت خواں خوش الحانی کے ساتھ نعتِ رسول پڑھتے اور حضور کا دفاع کرتے ہیں تو یہ عینِ اتباعِ سنتِ نبوی ہے۔

(۴) بعثتِ نبوی کا تذکرہ اور اوصاف و کمالات کا بیان

بعثت نبوی کا تذکرہ کثیر آیات واحادیث میں ہے، ہم یہاں صرف دو آیات کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں:

(۲۳) ”وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۱﴾“[2]

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمھارے پاس وہ رسول کہ تمھاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور

---

(۱) جامع الترمذي، ج:۲، ص:۱۰۷، أبواب الاستيذان والأدب عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم/ باب ما جاء في إنشاد الشّعر، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) القرآن الحكيم، سورة آل عمران:۳،الآية:۸۱.

اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا: کیوں، تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی: ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمھارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

(۲۴) ”لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ؀“(۱)

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

(۲۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ : جَلَسَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يَنْتَظِرُونَهُ قَالَ : فَخَرَجَ حَتَّى إِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُونَ فَسَمِعَ حَدِيثَهُمْ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ عَجَبًا: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً ،

وَقَالَ آخَرُ : --- مُوسَى كَلَّمَهُ تَكْلِيمًا ، وَقَالَ آخَرُ : فَعِيسَى كَلِمَةُ اللهِ وَرُوحُهُ ، وَقَالَ آخَرُ : آدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ.

فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ ، وَقَالَ : قَدْ سَمِعْتُ كَلاَمَكُمْ وَعَجَبَكُمْ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلُ اللهِ وَهُوَ كَذَلِكَ وَمُوسَى نَجِيُّ اللهِ وَهُوَ كَذَلِكَ ، وَعِيسَى رُوحُهُ وَكَلِمَتُهُ وَهُوَ كَذَلِكَ وَآدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ وَهُوَ كَذَلِكَ .

أَلاَ • وَأَنَا حَبِيبُ اللهِ وَلاَ فَخْرَ • وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ فَخْرَ • وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ •وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ فَخْرَ • وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُحَرِّكُ حَلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللهُ لِي فَيُدْخِلُنِيهَا وَمَعِي فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِينَ وَلاَ فَخْرَ • وَأَنَا أَكْرَمُ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ وَلاَ فَخْرَ. هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ.(۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے کچھ اصحاب حضور کے انتظار میں ایک مجلس میں جمع تھے،

---

(۱) القرآن الحكيم، سورة آل عمران :۳،الآية: ۱٦٤.

(۲) جامع الترمذي، ج:۲،ص: ۲۰۲، أبواب المناقب عن رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-/ باب تحت باب ما جاء في فضل النبي ﷺ، مجلس البركات، مبارك فور.

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں جانے کے لیے نکلے، جب ان سے قریب ہوئے تو سنا کہ وہ باہم انبیاے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کر رہے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اللہ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا، دوسرے نے کہا کہ حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا۔ تیسرے نے کہا کہ حضرت عیسیٰ کلمۃُ اللہ اور روحُ اللہ ہیں، چوتھے نے کہا کہ حضرت آدم کو اللہ نے چن لیا۔

سرکار دو عالم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں نے تمھاری گفتگو اور تمھارا تعجب سن لیا۔ بے شک ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نجیُّ اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام روحُ اللہ و کلمۃُ اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں۔

سنو، میں ● اللہ کا حبیب ہوں اور کوئی فخر نہیں ● قیامت کے دن صاحبِ لواء الحمد میں ہوں (جس کے نیچے حضرت آدم اور تمام انبیا ہوں گے) اور کچھ فخر نہیں ● قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت میں کروں گا ● اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی اور کوئی فخر نہیں ● اور میں سب سے پہلے بابِ جنت کی زنجیر ہلاؤں گا ● اللہ عزوجل میرے لیے بابِ جنت کھول کر مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراے مسلمین ہوں گے اور کچھ فخر نہیں ● اور تمام اولین و آخرین میں بارگاہِ الٰہی میں میری عزت سب سے زیادہ ہے اور کچھ فخر نہیں۔

اس حدیث میں حضور سید عالم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے اپنے اوصاف اور فضائل بیان کیے ہیں، ہم اہل سنت مجمع مسلمین میں یہی سب کچھ بیان کرتے ہیں اور اسی کو ہمارے عرف میں "محفل میلاد" کہا جاتا ہے۔

(۵) سیرۃ المصطفیٰ ﷺ:

مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا ذکرِ جمیل کثیر آیات اور احادیث نبویہ میں ہے، چند ملاحظہ ہوں:

(۲۶) "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"[1]

ترجمہ: یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

---

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ الأحزاب: ۳۳، الآیۃ: ۲۱۔

(۲۷) ”وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ“[۱]

ترجمہ: اے محبوب بے شک آپ عظیم اخلاق پر ہیں۔

(۲۸) ”يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ“[۲]

ترجمہ: وہ رسول انھیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع کرے گا اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جواُن پر تھے اتارے گا۔

(۲۹) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلّم- إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلاَ صَوْتُهُ . . . وَيَقُولُ « أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرَ الْهَدَى هَدَى مُحَمَّدٍ- صلّى الله عليه وسلّمَ-».[۳]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تواُن کی آنکھیں سرخ اور آواز بلند ہوجاتی...اور حضور ”أمّا بعد“ کہہ کرارشاد فرماتے:
بے شک سب سے اچھی بات اللہ کی بات ہے اور سب سے اچھی سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے۔

(۳۰) أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ . . . قَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ كَلاَّ، أَبْشِرْ فَوَاللهِ لاَ يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا، وَاللهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتُكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ.[٤]

---

(١) القرآن الحكيم، سورة القلم:٦٨، الآية: ٤.

(٢) القرآن الحكيم، سورة الأعراف:٧،الآية: ١٥٧.

(٣) الصحيح لمسلم، ج:١،ص:٢٨٤، ٢٨٥، كتاب الجمعة/ فصلٌ في خطبة الجمعة، مجلس البركات، مبارك فور.

(٤) ● الصحيح لمسلم، ج:١،ص:٨٨، كتاب الإيمان/ بابُ بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، مجلس البركات، مبارك فور.

● صحيح البخاري، ج:١، ص:٣، بابٌ كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا: حضور کو بشارت ہو، اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہ فرمائے گا ● خدا کی قسم آپ صلہ رحمی کرتے ہیں ● سچ بولتے ہیں ● بے سہاروں کا بار (نفقہ) اٹھاتے ہیں ● ناداروں کو عطا فرماتے ہیں ● مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں ● اور حق کی راہ میں پیش آنے والے مصائب پر تعاون کرتے ہیں۔

(۶) دینی، تبلیغی موضوعات پر خطاب:

دینی، تبلیغی موضوعات پر خطاب سرور کائنات ﷺ کی سنتِ کریمہ ہے جیساکہ کتاب وسنت سے عیاں ہوتا ہے۔ فرمان خداوندی ہے:

(۳۱) "اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ"(۱)

ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ حکمت اور موعظتِ حسنہ کے ساتھ۔

(۳۲) اور فرمان رسالت ہے:

"فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ"(۲)

ترجمہ: جو حاضر ہے وہ غائب تک میرا یہ خطاب پہنچا دے۔

(۳۳) عَن عَبْدِ اللهِ بن مَسْعُود ، قَالَ : عَلَّمَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ . . . . فِي الحَاجَةِ أَنْ:

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تشہد حاجت کی تعلیم ان کلمات سے دی:

"الحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُه وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللهُ فَلاَ مُضِلَّ لَه ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَه ، وَأَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ - وَيَقْرَأُ ثَلاَثَ آيَاتٍ:-

---

(۱) القرآن الحكيم، سورة النحل:۱۶، الآية:۱۲۵.

(۲) صحيح البخاري، ج:۱، ص:۲۳۴، كتاب الحج / باب الخطبة أيام منى، مجلس البركات، مبارك فور.

● ”يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾“[۱]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔

● ”وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿۱﴾“[۲]

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بے شک اللہ ہر وقت تمھیں دیکھ رہا ہے۔

● ”يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾“[۳]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو تمھارے اعمال تمھارے لیے سنوار دے گا، اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

رواہ ● أحمد ● والترمذي ● وأبو داؤد ● والنسائی ● وابن ماجة ● والدارمی.[٤]

---

(١) القرآن الحكيم، سورة آل عمران: ٣، الآية: ١٠٢.

(٢) القرآن الحكيم، سورة النساء: ٤، الآية: ١.

(٣) القرآن الحكيم، سورة الأحزاب: ٣٣، الآية: ٧٠، ٧١.

(٤) ● مشكاة المصابيح، ج: ٢، ص: ٢٧٢، باب إعلان النكاح والخطبة / الفصل الثاني، مجلس البركات، مبارك فور.

● مسند الإمام أحمد، ص: ٣١٩، رقم الحديث: ٣٧٢٠، مسند المكثر ين/ مسند عبد الله بن مسعود.

● جامع الترمذي، ج: ١، ص: ١٣١، أبواب النكاح عن رسول الله ﷺ / باب ما جاء في خطبة النكاح، مجلس البركات، مبارك فور.

● سنن أبي داؤد، ص: ٢٤١، كتاب النكاح / باب خطبة النكاح، رقم الحديث: ٢١١٨، بيت الأفكار الدولية.

● سنن النسائي، ص: ٣٤٧، كتاب النكاح / باب ما يستحب من الكلام عند النكاح، بيت الأفكار الدولية.

● سنن ابن ماجه، ص: ٢٠٦، كتاب النكاح/ باب خطبة النكاح، بيت الأفكار الدولية.

● سنن الدارمي، ج: ٣، ص: ١٤١٣، كتاب النكاح/ باب في خطبة النكاح، دار المغني، الرياض.

(۳۴) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ . . . حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا حَتَّى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَهُ، فَأَتَى بَطْنَ الْوَادِي فَخَطَبَ النَّاسَ وَقَالَ ● إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا ● أَلاَ كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ ● وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ ● وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ، كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ ● وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ ● فَاتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لاَ يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ● وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ "كِتَابَ اللهِ". وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ». قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ. (۱)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام جب (حجۃ الوداع کے موقع سے) عرفہ پہنچے تو ایک خیمہ پایا جو حضور کے لیے نصب کیا گیا تھا۔ اور وہ چتکبرے رنگ کا تھا۔ سرکار نے وہاں نزول فرمایا، اور جب سورج غروب کے قریب ہوا تو اپنی سواری ''قصوا'' کے لانے کا حکم دیا، پھر بطن وادی میں تشریف لائے تو لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

● تمھاری جانیں اور تمھارے اَموال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے اس شہر اور اس مہینے میں آج کے دن کی حرمت ہے۔ ● سنو! زمانۂ جاہلیت کی ہر چیز ساقط کی جاتی ہے، وہ سب میرے ان دونوں قدموں سے کچل گئی ہیں۔ ● زمانۂ جاہلیت کے ایک دوسرے پر خون ہدر ہیں اور سب سے پہلے میں اپنا خون معاف کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے، وہ بنی سعد میں دودھ پیتا بچہ تھا جس کو ہذیل نے قتل کیا تھا۔ ● زمانۂ جاہلیت کے تمام سود میرے قدموں تلے ہیں جو ساقط

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص:۳۹۷، كتاب الحج / باب حجة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، مجلس البركات، مبارك فور.

کیے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا سود معاف کرنے کا اعلان کرتا ہوں اور وہ حضرت عباس بن عبد المطلب کا سود ہے۔ ان کا تمام سود چھوڑ دیا گیا ہے۔ ● تم لوگ عورتوں کے متعلق اللہ سے ڈرو، کیوں کہ تم لوگوں نے ان کو اللہ تعالی کی امان میں لیا ہے، تم نے اللہ تعالی کے کلمہ سے ان کی شرم گاہوں کو اپنے لیے حلال کر لیا ہے۔ ● تمھارا ان پر حق ہے کہ وہ تمھارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جن کا آنا تمھارے لیے ناگوار ہو، اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو اس پر ایسی سزا دو جس سے چوٹ نہ لگے۔ اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم اپنی استطاعت کے مطابق ان کو کھانا اور لباس دو ● میں تمھارے پاس ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے اور وہ کتاب اللہ ہے۔

● تم سے میرے بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ تعالی کا پیغام پہنچایا اور رسالت کا حق ادا کیا اور امت کی خیر خواہی فرمائی۔

(۳۵) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ -صلی الله علیه وسلم- الصَّلاَةَ يَوْمَ الْعِيدِ فَبَدَأَ بِالصَّلاَةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلاَ إِقَامَةٍ ثُمَّ قَامَ مُتَوَكِّئًا عَلَى بِلاَلٍ فَأَمَرَ بِتَقْوَى اللهِ وَحَثَّ عَلَى طَاعَتِهِ وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَكَّرَهُمْ ثُمَّ مَضَى حَتَّى أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ فَقَالَ «تَصَدَّقْنَ فَإِنَّ أَكْثَرَكُنَّ حَطَبُ جَهَنَّمَ». فَقَامَتِ امْرَأَةٌ مِنْ سِطَةِ النِّسَاءِ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ فَقَالَتْ: لِمَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: «لأَنَّكُنَّ تُكْثِرْنَ الشَّكَاةَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ». قَالَ فَجَعَلْنَ يَتَصَدَّقْنَ مِنْ حُلِيِّهِنَّ يُلْقِينَ فِي ثَوْبِ بِلاَلٍ مِنْ أَقْرِطَتِهِنَّ وَخَوَاتِمِهِنَّ.(۱)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ عید کے دن میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ حضور نے اذان واقامت کے بغیر خطبہ سے پہلے نماز عید پڑھائی، پھر حضرت بلال سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا اور اس کی عبادت کی طرف رغبت دلائی اور وعظ ونصیحت فرمائی، پھر وہاں سے عورتوں کے پاس تشریف لائے اور ان کو نصیحت کرتے

---

(۱) الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۲۸۹، ۲۹۰ کتاب صلاۃ العیدین، مجلس البرکات، مبارک فور.

ہوئے فرمایا: صدقہ کرو کیوں کہ تم میں سے اکثر جہنم کا ایندھن ہیں۔ عورتوں کے درمیان سے ایک سیاہ رخساروں والی عورت کھڑی ہوکر کہنے لگی: یارسول اللہ! اس کا سبب کیا ہے؟ سرکار نے فرمایا: اس کا سبب یہ ہے کہ تم لوگ بہت شکایت کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ راوی فرماتے ہیں: پھر عورتوں نے اپنے زیورات صدقہ کرنے شروع کیے اور حضرت بلال کے کپڑے میں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔

(۷) ذکرِ نعمتِ ولادت:

ولادتِ نبوی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جس کا ذکر جمیل مندوب ہے، خود حضور سید عالم ﷺ نے اپنا ذکر میلاد بطور نعمت الٰہی کیا ہے، حضرت آدم، حضرت یحیٰ اور حضرت عیسی علیہم الصلاۃ والسلام کی ولادت کا ذکر بھی قرآن و حدیث میں وارد ہے، ارشاد باری ہے:

(۳۶) ”وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝“[۱]

ترجمہ: اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن مردہ اٹھایا جائے گا۔

اس آیہ کریمہ میں حضرت یحیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا ذکر میلاد ہے۔

(۳۷) ”وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ۝ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ“[۲]

ترجمہ: اور وہی سلامتی مجھ پر (جو حضرت یحیٰ پر ہوئی) جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔ یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا۔

اس آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلاۃ والسلام کی ولادت کا ذکر ہے۔

(۳۸) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الأَنْصَارِيِّ -رضی الله عنه- قَالَ: وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الاِثْنَيْنِ قَالَ: «ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ وَيَوْمٌ بُعِثْتُ - أَوْ- أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ». [۳]

---

(۱) القرآن الحكيم، سورة مريم :۱۹، الآية:۱۵.

(۲) القرآن الحكيم، سورة مريم :۱۹، الآية:۳۳.

(۳) الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۲۶۸، كتاب الصيام / باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دوشنبہ کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں اسی روز پیدا ہوا، اور اسی روز مبعوث کیا گیا -یا- اسی روز مجھ پر قرآن نازل کیا گیا۔

(۳۹) عَنْ أَوْسِ بْنِ أَبِي أَوْسٍ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- : مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ عَلَيْكَ صَلَاتُنَا وَقَدْ أَرِمْتَ ؟ يَعْنِي وَقَدْ بَلِيتَ ، قَالَ : إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ.[1]

ترجمہ: حضرت اوس بن ابی اوس سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اسی دن وفات بھی ہوئی۔ اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن کڑک نازل ہوگی، لہٰذا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پاک پڑھو کیوں کہ تمہارا درود میری بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ کی بارگاہ میں کیسے پیش کیا جائے گا؟ جب کہ آپ تو بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات کے جسموں کو کھائے۔

ان آیات اور احادیث میں حضور سید الانبیا جناب محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت سیدنا آدم، حضرت سیدنا یحییٰ اور حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کی ولادت باسعادت کا ذکر ہے۔

اس لیے جب تک وہ آیات تلاوت ہوتی رہیں گی حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلاۃ والسلام کا ذکرِ میلاد بھی ہوتا رہے گا۔ یوں ہی جب تک وہ احادیث شریفہ پڑھی جائیں گی حضرت آدم اور حضور سید عالم ﷺ کا ذکر میلاد بھی ہوتا رہے گا، اس سے بے شمار بار اولین وآخرین عامۂ مومنین ومومنات کا ذکر میلاد النبی کرنا ثابت ہوتا ہے۔

---

(۱) مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص:۱۱٤۷، مسند المدنيين/ حديث أوس بن أوس، رقم الحديث: ۱٦۲٦۲، بيت الأفكار الدولية.

روزہ رکھنا شکر الٰہی کا ایک طریقہ ہے، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "دوشنبہ کے روزہ" کے تین اسباب بیان فرمائے:

● وہ حضور کا یوم ولادت ہے۔ ● یوم بعثت ہے۔ ● یومِ نزول قرآن ہے۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یوم ولادتِ نبوی بھی نعمتِ الٰہی ہے اور یوم بعثت بھی اور یوم نزولِ قرآن بھی۔ اور "شکرِ نعمت" کے لیے روزہ خاص نہیں، بہت سے طریقے ہیں ان میں سے ایک طریقہ اس کا ذکر حسن اور اس کی برکات کا چرچا بھی ہے۔

(۸) صلاۃ وسلام بہ حالتِ قیام:

یہ بھی جائز و مستحسن ہے، کتاب وسنت سے ثابت اور عامۂ امت کا معمول ہے، ہم عن قریب ایک مستقل عنوان کے تحت اس کے کچھ شواہد پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالی۔

(۹) دعا:

دعا کے مندوب و مستحسن ہونے میں کیا کلام، اس بارے میں کتاب اللہ کی آیات، احادیث قدسی، احادیثِ نبویہ اور ادعیہ ماثورہ کثرت سے وارد ہیں، ہم یہاں چند شواہد نقل کرتے ہیں:

ارشاد باری ہے:

(۴۰) "اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ"(۱)

ترجمہ: دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے انھیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔

(۴۱) "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً"(۲)

ترجمہ: اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ۔

ارشاد ربانی ہے:

(۴۲) "اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ"(۳)

ترجمہ: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

---

(۱) القرآن الحکیم، سورة البقرة: ۲، الآية: ۱۸۶.
(۲) القرآن الحکیم، سورة الأعراف: ۷، الآية: ۵۵.
(۳) القرآن الحکیم، سورة المؤمن: ۴۰، الآية: ۶۰.

(۴۳) عن أبي هريرة أن رسول الله –صلى الله تعالى عليه وسلم– قال: يقول: من يدعوني فأستجيب له من يسألني فأعطيه من يستغفرني فأغفرله.[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ۔۔۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ کون مجھ سے دعا کرے گا کہ میں قبول کروں، کون مجھ سے سوال کرے گا کہ اسے عطا کروں، کون مجھ سے مغفرت طلب کرے گا کہ اسے بخش دوں۔

(۴۴) عن ابن عمر قال: قلّما كان رسولُ الله –صلى الله تعالى عليه وسلم– يقومُ مِن مَجلس حتّى يدعو بهولاء الدعوات لأصحابه:

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کم کسی مجلس سے اٹھتے، یہاں تک کہ اپنے اصحاب کے لیے یہ دعا کر لیتے:

اللّٰهمّ اقسم لنا مِن خشيتك ما تحولُ به بيننا وبين معاصيك و من طاعتك ما تبلغنا به جنّتك –إلى اخر الحديث–

رواه الترمذي وقال: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.[2]

ترمذی شریف کی یہ حدیث تو اس بارے میں صریح ہے کہ کسی مجلس سے جاتے وقت بارگاہِ الٰہی میں دعا کی جائے کہ یہ حضور سید عالم ﷺ کی سنت ہے۔

(۱۰) اِطعام طعام:

بھوکوں کو کھانا کھلانا اور مہمانوں کی ضیافت کرنا شرعاً مندوب وباعث اجر ہے، کتاب وسنت میں اس بارے میں واضح ہدایات ہیں۔

(۴۵) ارشاد ربانی ہے:

”وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص:۱۵۳، كتاب التهجّد / بابُ الدعاء والصلاة من آخر الليل، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) مشكاة المصابيح، ج:۱، ص: ۲۱۹، بابُ جامع الدّعاء/ الفصل الثاني، مجلس البركات.
وجامع الترمذي، ج:۲، ص: ۱۸۸، "باب" من أبواب الدعوات عن رسول الله ﷺ، مجلس البركات، مبارك فور.

مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا o"[1]

ترجمہ: اور (اللہ کے خاص بندے) اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں، مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمھیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں، تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری کی طلب نہیں رکھتے ہیں۔

(۴۶) "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم-: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلاَ يُؤْذِ جَارَهُ ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا ، أَوْ لِيَصْمُتْ." [2]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔ اور جو آدمی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ بھلائی کی بات کہے، یا خاموش رہے۔

(۴۷) عَنِ ابْنَيْ بُسْرٍ السُّلَمِيَّيْنِ قَالاَ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَتَمْرًا وَكَانَ يُحِبُّ الزُّبْدَ وَالتَّمْرَ.[3]

ترجمہ: بُسر کے دونوں سُلمی صاحب زادوں سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے خدمت اقدس میں مکھن اور کھجوریں پیش کیں، کیوں کہ حضور کو مکھن اور کھجوریں پسند تھیں۔

پھر یہ اِطعامِ طعام نیز شیرینی کی تقسیم صدقۂ نافلہ ہے اور صدقۂ نافلہ خود مندوب و مستحسن ہے جس کے بارے میں کثیر احادیث شریفہ وارد ہیں۔

---

(۱) القرآن الحكيم، سورة الإنسان:۷۶،الآية:۸، ۹.

(۲) صحيح البخاري، ج:۲،ص:۸۸۹، كتاب الأدب/ باب مَن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره، مجلس البركات، مبارك فور.

(۳) سنن أبي داؤد، ص: ۴۲۲، كتاب الأطعمة / باب في الجمع بين لونَين عند الأكل، رقم الحديث: ۳۸۳۷، بيت الأفكار الدولية.

(۱۱) بوقتِ رخصت سلام ومصافحہ:

رخصت ہوتے وقت سلام اور مصافحہ سنت ہے۔

(۴۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم-: «إِذَا انْتَهَى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتِ الأُولَى بِأَحَقَّ مِنَ الآخِرَةِ ».[1]

ترجمہ: جب تم سے کوئی مجلس میں آئے تو سلام کرے، اور جب اٹھ کر جائے تو پھر سلام کرے۔ پہلے سلام کی شرعی حیثیت دوسرے سے زیادہ نہیں۔

(۴۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- إِذَا وَدَّعَ رَجُلاً أَخَذَ بِيَدِهِ فَلاَ يَدَعُهَا حَتَّى يَكُونَ الرَّجُلُ هُوَ يَدَعُ يَدَ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم-.[2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب کسی آدمی کو رخصت کرتے تو اس کا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے یہاں تک کہ وہ آدمی خود نبی کریم ﷺ کا مبارک ہاتھ چھوڑ دیتا۔

یہ وہ امور حَسَنہ ہیں جن پر محفل میلاد شریف مشتمل ہوتی ہے اور امور حَسَنہ کا مجموعہ حسَن بالائے حسَن ہوتا ہے، جیسے ”نماز“ تکبیرات، ثنا، قراءت، تسمیع، تسبیحات، تشہد، درود، سلام وغیرہ امور حسنہ کا مجموعہ ہے تو یہ افضل العبادات اور اہمُّ الطاعات ہے اور جیسے ”حج“ تلبیہ، طواف، سعی، وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ، دعا، قربانی، وغیرہ عبادات کا مجموعہ ہے جس کی برکت سے حاجی گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، اس لیے محفل میلاد شریف مذکورہ امور حسنہ کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے ”سُنتِ حسنہ“ اور باعثِ اجر وثواب ہے۔

---

(۱) سنن أبي داؤد، ص: ۵۹۹، كتاب الأدب، بابٌ في السلام إذا قام من المجلس، رقم الحديث: ۵۲۰۸، بيت الأفكار الدولية.

(۲) جامع الترمذي، ج:۲،ص: ۱۸۲، أبواب الدعوات/ باب ما يقول إذا ودّعَ إنسانا، مجلس البركات، مبارك فور.

دوسری دلیل:

یہ دلیل کتاب اللہ کی آیاتِ مقدسہ کا مجموعہ ہے، اسے محقق جلیل، حضرت علامہ نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے افادہ فرمایا، لکھتے ہیں:

(۵۰) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝"(۱)

ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل نے احسان کیا ایمان والوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

(۵۱) اور ارشاد ہوتا ہے:

"وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝"(۲)

ترجمہ: اور اے محبوب! نہ بھیجا ہم نے تمھیں مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

(۵۲) اور فرماتا ہے:

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ"(۳)

ترجمہ: توکیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب! تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج، سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمھارے اِردگرد سے پریشان ہوجاتے۔

(۵۳) اور ارشاد ہوا:

"وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ"(۴)

ترجمہ: اے محبوب! اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نہ کرے گا جب تک تو ان میں ہے۔

---

(۱) القرآن الحكيم، سورة آل عمران:۳،الآية:۱٦٤.
(۲) القرآن الحكيم، سورة الأنبياء:۲۱،الآية:۱۰۷.
(۳) القرآن الحكيم، سورة آل عمران:۳،الآية:۱۵۹.
(٤) القرآن الحكيم، سورة الأنفال:۸،الآية:۳۳.

(۵۴) اور ارشاد ہوتا ہے:

"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾" (۱)

ترجمہ: بے شک تمھارے پاس تمھیں میں سے ایک رسول آئے جن پر تمھارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمھاری بھلائی کے بہت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان رحم والے۔

(۵۵) اور فرماتا ہے:

"یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ" (۲)

ترجمہ: وہ نبی انھیں اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور برے کام سے منع کرتا ہے اور پاک چیزیں ان کے لیے حلال اور ناپاک چیزیں ان پر حرام فرماتا ہے اور ان سے ان کے بوجھ اور طوق کہ ان پر تھے اتارتا ہے۔

ان آیات اور ان کے اَمثال سے آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر کہ حضور پر نور سید عالم ﷺ کا وجود باجود بہت بڑی نعمت اور ہمارے حق میں سراسر رحمت ہے اور کون رحمت اس سے زیادہ ہوگی کہ:

☆ ان کے سبب کفر و شرک سے بچے،

☆ دین حق و صراطِ مستقیم سے واقف ہوئے،

☆ بہشت ہاتھ آئی اور دوزخ سے نجات پائی،

☆ اجماع ہمارا حجت ہوا،

☆ مرتبہ ہمارا اگلی امتوں سے بڑھے گا،

☆ بے شمار فضیلتیں ☆ بے انتہا خوبیاں ☆ اور دین میں برکتیں ☆ شریعت میں آسانیاں ہمارے لیے خاص ہوئیں کہ اگلی امتوں کو نہ ملیں،

☆ یہاں تک کہ نعمتِ الٰہی ہم پر تمام ہوئی،

---

(۱) القرآن الحکیم، سورة التوبة:۹،الآیة:۱۲۸.

(۲) القرآن الحکیم، سورة الأعراف:۷،الآیة:۱۵۷.

☆ اور ہمارے دین میں کسی طرح کی تنگی نہ رہی۔

اور ہر نعمت کا تذکرہ و تحدیث بحکم "وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝"[1] [اور اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو۔]

مامور بہ ہے، تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ولادتِ باسعادت کا تذکرہ اور مسلمانوں کو اس کا بیان سنانا مامور بہ ہے اور امر اس جگہ کم سے کم ندب و استحباب کے لیے ہے تو ذکرِ ولادتِ باسعادت کا استحباب خدا کی کتاب سے ثابت ہوا۔

تفسیر مدارک وغیرہ میں ہے:

والصحیحُ أنّها تعمُّ جمیع نِعَم الله.[2]

[ترجمہ: صحیح یہ ہے کہ "نعمة" کا یہ لفظ اللہ کی تمام نعمتوں کو عام ہے۔]

تیسری دلیل:

ہم اہلِ حق سرورِ کائنات، فخرِ موجودات ﷺ کی تشریف آوری پر حضور کی مدح و ثنا کر کے فرح و سرور کا اظہار کرتے ہیں، اور اس کا حکم علی الاطلاق خدائے کریم نے دیا ہے، وہ فرماتا ہے:

(۵۶) "قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا"[3]

ترجمہ: اے محبوب، فرما دیجیے کہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منائیں۔

اور ہمارے حضور ﷺ یقیناً اللہ کا فضل بھی ہیں اور اللہ کی رحمت بھی، چناں چہ ارشادِ باری ہے:

(۵۷) "وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝"[4]

ترجمہ: اور اے محبوب، ہم نے آپ کو سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

---

(۱) القرآن الحکیم، سورة الضّحی: ۹۳، الآیة: ۱۱.

(۲) إذاقة الآثام لما نعی عمل المولد والقیام، ص: ۳۹،۴۰، ۴۱، طلبة الجامعة الأشرفیة، مبارك فور.

(۳) القرآن الحکیم، سورة یونس: ۱۰، الآیة: ۵۸.

(٤) القرآن الحکیم، سورة الأنبیاء: ۲۱، الآیة: ۱۰۷.

دونوں آیتوں کو یکجا کیجیے تو صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ اللہ عزوجل یہ حکم دے رہا ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی مناؤ، اور ہم اہل سنت محفل میلاد کے ذریعہ اسی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

چوتھی دلیل:

حضور سید عالم ﷺ ہمارے لیے خداے قدیر کی نعمت عظمیٰ ہیں اور نعمت الٰہی کے چرچا کرنے کا حکم خود اللہ عزوجل نے دیا ہے:

(۵۸) حَدَّثَنَا عَمْرٌو (بن دينار)، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، {الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ}[۱] قَالَ: هُمْ وَاللّٰهِ كُفَّارُ قُرَيْشٍ.

قَالَ عَمْرٌو: هُمْ قُرَيْشٌ. وَمُحَمَّدٌ -صلى الله عليه وسلم- نِعْمَةُ اللّٰهِ.[۲]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آیت کریمہ: "اَلَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ" میں نعمت کو بدلنے والے مشرکین قریش ہیں اور "نعمت" محمد ﷺ

قرآن حکیم میں ہے:

(۵۹) "وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝" [۳]

ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو۔

کتاب وسنت کو یکجا کر دیکھیے تو روز روشن کی طرح محسوس ہوگا کہ اللہ تعالی حکم دے رہا ہے کہ اللہ کی نعمت محمد ﷺ کا چرچا کرو۔

محفل میلاد کے ذریعہ مجمع اہل اسلام میں ہم اللہ کی اسی نعمت کا چرچا کرتے ہیں جو ضرور کتاب وسنت پر عمل ہے۔

---

(۱) القرآن الحكيم، سورة إبراهيم: ١٤، الآية: ٢٨.

(٢) صحيح البخاري، ج:٢، ص: ٥٦٦، كتاب المغازي/ قبل باب فضل مَن شَهِد بدراً، مجلس البركات، مبارك فور.

(٣) القرآن الحكيم، سورة الضحى: ٩٣، الآية: ١١.

مقررہ تاریخ میں محفل وعظ کا اہتمام عہد رسالت و عہد سلف سے ہے:

میلاد شریف کے لیے کوئی دن متعیّن کیا جاتا ہے تاکہ لوگ آسانی کے ساتھ جمع ہو سکیں، اس کا ثبوت عہد سلف، بلکہ عہد رسالت سے ہے:

(۶۰) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قال: قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ، فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ، فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيهِ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ.[۱]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خواتین نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور، مرد آپ کے وعظ و تذکیر سے بہرہ ور ہونے میں ہم پر فوقیت لے گئے، تو حضور ہمارے لیے بھی اپنی طرف سے وعظ کا ایک دن مقرر فرما دیجیے۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے ایک معین دن میں وعظ کا وعدہ فرما لیا، پھر انھیں وعظ فرمایا اور کچھ احکام دیے۔

(۶۱) عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ. قَالَ: أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.[۲]

ترجمہ: ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ و تذکیر فرمایا کرتے تھے، تو ان سے ایک صاحب نے عرض کی کہ اے ابو عبد الرحمن، مجھے پسند ہے کہ آپ ہر روز ہمیں وعظ فرمائیں۔ تو انھوں نے فرمایا کہ مجھے یہ نامنظور ہے، کیوں کہ تمھیں ملول خاطر کرنا مجھے ناگوار ہے۔

میں وعظ میں (تمھارے فارغ اوقات، اور نشاط و دل چسپی کے مد نظر) تمھارا لحاظ رکھتا ہوں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ ہمارے ملولِ خاطر ہو جانے کے اندیشے سے ہمارا لحاظ فرمایا کرتے تھے۔

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۲۰، ۲۱، كتاب العلم/ باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۱۶، كتاب العلم/ باب من جعل لأهل العلم أياماً معلومة، مجلس البركات، مبارك فور.

ہم اہل حق ان احادیث کی پیروی میں دن، مقرر کر کے محفل میلاد منعقد کرتے ہیں، آگے کرم فرماؤں کی مرضی وہ اسے بدعت کہیں یا سنت۔ ہم نے تو عہد رسالت اور عہد سلف دونوں کی شہادتیں پیش کردی ہیں۔

ہم نے کتاب وسنت کے نصوص کثیرہ محفل میلاد شریف کے مندوب و مستحسن ہونے پر پیش کیے جن سے اس محفل کا ما ثبت بالسُّنّۃ ہونا اچھی طرح عیاں ہو جاتا ہے، بلفظ دیگر حدیث مسلم کے مطابق یہ "سنتِ حسنہ" ہے۔

مگر اس کے برخلاف آج کے "سلفی وہابی" اسے "بدعتِ ضلالہ" کہتے ہیں جیسا کہ نواب وحید الزماں نے اپنی کتاب کنز الحقائق [1] میں اس کی صراحت کی ہے۔ در اصل انھیں حضور سے عداوت اور ان کے ذکر سے نفرت ہے، اس لیے اس ذکر کو روکنے اور بدعت و ناجائز ٹھہرانے کے لیے طرح طرح کے حیلے اور حربے استعمال کرتے ہیں۔

(۱) کنز الحقائق، ص:۵، فصل البدعة، شوکتِ اسلام، بنگلور۔

بیسواں مسئلہ

صلاۃ وسلام بہ حالتِ قیام
کتاب وسنت کی روشنی میں

صلاۃ وسلام بہ حالت قیام کی دلیلیں:

حضور سید الانبیاء، افضلُ المرسلین ﷺ پر ''صلاۃ'' بھیجنا سنتِ الٰہیہ ہے اور سنتِ ملائکہ بھی، اللہ عزوجل نے تمام اہل ایمان کو رسول اللہ پر صلاۃ وسلام بھیجنے کا حکم بھی دیا ہے اور ہمیشہ سے مسلمانوں کا تعامل بھی اس پر رہا ہے، تو یہ صلاۃ وسلام کم از کم مندوب ومستحسن ضرور ہے۔ ہم یہاں اس کے ثبوت میں چند دلائل پیش کرتے ہیں:

پہلی دلیل:

(۱) قرآن مقدس شاہد ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝'' (۱)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر، اے ایمان والو تم بھی ان پر صلاۃ وسلام بھیجو۔

اس آیت کریمہ میں ''صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝'' [تم نبی پر صلاۃ وسلام بھیجو] مطلق ہے

---

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ الأحزاب: ۳۳، الآیۃ: ۵۶.

جس کے عموم میں بیٹھ کر، کھڑے ہوکر، لیٹ کر، تنہائی میں، مجمع میں، پست آواز سے، بلند آواز سے، مسجد میں اور خارج مسجد ہر جگہ اور ہر حال میں "صلاۃ وسلام" بھیجنا شامل ہے۔ اس لیے محفل میلاد النبی ﷺ کے اختتام پر اہل اسلام کا کھڑے ہوکر بلند آواز سے صلاۃ وسلام پڑھنا بھی اس آیت کے اطلاق کا حصہ ہے اور اُن کا تعامل فی الواقع کتاب اللہ کی اس آیت پر عمل ہے۔

(۲) "عن أبي هريرة -رضي الله تعالى عنه-، قال: سمعتُ رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- يقول: . . . فإن صلاتكم تُبلّغني حيث كنتم."(۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تمھارا درود میری بارگاہ میں وہیں سے پیش کیا جاتا ہے جہاں تم رہتے ہو۔

(۳) "عن أنس، قال: قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-: مَن صلّى عليَّ صلاة واحدة صلى الله عليه عشر صلوات وحطّت عنه عشر خطيات ورفعت له عشر درجات."(۲)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے لیے دس درجے بلند فرماتا ہے۔

(۴) "عن عبد الله بن عمرو بن العاص أنّه سمع النبي -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- يقول: إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثلَ ما يقول، ثم صلّوا عليَّ فإنّه مَن صلّى عليَّ صلاة، صلى الله عليه بها عشرا."(۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ

---

(۱) سنن أبي داؤد، ص: ۲۳۳، كتاب المناسك / بابُ زيارة القبور، رقم الحديث: ۲۰۴۲، بيت الأفكار الدولية.

(۲) سنن النسائي، ص:۱۵۳، كتاب السّهو / باب الفضل في الصلاة على النّبي -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-، رقم الحديث: ۱۲۹۷، بيت الأفكار الدولية.

(۳) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۱۶۶، كتاب الصلاة / باب استحباب القول مثلَ قولِ المؤذن لمن سمعه، مجلس البركات، مبارك فور.

فرماتے ہوئے سنا کہ جب مؤذن کی آواز سنو تو جواب میں وہی کلمات تم بھی کہو، پھر مجھ پر درود پڑھو کیوں کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ تعالی اس کے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

یہ اور اس طرح کی احادیثِ کثیرہ میں "صلاۃ" یا درود بھیجنے کا لفظ مطلق ہے جو اپنے اطلاق کی وجہ سے محفل میلاد شریف کے شروع، درمیان اور آخر میں صلاۃ پڑھنے کو بھی شامل ہے اور ساتھ ہی کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پڑھنے کو بھی۔

(۵) ارشادِ باری ہے:

"لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ"(۱)

ترجمہ: تاکہ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر، اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

اس آیت کریمہ میں " وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ " [اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو] بھی مطلق ہے جو تعظیم وتوقیر کی تمام قسموں کو شامل ہے اور قیام بجائے خود اقسامِ تعظیم سے ہے اس لیے میلاد شریف کے آخر میں تعظیم نبوی کے قصد سے قیام کرنا اس آیت کریمہ پر عمل ہے۔

(۶) اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"(۲)

ترجمہ: تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

(۷) مزید ارشادِ ربانی ہے:

" لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ "(۳)

ترجمہ: ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکات دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرضِ حسن دو بے شک میں تمھارے گناہ اتار دوں گا اور ضرور تمھیں باغوں میں لے جاؤں

---

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ الفتح: ٤٨، الآیة: ٩.

(۲) القرآن الحکیم، سورۃ الأعراف: ٧، الآیة: ١٥٧.

(۳) القرآن الحکیم، سورۃ المائدۃ: ٥، الآیة: ١٢.

گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

ان آیات میں رسول اللہ ﷺ اور دوسرے مرسلین عظام علیہم السلام کی تعظیم کرنے والوں کو فلاح اور جنت کی بشارت ہے اور توقیر و تعظیم کا لفظ مطلق ہے جس کی وسعت میں ادب واحترام کے ساتھ قیام بھی شامل ہے۔

قیام اقسامِ تعظیم سے ہے:

ادب کے ساتھ قیام بھی اقسامِ تعظیم سے ہے جو کثیر احادیث نبویہ سے ثابت ہے، مثلاً:

(۸) حضور سید عالم ﷺ کا حضرتِ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا۔

اور حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سرکار دو عالم ﷺ کے لیے قیام کرنا۔

عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ -رضى الله عنها- أَنَّهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلاً . . . مِنْ فَاطِمَةَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهَا، كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ . وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا.(۱)

ترجمہ: ام المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے وقار، سیرت، حسن سلوک میں حضرت فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو سرکار کی طرح نہیں دیکھا۔

جب حضرت فاطمہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور ان کے لیے کھڑے ہو جاتے، ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے، پھر اپنی جگہ بٹھاتے اور جب حضور ﷺ ان کے پاس جاتے تو وہ حضور کے لیے کھڑی ہو جاتیں، دست مبارک پکڑ کر بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ بیٹھاتیں۔

(۹) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انصار کو قیام کا حکم دینا۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ بَنُو قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدٍ، - هُوَ ابْنُ مُعَاذٍ - بَعَثَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم - وَكَانَ قَرِيبًا مِنْهُ فَجَاءَ، عَلَى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-: قُومُوا إِلَى ''سَيِّدِكُمْ'' فَجَاءَ فَجَلَسَ

---

(۱) سنن أبي داؤد، ص: ۵۶۰،أول كتاب الأدب / باب ما جاء في القيام ، رقم الحديث: ۵۲۱۷، بيت الأفكار الدولية.

إِلَى رَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- .[1]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے جب بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ کے حکم ہونے پر راضی ہو گئے تو حضور ﷺ نے حضرت سعد کے پاس قاصد بھیجا اور وہ حضور کے قریب تھے، پھر وہ خچر پر سوار ہو کر ان کے پاس گئے جب سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے قریب ہوئے تو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ، پھر حضرت سعد سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس آکر بیٹھ گئے۔

(۱۰) مجلس انور سے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے تشریف لے جانے کے وقت صحابۂ کرام کا کھڑا ہونا، اور حجرۂ شریفہ میں داخل ہونے کے وقت تک کھڑا رہنا۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَهُوَ يُحَدِّثُنَا كَانَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- يَجْلِسُ مَعَنَا فِي الْمَجْلِسِ يُحَدِّثُنَا "فَإِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتَّى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوتِ أَزْوَاجِهِ" فَحَدَّثَنَا يَوْمًا "فَقُمْنَا حِينَ قَامَ.[2]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ مجلس میں بیٹھ کر ہم سے باتیں کرتے جب حضور کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے اور اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ حضور کو دیکھتے کہ اپنی بعض ازواج کے مکان میں تشریف لے گئے، پھر ایک دن حضور نے ہم سے حدیث بیان فرمائی اور جب سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کھڑے ہوئے تو ہم لوگ بھی کھڑے ہو گئے۔

(۱۱) حضور ﷺ کو مسجد نبوی شریف میں آتے ہوئے دیکھ کر کھڑا ہونا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ - لاَ أَعْلَمُهُ إِلاَّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- قَالَ : لاَ تَقُومُوْا حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ.[3]

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اس وقت

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۲، ص: ٤٢٧، كتاب الجهاد والسّير/ باب إذا نزل على حكم رجل، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) سنن أبي داؤد، ص:٥٢١، أول كتاب الأدب/ باب في أخلاق النبي، رقم الحديث: ٤٧٧٥، بيت الأفكار الدولية.

(۳) صحيح البخاري، ج:۱،ص: ١٢٤، كتاب الجمعة / باب المشي إلى الجمعة، مجلس البركات، مبارك فور.

تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے آتا ہوا نہ دیکھ لو۔ اور وقار کو لازم پکڑو۔

(۱۲) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشقتِ قیام کے باوجود نماز میں تعظیم نبوی کے لیے کھڑا رہنا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ، قُلْنَا : وَمَا هَمَمْتَ؟ قَالَ: هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ صلى الله تعالى عليه وسلم .[۱]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں ایک شب نماز پڑھی، آپ برابر قیام میں رہے، یہاں تک کہ میں نے ایک ناپسندیدہ بات کا ارادہ کیا، ہم نے پوچھا وہ کیا تھا؟ فرمایا کہ میں نے سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیام میں چھوڑ کر میں بیٹھ جاؤں۔

اور بسا اوقات سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا اسے ناپسند فرمانا بوجہِ تواضع ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ قیام تعظیمی ممنوع ہے، بلکہ اس سے مقصود محض اظہار تواضع ہے، یوں بھی عرفاً قیام کو اقسامِ تعظیم سے شمار کیا جاتا ہے۔

اطلاق سے استدلال سنت رسول وسنتِ صحابہ ہے:

ہم نے گزشتہ صفحات میں کتاب وسنت کے اطلاق سے استدلال کیا ہے کیوں کہ سلف وخلف سے لے کر آج تک علماے امت کے درمیان عموم واطلاق سے استدلال شائع وذائع ہے، یہاں تک کہ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اطلاق سے استدلال فرمایا، جیسا کہ یہ حدیث شاہد ہے:

(۱۳) عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى قَالَ:كُنْتُ أُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي رَسُولُ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم- فَلَمْ أُجِبْهُ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي. فَقَالَ أَلَمْ يَقُلِ اللهُ : {اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ} .[۲]

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱،ص: ۱۵۲، ۱۵۳، كتاب التهجّد / بابُ طولِ الصلاة في قيام اللّيل، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) ● صحيح البخاري، ج:۲، ص:٦٤٢، كتاب التفسير/ باب ما جاء في فاتحة الكتاب.

● أيضا: ص: ۷٤۹، تكاب التفسير/باب فضل فاتحة الكتاب، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: حضرت ابو سعید بن معلّی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، میں نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے فوراً حاضر نہ ہو سکا، پھر (نماز سے فارغ ہو کر حاضر ہوا اور) عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔

تو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے:

"اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ۔"

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "حاضر ہو جانے" کا حکم مطلق دیا ہے جس کے اطلاق و عموم میں نماز و خارج نماز سب شامل ہیں اس لیے تم پر لازم تھا کہ نماز چھوڑ کر فوراً حاضر ہو جاتے۔

یہاں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصِ قطعی کے اطلاق سے اپنے صحابی کے عذر کو مسترد کرتے ہوئے ان پر حجت قائم فرمائی جس سے "المُطلقُ يَجري على إطلاقه" کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

وہ صحابیِ رسول بھی صاحبِ زبان تھے انھیں اطلاق کا یہ عموم و شمول معلوم تھا، مگر فرمان خداوندی ہے:

(۱۴) "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا ... وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾"(۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! ... اپنے عمل باطل نہ کرو۔

جس سے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ "حاضری کے اطلاق" میں نماز کی حالت شامل نہیں ہے، اس لیے نماز پوری ہونے تک تاخیر کی گنجائش سمجھی جا سکتی تھی، مگر سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے "اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ" سے استدلال فرما کر انھیں آگاہ فرمایا کہ رسول کا بلانا، اللہ کا بلانا ہے اور اللہ کے بلانے پر نماز چھوڑنے سے نماز باطل نہیں ہوگی، اس لیے رسول کے بلانے پر بھی نماز چھوڑنے سے نماز باطل نہ ہوگی، لہٰذا "حاضری کا حکم" پورے طور پر اپنے اطلاق پر جاری ہوگا۔

(۱۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح کا ایک واقعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی بیان کیا ہے، وہ بھی نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے فوراً حاضرِ بارگاہِ رسالت نہ ہوئے اور خدمت اقدس میں کچھ دیر سے حاضری کا یہی عذر پیش کیا تو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے آیت کریمہ: "اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ"

---

(۱) القرآن الحكيم، سورة محمد ﷺ: ٤٧، الآية: ٣٣.

کے اطلاق سے ان پر حجت قائم فرمائی:

قَالَ « أَفَلَمْ تَجِدْ فِيمَا أَوْحَى اللهُ إِلَيَّ أَنِ (اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ) ». قَالَ بَلَى وَلاَ أَعُودُ إِنْ شَاءَ اللهُ.[1]

ترجمہ: سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا تم نے وحیِ قرآنی میں یہ فرمان نہیں پایا کہ "جب اللہ اور رسول تمھیں بلائیں تو حاضر ہو جاؤ۔" عرض کیا سنا ہے اور اب ان شاء اللہ تعالی دوبارہ ایسا نہیں کروں گا۔

(۱۶) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ ... ثُمَّ رَكِبَ وَرَكِبْتُ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَوْمِ وَقَدْ قَامُوا فِي الصَّلَاةِ يُصَلِّي بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً، فَلَمَّا أَحَسَّ بِالنَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ، فَصَلَّى بِهِمْ.[2]

ترجمہ: عروہ بن مغیرہ کا بیان ہے کہ ان کے والد حضرت مُغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ نے بتایا کہ ... پھر حضور سوار ہوئے اور میں بھی سوار ہوا، یہاں تک کہ ہم لوگ قافلے میں اس وقت پہنچے جب وہ حضرات نماز (فجر) شروع کر چکے تھے، انھیں حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نماز پڑھا رہے تھے اور وہ ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔

جب انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی آہٹ محسوس کی تو پیچھے ہٹنے لگے، نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انھیں اشارے سے اپنی جگہ برقرار رہنے کا حکم دیا تو انھوں نے نماز پوری کی۔

(۱۷) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ ... فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ ... ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى.[3]

---

(۱) جامع الترمذي، ج:۲،ص: ۱۱۱، أبوابُ فضائل القرآن عن رسول الله ﷺ/ بابُ ما جاء في فضل فاتحة الكتاب، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) الصحيح لمسلم، ج:۱،ص:۱۳٤، كتاب الطهارة/ بابُ المسح على الخفّين، مجلس البركات، مبارك فور.

(۳) الصحيح لمسلم، ج:۱،ص:۱۷۹، كتاب الصلاة/ بابُ تقديم الجماعة مَن يصلي بهم إذا تأخّر الإمام ولم يخافوا مفسدةً بالتقديم، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے ۔۔۔ تو حضرت ابو بکر نماز پڑھانے لگے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگ نماز میں تھے ۔۔۔ پھر حضرت ابو بکر پیچھے ہٹنے لگے یہاں تک کہ صف میں ٹھیک سے کھڑے ہوگئے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر امامت شروع کر دی۔

(۱۸) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَلَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ سَمِعَ أَبُو بَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قُمْ مَكَانَكَ.(۱)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکر مسجد میں تشریف لائے اور حضرت ابو بکر صدیق نے حضور کی آہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو۔

ان تین حدیثوں میں الگ الگ تین واقعات کا بیان ہے اور سب کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عمرو بن عوف اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز کی امامت کر رہے تھے، اسی دوران نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ حضرات اپنے مصلے سے پیچھے ہٹنے لگے، یہ پیچھے ہٹنا بلا شبہہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے تھا جس کے بارے میں کتاب اللہ کے یہ مطلق احکام رہنمائی کر رہے تھے:

(۱۹) ”يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ“(۲)

ترجمہ: اے ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

اس آیت کریمہ میں ”آگے نہ بڑھو“ کا لفظ مطلق ہے جو نماز اور بیرونِ نماز دونوں حالتوں کو عام ہے اس لیے وہ حضرات عین حالتِ نماز میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی آہٹ محسوس کر کے پیچھے ہٹنے لگے۔

(۲۰) ”لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ“(۳)

ترجمہ: تاکہ اے لوگو، تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

اس آیت مبارکہ میں ”تعظیم و توقیر“ کا حکم مطلق ہے جو نماز اور بیرونِ نماز تمام احوال کو

---

(۱) الصحيح لمسلم، ج:۱،ص:۱۷۸، ۱۷۹، كتاب الصلاة/ باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض . . . مَن يصلّي بالناس، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) القرآن الحكيم، سورة الحجرات:٤٩،الآية:١ .

(۳) القرآن الحكيم، سورة الفتح:٤٨،الآية:٩.

شامل ہے اس لیے بھی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور ﷺ کی آمد کا احساس ہوتے ہی امامت کے مقام سے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا اور ان تمام واقعات میں نہ تو صحابہ کرام نے کبھی نکیر کیا، نہ ہی حضور افصح العرب والعجم ﷺ نے کبھی نکیر فرمایا، بلکہ آپ نے ان کے عمل کو برقرار رکھا، اور خود صحابہ کرام نے بھی بعض واقعات میں تالیاں بجا بجا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیچھے ہٹنے کے لیے آگاہ کیا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عام طور پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ معلوم تھا کہ مطلق اپنے عموم واطلاق پر جاری رہتا ہے۔

ہاں حضرت ابو سعید بن معلی اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے مطلق قرآنی کو بیرون نماز کی حد تک عام سمجھا، جس پر سرکار دو عالم ﷺ نے انھیں تنبیہ فرمائی۔

یہ شرح وبیان اس امر کے اذعان کے لیے ان شاء اللہ کافی ہے کہ مطلق اپنے اطلاق و عموم پر جاری رہتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ کسی نص سے تقیید ثابت ہو تو اس کا لحاظ بھی ہوتا ہے مگر ان نصوص میں تو مطلق اپنے اطلاق پر ہی ہے اور وہی ہمارے استدلال کی بنیاد ہے۔

یہاں اس امر میں شبہہ نہیں کیا جا سکتا کہ ان جلیل القدر صحابہ کرام نے حالت نماز اور بالخصوص حالت قیام میں پیچھے ہٹ کر رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کا مظاہرہ کیا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حالت قیام میں پیچھے ہٹنا بھی اقسام تعظیم سے ہے۔

ہم نے قیام تعظیمی کے ثبوت کے لیے کتاب و سنت کے جن نصوص سے استدلال کیا ہے وہ اپنے اطلاق کی وجہ سے تعظیم کی ہر قسم کو شامل ہیں، لہذا سید المرسلین ﷺ کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے گی محمود و مستحسن قرار پائے گی اور الگ الگ خاص خاص طریقوں کے لیے ثبوت پیش کرنے کی حاجت نہ ہوگی، ہاں اگر کسی خاص طریقے کی ممانعت کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ سے ثابت ہو تو خاص وہ طریقہ ممنوع ہوگا جیسے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو تعظیم کے قصد سے سجدہ کرنا، کہ یہ ہماری شریعت میں ممنوع ہے، لہذا تعظیم کی یہ قسم ناجائز ہوگی۔ مگر رسول اللہ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا شرعاً ممنوع نہیں جیسا کہ ہم نے گزشتہ سطور میں اس کے شواہد بھی پیش کیے ہیں اس لیے یہ جائز و مستحسن ہے۔

کھڑے ہو کر صلاۃ، یا صلاۃ وسلام پڑھنے کی نظیر:

شریعت میں بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر ہر طرح صلاۃ وسلام پڑھنے کی نظیر موجود ہے، چنانچہ نماز میں بیٹھ کر صلاۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اور نماز جنازہ میں کھڑے ہو کر اور روضۂ انور پر حاضری کے وقت تو عالم اسلام کا ہر شخص کھڑے ہو کر ہی صلاۃ وسلام عرض کرتا ہے، تو یہ عامۂ مسلمین کا قیام تعظیمی پر تعامل، بلکہ اجماع ہوا۔

دوسری دلیل:

صدہا سال سے امت کا سوادِ اعظم اس قیام کے استحسان کا قائل ہے، بلکہ قرناً فقرناً تمام بلادِ اسلام میں بے شمار علما، صلحا، اولیا اور عامۂ اہل سنت کا اجماع ہے۔

اور اجماع بجائے خود ایک مستقل حجت ہے جو احادیثِ متواتر المعنٰی سے ثابت ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اسے واضح کیا گیا ہے اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے سوادِ اعظم کی پیروی کا حکم بھی دیا ہے۔

چند احادیث ملاحظہ ہوں:

(۲۱) حَدَّثَنِي أَبُو خَلَفٍ الأَعْمَى، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ-، يَقُولُ: ''إِنَّ أُمَّتِي لاَ تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُ اخْتِلاَفًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الأَعْظَمِ.''[۱]

ترجمہ: ابو خلف اعمیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ میری امت گمرہی پر جمع نہ ہوگی، لہٰذا جب تم اختلاف دیکھو تو سوادِ اعظم کی پیروی اپنے اوپر لازم کرلو۔

(۲۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صلّى الله تعالى عليه وسلَّمَ- قَالَ: «إِنَّ اللهَ لاَ يَجْمَعُ أُمَّتِي -أَوْ قَالَ: أُمَّةَ مُحَمَّدٍ -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ- عَلَى الضَّلاَلَةِ وَيَدُ اللهِ على الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ، شَذَّ إِلَى النَّارِ».[۲]

---

(۱) سنن ابن ماجه، ص: ٤٢٤، كتاب الفتن / باب السّواد الأعظم، رقم الحديث: ٣٩٥٠، بيت الأفكار الدولية.

(۲) جامع الترمذي، ج: ۲، ص: ۳۹، كتاب الفتن/ بابُ لزوم الجماعة، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کو -یا فرمایا- اُمّتِ محمد ﷺ کو گم رہی پر نہیں جمع فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ کا دست رحمت جماعت پر ہے اور جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

(۲۳) عن عبد الله بن دینار، عن ابن عمر قال: قال رسولُ الله صلّی الله علیه و اٰلهٖ و سلَّمَ-: "لا یجمع اللهُ هذه الأمةَ علی الضَّلالة أبدا" و قال: "یدُ الله علی الجماعة، فاتّبعوا السَّواد الأعظم، فإنه من شَذَّ، شُذّ في النار".[۱]

ترجمہ: عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- نے ارشاد فرمایا: اللہ عزّ وجلّ اس امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ کا دستِ قدرت جماعت پر ہے تو سوادِ اعظم کی پیروی کرو، جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

الغرض محفل میلاد شریف کے اختتام پر کھڑے ہو کر با ادب صلاۃ وسلام پڑھنا سواد اعظم کا معمول ہے جس کا جواز واستحسان کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ سے ثابت ہے اس لیے اسے بدعتِ ضالّہ کہنا خود ضلالت ہے۔

---

(۱) المستدرك للحاكم، ج:۱، ص: ۱۱۵، کتاب العلم/ بابُ لا یجمع الله هذه الأمّة علی الضلالة أبدًا، مجلس دائرة المعارف، حیدر آباد.

تیسرا باب

فروعی مسائل کے بیان میں

تمہید

اب ہم چند فقہی، فروعی مسائل ایسے پیش کرتے ہیں جن میں ائمۂ حنفیہ کا مذہب مرجوح یا ضعیف حدیثوں پر مبنی سمجھا جاتا ہے حالاں کہ وہ ان فروع میں بھی عامل بالسُّنّۃ ہیں، ساتھ ہی ہم دوسرے ائمۂ مذہب کے دلائل بھی نقل کریں گے تاکہ یہ عیاں ہو سکے:

(الف) چاروں مذاہب کی بنیاد کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ پر ہے، یہ الگ بات ہے کہ اجتہاد میں کوئی منزل صواب تک پہنچ گیا، تو وہ دونے اجر کا حق دار ہوا، اور کوئی منزلِ صواب تک نہ پہنچ سکا تو ایک ہی اجر کا حق دار ہوا اور بہت سے مسائل تو اجماعی بھی ہیں جو خطا سے محفوظ ہیں جیسا کہ احادیث متواتر المعنیٰ اس کی شاہد ہیں اور ان میں سے بعض مسائل ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس باب میں ذکر بھی کریں گے۔

الغرض مقصد سب کا اتباعِ سنتِ رسول ہے، ہم سب کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے اور سب کا احترام کرتے ہیں۔ مگر فرقۂ وہابیہ کے ارکان عموماً انھی چاروں اماموں کے مذاہب سے مسائل کا انتخاب کر کے انھیں اپنا مذہب بناتے ہیں، ساتھ ہی ان مذاہبِ حقہ کے اتباعِ حدیث پر انگشت نمائی کرتے ہیں۔

(ب) عامۂ امتِ مسلمہ نے اجتہادی مسائل میں ان ائمۂ کرام کی پیروی کی ہے کیوں کہ یہ اجتہاد کر نہیں سکتے تھے اور تخییر کی صلاحیت بھی عموماً ناپید تھی، ساتھ ہی "اتباعِ ہویٰ" کا خطرہ بھی تھا، تاہم جو ان میں صاحبِ فہم و فراست تھے انھوں نے اپنے اپنے ائمہ کے دلائلِ کتاب و سنت میں کامل غور و فکر کر کے یہ روشن و عیاں فرمایا کہ ان کے امام کا مذہب راجح اور واجب الاتباع ہے، انھوں نے اندھی تقلید نہیں کی ہے، بلکہ تقلیدِ ائمہ کی راہ سے تمسّک بالکتاب والسُّنّۃ کیا ہے۔

اس لیے ہم یہاں انھی مذاہبِ حقہ کے چند فقہی مسائل ایسے پیش کرتے ہیں جن میں ان بزرگوں کے درمیان اجتہادی اختلاف ہے اور غیر مقلدین نے انھی میں سے بعض مذاہب کو بہت ہی مضبوط اور مستحکم حدیثوں پر مبنی گمان کر کے اختیار کیا ہے، اس حیثیت سے اب راقم السطور کا روئے سخن انھی کی طرف ہو گا، ہم یہاں بیانِ مذاہب میں اپنے ائمہ کرام کا نام لیں گے مگر ہماری یہ مجال نہیں کہ ان کے دلائل پر نقد و نظر پیش کریں۔ ہاں ان کے مذہب اور دلائل کو اب ان مدعیانِ احادیث نے اختیار کر لیا ہے تو ان کو سمجھانے کے لیے کچھ بحثیں ضرور کریں گے، تاکہ انھیں کچھ عبرت حاصل ہو۔

اکیسواں مسئلہ

وضو میں نیت فرض ہے یا سنت

احادیثِ نبویہ کی روشنی میں

وہابی اہل حدیث ائمۂ ثلثہ رحمۃ اللہ علیہم وضو میں نیت کو فرض قرار دیتے ہیں۔[۱] جب کہ مذہب حنفی میں یہ سنت ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

(۱) عن عمر بن الخطاب -رضی الله عنه- قال: قال رسولُ الله -صلی الله تعالیٰ علیه وسلَّمَ-: اِنّما الأعمالُ بالنِّیاتِ.[۲]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں۔

وہابیہ اہل حدیث کی دلیل

یہ ہے کہ اعمال کی صحت نیتوں کے ساتھ ہے اور حدیث میں اعمال سے مراد عبادات ہیں اس لیے ثابت ہوا کہ عبادات کی صحت نیت کے ساتھ ہے، تو صحت کے لیے نیت شرط ہوئی۔

---

(۱) کنز الحقایق من فقه خیر الخلایق ص:۱، کتاب الطهارة، شوکت الإسلام، بنغلور.

(۲) صحیح البخاري، ج:۱، ص:۲، بابُ کیف کان بدء الوحي إلی رسول الله -صلی الله تعالی علیه وسلم-، مجلس البرکات.

ہمارے علما فرماتے ہیں کہ وضو عبادت بھی ہے اور طہارت بھی۔ تو ہمیں یہ تسلیم ہے کہ بغیر نیت کے وضو پر ثواب نہ ملے گا، لیکن یہ تسلیم نہیں کہ اعضا پر مَاء مطہِّر (پاک کرنے والے پانی) کے بہانے سے طہارت بھی نہ حاصل ہوگی۔ وضو کا عبادت نہ ہونا الگ چیز ہے اور طہارت و مفتاحُ الصلاۃ ہونا الگ چیز، جیسے پیاسے کو پانی پلانا ثواب ہے۔ اب کوئی ثواب کی نیت سے پلائے تو اسے ثواب بھی ملے گا اور پیاسا سیراب بھی ہوگا۔

لیکن اگر کوئی دکھانے کے لیے پلائے تو ثواب نہیں پائے گا، ہاں پیاسا سیراب ضرور ہوگا۔

یوں ہی کوئی شخص طاہر ہونے کے لیے وضو کرے اور نیت عبادت کی ہو تو وہ طاہر بھی ہوگا اور اسے ثواب بھی ملے گا، لیکن اگر نیت عبادت کی نہیں ہے تو ثواب نہیں ملے گا، ہاں طاہر ضرور ہو جائے گا۔

حدیث پاک کی مراد یہ نہیں ہے کہ کسی عمل کا شرعی وجود بغیر نیت کے نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ جمیع اعمال شرعیہ کا ثواب چاہے وہ عباداتِ مقصودہ ہوں یا غیر مقصودہ بغیر نیت کے نہیں مل سکتا۔

حنفی مذہب کی دلیل

حدیث "إنما الأعمال بالنیات" کی تفہیم:

یہ حسن اتفاق ہے کہ حنفی مذہب کی دلیل بھی وہی حدیث ہے جو ائمۂ ثلاثہ کی دلیل ہے، اور آج کل کے اہل حدیث نے بھی اسے اپنی دلیل بنا لیا ہے۔ اس لیے ہم یہاں وہ حدیث مکمل نقل کرتے ہیں تاکہ حدیث نبوی کا معنیٰ مراد بخوبی عیاں ہو جائے۔

مکمل حدیث یہ ہے:

"عن عمر بن الخطّاب –رضی اللہ تعالیٰ عنہ– قال: قال رسولُ اللہ –صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّمَ–: إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى ● فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ ● وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا ● أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا– فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ." (۱)

(۱) صحیح البخاري ج:۱، ص:۲، باب کیف کان بدء الوحي إلی رسول اللہ –صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّمَ–، مجلس البرکات.

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اعمال محض نیتوں کے ساتھ ہیں اور مرد کے لیے وہی چیز ہے جس کی اس نے نیت کی لہٰذا ● جس کی ہجرت اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے ہے۔ ● اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لیے ہو ● یا کسی عورت سے نکاح کی خاطر ہو تو اس کی ہجرت اس کے لیے ہوگی جس کے لیے اس نے ہجرت کی ہے۔"

اس حدیث میں "صحّة" یا "ثواب" کا لفظ مقدر ہے مگر "صحّة" کا لفظ مقدر ہونا اختلافی امر ہے جب کہ "ثواب" کے مقدر ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اس امر پر اجماع ہے کہ ثواب بغیر نیت کے حاصل نہیں ہوگا۔ لہٰذا ایسا ہی لفظ مقدر ماننا چاہیے جو حکم اجماعی، قطعی کا افادہ کرے۔ (۱)

حدیث "إنما الأعمال بالنيات" میں تین طرح کے مہاجرین کا ذکر ہے:

اس حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین طرح کے مہاجرین کا ذکر کیا ہے۔

- جس نے اللہ و رسول کے لیے ہجرت کی۔
- جس نے دنیا مثلاً تجارت کے لیے ہجرت کی۔
- جس نے کسی عورت کے لیے ہجرت کی۔

اُس زمانے میں ہجرت فرض تھی، اور اہم طاعت و عبادت تھی پھر بھی کچھ لوگوں نے طاعت و عبادت کی نیت سے ہجرت نہیں کی، بلکہ دنیا کے لیے یا کسی عورت کے لیے ہجرت کی اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن حضرات کو ہجرت کے اعادہ کا حکم نہیں دیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ طاعات و عبادات کی صحت اور ان کے وجود شرعی کے لیے نیت ضروری نہیں ہے، ہاں ثواب اسی وقت حاصل ہوگا جب اللہ و رسول کے لیے ہجرت کی جائے اس لیے حدیثِ نبوی کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کا ثواب نیتوں کے ساتھ ہے۔

اس کے برخلاف وہابی اہل حدیث طاعات و عبادات کی صحت اور وجودِ شرعی کے لیے نیت کو

---

(۱) فواتح الرحموت بشرح مسلّم الثبوت، ص:۳۰۰، ج:۱، مسئلة : المقتضى ما استدعاه صدق الكلام، دار إحياء التراث، بيروت.

فرض قرار دیتے ہیں حالاں کہ یہ مراد حدیث کے خلاف ہے۔

بحر العلوم حضرت مولانا عبد العلی لکھنوی ثم مدراسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"ثم إنه لا حاجة كثيراً إلى التّمسك بالإجماع، فإن شأن نزول هذا الحديث الهجرةُ، فإنَّ هجرة الأكثر كانت لِمَحبّة الله و رسوله وهجرةَ البعض لِكسبِ الدنيا من التجارة والنكاح، فقال رسول الله -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلم- هذا القول. و يدلُّ عليه سياقه أيضًا ولم يأمر بتجديد الهجرة مع كونها فرضا، فعُلم أَنَّ "الصّحّة" غير مقدرة ولو كانت لَفَسَدَتِ الهجرة، لأنها المورد، و أمرَ -عليه السلام- بالتجديد.[1]

ترجمہ: "پھر اجماع سے استدلال کی چنداں حاجت نہیں کیوں کہ اس حدیث کی شانِ نزول ہجرت ہے اور ہجرت اکثر صحابہ نے اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے کی تھی اور بعض صحابہ نے تجارت و نکاح کی غرض سے کی تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ: اعمال محض نیتوں کے ساتھ ہیں۔ اس پر سیاق حدیث بھی دلالت کرتا ہے۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجدید ہجرت کا حکم نہ فرمایا حالاں کہ اُس وقت ہجرت فرض تھی تو معلوم ہوا کہ حدیث پاک: "إنّما الأعمال بالنِّيات" میں "صِحّة" کا لفظ نہیں مقدر ہے، (بلکہ "ثواب" مقدر ہے یعنی "ثوابُ الأعمال") اور اگر صِحّة کا لفظ مقدر ہوتا تو ہجرت فاسد ہو جاتی کیوں کہ ہجرت ہی کا حکم بیان کرنے کے لیے تو حدیث وارد ہوئی ہے، وہی اس کا سببِ نزول ہے۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور تجدیدِ ہجرت کا حکم صادر فرماتے۔"

حدیث پاک کے سببِ نزول سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ ارشادِ نبوت کا مفہوم صرف یہ ہے کہ اعمال شرعیہ پر ثواب کا مدار نیتوں پر ہے، لہٰذا نیت اللہ اور رسول کی اطاعت کی ہے تو ثواب ملے گا، ورنہ نہیں تو پھر یہی حکم وضو کا بھی ہے کہ اطاعت کی نیت سے وضو کرے تو ثواب ملے گا، ورنہ نہیں۔

رہا وضو یا طہارت کا حصول تو وہ نیت پر نہیں موقوف ہے اس لیے وضو کرے گا تو طہارت ہو جائے گی، جیسے ہجرت کرنے سے ہجرت ادا ہو گئی۔

---

(۱) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ص: ۳۰۰ و ۳۰۱، ج: ۱، مسئلة: المقتضى ما استدعاه صدق الكلام، دار إحياء التراث، بيروت.

بائیسواں مسئلہ

نماز میں قہقہہ سے وضوٹوٹ جاتا ہے

احادیث نبویہ سے روشن ثبوت

اب ہم قصداً ''نماز میں قہقہہ کے ناقضِ وضو ہونے کا مسئلہ'' یہاں زیر بحث لاتے ہیں جس کی بنیاد بظاہر احادیثِ صحیحین پر نہیں ہے، بلکہ ائمۂ حنفیہ نے جن حدیثوں سے استدلال کیا ہے ان پر کلام بھی کیا گیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ حدیثیں ضعیف ہیں، مگر حق یہ ہے کہ ● اس مسئلے کی بنیاد بھی احادیثِ صحیحین پر ہے ● اور غیر صحیحین کی جن حدیثوں کو ضعیف بتایا گیا ہے وہ کم از کم مجموعی حیثیت سے حَسَن و قابلِ حجت ضرور ہیں۔

اس طرح مذہبِ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی بنیاد، دو انواع کی حدیثوں پر ہے:

نوعِ اول: غیر صحیحین کی احادیث، جو خاص نماز میں قہقہہ کے تعلق سے وارد ہیں۔

نوعِ دوم: صحیحین وغیرہ کی احادیث، جو مشتبہات میں احتیاط کے تعلق سے وارد ہیں۔

یہ دونوں انواع کی حدیثیں مجموعی حیثیت سے مذہب امام اعظم کی دلیل ہیں، اب ہم وہ مسئلۂ خاص اور اس کے بارے میں ائمہ کے مذاہب بیان کرتے ہیں.

ائمہ کے مذاہب: ایسی نماز جو رکوع و سجدہ والی ہو اس میں بلند آواز کی ہنسی سے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اسے ناقضِ وضو نہیں مانتے، چناں چہ وہ خود ارقام فرماتے ہیں:

"لا وضوء من كلامٍ و إن عظم و لا ضحكٍ في صلوٰة و لا غيرها." [۱]

ترجمہ: کلام سے وضو نہیں ہے اگرچہ وہ بڑی بات ہو اور نہ ہی ہنسنے سے، یہ ہنسی نماز میں ہو، خواہ اس سے باہر۔

بلکہ بقول علامہ ابن رشد اندلسی امام اعظم کے سوا، اس مسئلہ خاص میں کوئی اس کا قائل نہیں ہے کہ قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ [۲]

لیکن امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ صحابیِ رسول ● حضرت ابو موسیٰ الاشعری ● امام حسن بصری ● امام ابراہیم نخعی ● امام سفیان ثوری ● امام محمد بن سیرین ● امام اوزاعی ● اور امام عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی مسلک ہے۔ [۳]

عقل وقیاس کا مقتضا یہی ہے کہ قہقہہ نماز میں ہو، یا غیر نماز میں، کسی بھی حالت میں ناقض وضو نہیں ہونا چاہیے لیکن امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقل وقیاس کے تقاضے کو ایک حدیثِ نبوی کی بنیاد پر ترک کر دیا ہے کیوں کہ اس میں احتیاط فی الدین ہے۔

مذہب حنفی کے دلائل

مذہب حنفی کی بنیاد دو انواع کی حدیثوں پر ہے

نوع اول کی احادیث:

(۱) روىٰ أبو حنيفة عن منصور بن زاذان الواسطي، عن الحسن، عن مَعبد بنِ أبي معبد الخزاعى عن النبي –صلى الله تعالىٰ عليه وسلَّم– قال: بينما هو في الصَّلوٰة إذ أقبل أعمىٰ يريد الصّلوٰة، فوقع في رَكِيَّة فاستضحك القوم، فقهقهوا فلما انصرف –صلى الله تعالىٰ عليه وسلم– قال: "من كان منكم قَهْقَهَ فَلْيُعِدِ الوضوء والصَّلوٰة." [٤]

---

(١) كتابُ الأم، ص:٣٥، ج:١، كتاب الطهارة/ باب الكلام والأخذ من الشارب، دارالفكر.

(٢) بداية المجتهد، ص:٤٠، الباب الرابع في نواقض الوضوء/ المسئلة السادسة، دارُ المعرفة، بيروت، لبنان.

(٣) البناية في شرح الهداية ج:١، ص:٢٣٥، كتاب الطهارات/ مسئلة فساد الصلاة من القهقهة.

(٤) فتح القدير، ج:١، ص:٥٢، عن مسند أبي حنيفة، كتاب الطهارات/ فصلٌ في نواقض الوضوء، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان ● وبركات رضا، فور بندر، غجرات.

ترجمہ: منصور بن زاذان واسطی حضرت حسن بصری سے، وہ معبد بن ابو معبد خزاعی سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے راوی کہ حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی اثنا میں ایک نابینا نماز کے ارادہ سے آئے اور ایک گڈھے میں گر پڑے تو لوگ کھِل کھلا کر ہنس پڑے، جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ "تم میں سے جس جس نے قہقہہ لگایا ہے وہ دوبارہ وضو کرے اور نماز لوٹائے۔"

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بعض مورخین نے جو یہ بدگمانی پھیلا رکھی ہے کہ وہ قیاس ورائے پر عمل کرتے تھے غالباً ان کے سامنے امام کے اس قسم کے مسائل نہیں تھے اس وجہ سے ان میں یہ جرأت پیدا ہوئی۔ اس حدیث کے پیش نظر امام کا قیاس کو ترک کر دینا اس بات کی واضح نشان دہی کرتا ہے کہ وہ حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

قہقہہ کو ناقض وضو ماننے سے انکار کی وجہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قہقہہ کو ناقض وضو ماننے سے انکار کرتے ہیں اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں:

ایک یہ کہ ممکن ہے ان تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو اور یہ حکم عقل و قیاس کے خلاف ہے جیسا کہ حضرت حسن بن زیاد کے ساتھ ان کے ایک مناظرے سے عیاں ہوتا ہے۔ (۱)

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہ ہو۔ جیسا کہ بعض محدثین اس حدیث کی صحت سے انکار کرتے ہیں۔ چناں چہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ "قہقہہ کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ محدثین کی اصطلاح کے مطابق "صحیح" نہیں تو وہ حسن ہو سکتی ہے۔ (۲)

بعض محدثین اس حدیث کی سند پر یہ تنقید کرتے ہیں کہ اس کے آخری راوی معبد کی صحابیت ثابت نہیں ہے اور یہ پہلا شخص ہے جس نے بصرہ میں مسئلہ قدر کے متعلق گفتگو کی اور اس کا منکر ہوا۔ (۳)

لیکن حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ان ناقدین کو اشتباہ ہو گیا، معبد نام کے دو راوی ہیں **ایک** معبد جہنی،

---

(۱) نصب الراية، ج:۱، ص:۵۳، قاله ابن عدي في الكامل في ترجمة الحسن بن زياد رحمهٗ الله تعالى.

(۲) البناية في شرح الهداية، ج:۱، ص:۲۳٤، كتاب الطهارات/ القهقهة في الصلاة.

(۳) البناية في شرح الهداية، ص:۲۳۱، كتاب الطهارات/ القهقهة فى الصلاة.

دوسرے معبد خزاعی۔

معبد خزاعی کی صحابیت مسلّم ہے۔ چناں چہ ابن مندہ اور ابو نعیم نے ان کو صحابہ میں شمار کیا اور اس کی دلیل یہ پیش کی کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت فرمائی تو اُم معبد کے خیمہ کے پاس سے گزرے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معبد کو بھیجا - اور وہ بچے ہی تھے - کہ بکری کو میرے پاس لاؤ۔ اور اس سند میں معبد خزاعی ہی مراد ہیں۔[1]

اور جس **معبد** پر تنقید کی گئی ہے وہ معبد جہنی ہے علاوہ ازیں امام عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے:

"ثم لو سلَّمنا أنه الجهني المتكلِّم في القدر، فلا نسلِّم أنه لا صحبة له، قال أبو عمر ابن عبد البَر في كتاب الاستيعاب: ذكرهُ الواقدي في الصّحابة وقال: أسلم قديما، وهو أحد الأربعة الذين حملوا الوية الجهنية يوم الفتح قال: وقال أبو أحمد في الكنىٰ وابنُ أبي حاتم كلاهما: له صحبة، وقال الذهبي في "تجريد الصحابة": معبدُ بن خالد الجهني أبُورفاعة شهد الفتح، له رواية. قال ابن عدي: قال لنا ابن حماد: وهو معبد هو الذي ذكره البخاري في كتاب "تسمية الصحابة".[2]

ترجمہ: پھر اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ یہ معبد وہی جہنی ہے جس نے مسئلہ قدر میں کلام کیا ہے، تو یہ تسلیم نہیں کہ انھوں نے حضور کی صحبت نہیں پائی، امام ابو عمر ابن عبد البر نے "الاستیعاب" میں تصریح کی ہے کہ واقدی نے انھیں صحابہ میں شمار کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ وہ بہت پہلے اسلام لا چکے تھے اور یہ ان چار مجاہدین میں سے ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے روز جہنی جھنڈے اٹھا رکھے تھے۔ اور ابو احمد نے "کتابُ الکُنیٰ" میں اور ابن ابی حاتم نے تصریح کی کہ ان کی صحبت ثابت ہے۔ امام ذہبی نے "تجرید الصَّحابۃ" میں فرمایا کہ معبد بن خالد جہنی ابو رفاعہ فتح مکہ کے روز حاضر تھے اور ان کی روایت بھی ہے۔ ابن عدی نے ابن حماد کے حوالہ سے کہا کہ یہ معبد وہی ہیں جن کا ذکر امام بخاری نے "تسمیۃ الصحابۃ" میں کیا ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ راویِ حدیثِ قہقہہ "معبد" کے بارے میں قدری ہونا تسلیم کر لیا جائے تو

---

(۱) فتح القدير، ص:٤٦، ج:١، كتاب الطهارات/ فصل في نواقض الوضوء، دارُ الكتب العلمية، بيروت، لبنان ● و بركات رضا، فور بندر، غجرات.

(۲) البناية في شرح الهداية، ج:١، ص:٢٨٣، كتاب الطهارات/ القهقهة في الصلاة.

بھی ان کی یہ حدیث ناقابل حجت نہیں قرار دی جاسکتی کیوں کہ حضور ﷺ سے ان کی صحبت ثابت ہے اور محدثین کا اجماع ہے کہ مبتدعین اور اہل ہوا کی محض وہی مرویات ناقابل حجت ہوں گی جن سے ان کے مسلک کی تائید ہوتی ہو۔

حدیث قہقہہ کثیر صحابۂ کرام سے مروی ہے:

علاوہ ازیں یہ حدیث درج ذیل کثیر صحابہ کرام سے بھی مروی ہے۔

(۲) حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۶) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸) حضرت ابوالملیح عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۹) ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

● حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث امام طبرانی نے اپنی معجم میں ابو العالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور امام بیہقی نے اسے "خلافیات" میں ذکر کرکے یہ تنقید کی ہے کہ "جماعت ثِقات نے اسے بسند ہشام، از حفصہ، از ابوالعالیہ، از نبی کریم ﷺ روایت کیا ہے۔"

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث امام دارقطنی نے اپنی "سُنن" میں روایت کی ہے، ساتھ ہی یہ تنقید بھی کی ہے کہ اس حدیث کے ایک راوی عبدالعزیز ضعیف ہیں، ایک راوی عبدالکریم متروک ہیں اور حضرت حسن و حضرت ابوہُریرہ کے درمیان انقطاع ہے۔

امام عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا دفاع کیا ہے اور آخر میں انقطاع کا جواب یہ دیا ہے کہ حدیث مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے۔

● حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث امام ابن عدی نے "الکامل" میں "بقیہ" سے روایت کی ہے، اس پر امام ابن الجوزی نے "العلل المتناهية" میں یہ کلام کیا ہے کہ "یہ حدیث صحیح

نہیں" کیوں کہ بقیہ تدلیس کرتے ہیں۔

امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں یہ کلام مناسب نہیں کیوں کہ بقیہ نے "حدثنا" کے لفظ سے حدیث روایت کی ہے اور مُدَلِّس جب "تحدیث" کی صراحت کردے اور وہ صدوق ہو تو اس سے تدلیس کی تہمت زائل ہوجاتی ہے اور ان سے تو امام مسلم نے بھی تخریج حدیث کی ہے۔

● حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث امام دارقطنی نے تخریج کی ہے، اور ساتھ ہی اسے ضعیف بتایا ہے۔

امام عینی فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ممکن نہیں کہ اس طرح کے مقام پر اپنی رائے سے کوئی بات کہیں تو ان کی یہ حدیث سماع پر محمول ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ حدیث ضعیف ہو تو اس باب کی مروی دوسری احادیث سے وہ قوی ہوجاتی ہے، ان کے کلمات یہ ہیں:

"وإن كان هذا الحديث ضعيفًا فقد اعتضد بغيره من الأحاديث المروية في هذا الباب."(۱)

امام عینی کا یہ فیصلہ حدیث جابر کے متعلق ہے مگر میری رائے میں جتنی روایتیں اس مسئلہ خاص میں مروی ہیں ان سب کو بحیثیت مجموعی دیکھتے ہوئے یہ وثوق حاصل ہوتا ہے کہ اصل مضمون ضرور صحیح ہے۔

اصول حدیث کی کتابوں میں تصریح موجود ہے کہ اگر حدیثِ ضعیف دو یا اس سے زائد سندوں سے مروی ہو تو وہ حَسَن ہوجاتی ہے(۲) اور حدیث حَسَن احکام میں حجت ہے ہم نے مُقدِّمۃ الکتاب میں اس کے کچھ شواہد پیش کیے ہیں۔

الغرض درج بالا احادیث نبویہ اور ضابطۂ اصول حدیث سے یہ امر اچھی طرح ثابت ہوجاتا ہے کہ مذہبِ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر قہقہہ والی احادیث سے یہ استدلال صحیح ہے کہ نماز کے اندر قہقہہ

---

(۱) البناية في شرح الهداية، ج:۱، ص:۲۳۰، كتاب الطهارات/ القهقهة في الصلاة.

(۲) **عنوانِ اول:** "ائمہ کے مذاہب" سے یہاں تک کا مضمون زیادہ تر "البنایۃ فی شرح الہدایۃ، ج:۱، ص:۲۲۷ تا ص:۲۳۴، فصلٌ فی نواقض الوضوء سے ماخوذ ہے۔ ۱۳۹۸ھ میں راقم الحروف نے یہ مضمون اپنے استاذ کریم شیخ القرآن، علامہ عبد اللہ خاں عزیزی علیہ الرحمۃ کے زیر نگرانی لکھا تھا، اسے ہم نے معمولی ترمیم واضافہ کے ساتھ جوں کا توں باقی رکھا ہے، اس کے بعد کی گفتگو راقم الحروف کا تازہ اضافہ ہے۔ ۱۲ منہ

ناقض وضو ہے۔

احادیثِ قہقہہ کے تعلق سے ہم نے ائمہ حدیث وفقہ کی بحثوں کی ایک جھلک یہاں پیش کی ہے، اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں فریق کا مقصد عمل بالحدیث ہے، فقہا کا ایک طبقہ اپنی بحثوں سے یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ حدیثیں محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح نہیں ہیں کیوں کہ جو رجال ان حدیثوں کو روایت کرتے ہیں ان میں کچھ ضعیف بھی ہیں اور ان کی وجہ سے یہ شبہہ واقع ہوجاتا ہے کہ یہ حدیثیں حضور سید عالم ﷺ کی زبان مبارک سے صادر ہوئی ہیں اور احکام میں حجت وہ حدیثیں ہوتی ہیں جن کا زبان رسالت سے صادر ہونا قطعی یا کم از کم ظنی ہو۔

فقہا کا دوسرا طبقہ بھی اس اصول کو تسلیم کرتا ہے اور بہت سے ابوابِ فقہ میں وہ بھی ضعیف حدیثوں کو قبول نہیں کرتا کہ ضِعاف احکام کے باب میں حجت نہیں مگر:

- جو حدیث بابِ احتیاط سے ہو، اس میں وہ ضعاف سے تمسّک کرتے ہیں۔
- یوں ہی کوئی حدیث کثرتِ طرق کی وجہ سے درجہ حسن میں پہنچ جائے تو اسے بھی وہ حجت تسلیم کرتے ہیں۔

اس لیے ائمہ حنفیہ نے رجالِ حدیث کا جائزہ لے کر،

اوّلاً: یہاں یہ واضح کیا ہے کہ احادیثِ قہقہہ کثیر صحابہ اور کثرتِ طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے درجہ حسن میں ہیں، اس طرح یہ احادیث متروک ہونے کے بجائے قابل عمل ہوجاتی ہیں۔

ثانیاً: یہ جملہ احادیث بابِ احتیاط سے ہیں؛ کیوں کہ نماز میں قہقہہ سے اگر بالفرض وضو نہیں ٹوٹتا تو بھی وضو کر لینے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ تو "نورٌ علیٰ نور"[1] ہوگا، اور اگر عند اللہ وضو ٹوٹ جاتا

---

(۱) قوله : (والوضوءُ على الوضوء نورٌ علىٰ نور) هذا لفظ حديث ذكره في الإحياء، وقال الحافظ العراقي في تخريجه: لم أقف عليه وسبقه لذلك الحافظ المنذري. وقال الحافظ ابن حجر: حديث ضعيف ورواه رزين في مسنده اهـ. جراحي. نعم روى أحمدُ بإسناد حسن مرفوعا: لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم عند كل صلاة بوضوء يعني ولو كانوا غير محدثين . وروى أبو داود والترمذي وابن ماجه مرفوعا: من توضأ على طهر كتب له عشر حسنات ولم يقيّد الشارح باختلاف المجلس تبعا لظاهر الحديث.
(رد المحتار على الدر المختار، ج:۱،ص: ۲۰۲، ۲۰۳، كتاب الوضوء/مطلب في حديث: الوضوء على الوضوءِ نورٌ على نور، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان.)

ہے جیسا کہ یہ احادیثِ کثیرہ شاہد ہیں تو وضو کرنا فرض ہوگا۔

یہاں چوں کہ ایک طبقہ فقہا ان احادیث کو اپنی تحقیق کے مطابق ضعیف مانتا ہے اس لیے ہم پورے وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وضو ٹوٹ ہی جاتا ہے تاہم کم از کم ان احادیث کریمہ کی بنا پر وضو کا ٹوٹ جانا، پھر نماز کا فاسد ہونا مشتبہات سے ضرور ہو جاتا ہے اور مشتبہات سے بچنا فی الواقع دین کو بچانا ہے، جیسا کہ اس بارے میں کثیر احادیثِ صحیحہ وارد ہیں اور مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بنیاد احادیثِ قہقہہ کے ساتھ یہ احادیثِ صحیحہ بھی ہیں جنھیں شیخین نے بھی روایت کیا ہے اور ان کے سوا دوسرے ائمۂ حدیث نے بھی۔

نوع دوم کی احادیث

جن میں شبہات سے احتراز و احتیاط کی ہدایت ہے

اب ہم یہاں اس نوع کی بھی چند احادیث پیش کرتے ہیں:

(١٠) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَةٌ فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيهِ مِنَ الإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ. وَالْمَعَاصِي حِمَى اللهِ، مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكْ أَنْ يُوَاقِعَهُ.[1]

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ امور ایسے ہیں جن کے حلال ہونے کا بھی شبہہ ہے اور حرام ہونے کا بھی۔ تو جو شخص شبہۂ گناہ والے کاموں سے بچے گا وہ کھلے اور یقینی گناہ کے کاموں سے زیادہ بچے گا۔

اور جو شخص شبہۂ گناہ والے کاموں پر دلیر ہوگا وہ قریب ہے کہ کھلے اور یقینی گناہ کے کاموں کا ارتکاب کر بیٹھے۔

معصیت کے کام اللہ کی (ممنوعہ) چراگاہ ہیں۔ کوئی سرکاری چراگاہ کے قریب چرائے تو قریب

---

(١) صحيح البخاري ج:١، ص:٢٧٥، كتاب البيوع/ باب الحلال بين والحرام بين و بينهما مشتبهات، مجلس البركات، مبارك فور.

ہے کہ وہ چراگاہ کے اندر بھی چرانے لگے۔

(یوں ہی جو معصیت کے قریب جائے گا قریب ہے کہ اس کا ارتکاب کر بیٹھے۔)

یہ مفہوم اسی حدیث کی دوسری روایت سے اور زیادہ عیاں ہوجاتا ہے:

● عَنْ عَامِرٍ قَالَ : سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ: الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ. أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا إِنَّ حِمَى اللهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ.(١)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتے سنا کہ حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جن میں حلال وحرام دونوں کا شبہہ ہے، بہت سے لوگ ان کے احکام نہیں جانتے۔ تو جو شبہات سے بچے اس نے اپنے دین اور آبرو کی حفاظت کرلی۔ اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑجائے گا۔ جیسے کوئی چرواہا سرکاری چراگاہ کے آس پاس چرائے تو قریب ہے کہ اپنے جانور اس میں بھی چرانے لگے، سنو، ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے جو دوسروں کے لیے ممنوع ہوتی ہے، سنو، اللہ عزوجل کی زمین میں اس کی محفوظ چراگاہ وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرمادی ہیں۔

(١١) عَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ : مَا حَفِظْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-؟ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ -صلّى الله عليه وسلمَ- "دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ. قَالَ: وَأَبُو الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيُّ اسْمُهُ رَبِيعَةُ بْنُ شَيْبَانَ. قَالَ: وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، صَحِيحٌ.(٢)

---

(١) ● صحيح البخاري، ج:١، ص:١٣، كتاب الإيمان/ باب فضلِ من استبرأ لدينه، مجلس البركات، مبارك فور.

● الصحيح لمسلم، ج: ٢، ص:٢٨، كتاب المساقاة/ باب أخذ الحلال وترك الشبهات.

(٢) ● جامع الترمذی، ج٢: ص:٧٤، ٧٥، أبواب الزهد عن رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- / بابٌ مِن الزهد، مجلس البركات.

● سنن النسائی ،ص: ٥٧٥، كتابُ الأشربة / باب الحثّ على ترك الشبهات.

● مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص: ١٧٧، مسندُ آل أبي طالب/ حديثُ الحسن بن علي بن طالب، رقم الحديث: ١٧٢٣ / ١٧٢٧.

● صحيح ابن حبان ، ج:٢، ص:٤٩٨، كتابُ الرقائق/ ذكرُ الزّجر عمّا يُريبُ المرءَ، رقم الحديث: ٧٢٢.

● المستدرك على الصحيحين، ج:٢،ص: ٥١، كتاب الإيمان / شعائر الدّين.

ترجمہ: ابوالحوراسعدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا (کوئی خاص فرمان) یاد رکھا ہے؟

توانھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (ایک خاص فرمان) یہ یاد رکھا ہے کہ: جس کام میں شبہہ ہو اسے چھوڑ دو اور اس کام کو اختیار کرو جس میں کوئی شبہہ اور کھٹکا نہ ہو۔

ابوالحوراسعدی کا نام ''ربیعہ بن شیبان'' ہے اور یہ حدیث حسن، صحیح ہے۔

امام حاکم نے یہ حدیث تخریج فرما کر یہ افادہ بھی فرمایا:

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الإسناد، ولَمْ يُخَرِّجَاه.(۱)

ترجمہ: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

وقال الإمام الذهبي في كتاب البيوع: صحيحٌ(۲) وفي كتاب الأحكام: سنده قوي.(۳)

ترجمہ: امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب البیوع میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور کتاب الاحکام میں فرمایا کہ یہ قوی ہے۔

(۱۲) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک دوسرے مقام پر یہ حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔(٤) ان کے سوا دوسرے محدثین نے بھی یہ حدیث تخریج کی ہے۔

(١٤) وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: لاَ يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ التَّقْوَى حَتَّى يَدَعَ مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ.(٥)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ تقویٰ کی حقیقت تک بندے کی رسائی نہ ہوگی جب تک کہ جو بات اس کے سینے میں کھٹک رہی ہے اسے چھوڑ نہ دے۔

(١٣) عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الأَنْصَارِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه

---

(١) المستدرك على الصحيحين، ج:٢، ص: ١٣، كتاب البيوع / دَع ما يُريبك إلى ما لا يُريبك.

(٢) المستدرك على الصحيحين، ج:٢، ص: ١٣، كتاب البيوع / دع ما يريبك إلى ما لا يريبك.

(٣) المستدرك على الصحيحين، ج:٤، ص: ٩٩، كتاب الأحكام/ الصدق طمانينة والكذب ريبة.

(٤) مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص:٨٥٦، مسند المكثرين / مسند أنس بن مالك -رضي الله تعالى عنه- رقم الحديث: ١٢١٢٣

(٥) صحيح البخاري، ج:١، ص:٦، كتاب الإيمان / باب قول النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- بُنِيَ الإسلام على خمس، مجلس البركات.

وسلَّمَ- عَنِ الْبِرِّ وَالإِثْمِ فَقَالَ ''الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ والإِثْمُ ما حاكَ فِي صدْرِكَ وكرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ''.[1]

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ نیکی کیا ہے، اور گناہ کیا؟ تو حضور نے فرمایا: نیکی حسنِ اخلاق ہے اور گناہ وہ کام ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تجھے یہ ناگوار ہو کہ لوگ اس پر آگاہ ہو جائیں۔

مثلاً شکار کو بسم اللہ پڑھ کر تیر مارا وہ بھاگتے ہوئے نگاہوں سے اوجھل ہو گیا، کچھ دیر ٹھہر کر تلاش میں نکلا اور وہ شکار مرا ہوا ملا تو شبہہ ہوتا ہے کہ وہ کسی سببِ غیر شرعی سے ہلاک ہوا، اب اگر واقعی ایسا ہی ہے تو عند اللہ اس کا کھانا گناہ ہوگا۔[2]

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ:

- شبہہ گناہ والے کاموں سے بچا جائے، ورنہ کبھی یقینی گناہ والے کام بھی سرزد ہو سکتے ہیں۔
- شبہہ والے کام کو چھوڑ کر وہ کام اپنایا جائے جس میں گناہ کا کوئی کھٹکا نہ ہو۔
- جو بات سینے میں کھٹکے وہ عند اللہ گناہ ہو سکتی ہے۔
- لہذا اس سے بچیں اور احتیاط پر عمل کریں۔

ان احادیث کو سامنے رکھ کر نماز میں قہقہہ والے دلائل کا جائزہ لیں تو یہ امور منکشف ہوں گے۔

۱- احادیث قہقہہ درجۂ حسن میں ہیں لہذا حجت ہیں اور ان سے یہ استدلال بجا ہے کہ نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۲- بطور تنزل اگر مان لیا جائے کہ وہ تمام کی تمام احادیث ضعاف ہیں تو بھی کم از کم احتیاط فی الدین کی حد تک ان سے استدلال بجا ہوگا جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے اور یہ ائمۂ اہلِ سنت کا مذہب بھی ہے جیسا کہ مقدمۃ الکتاب میں ہم نے اس کی شہادت پیش کی ہے۔

---

(۱) الصحيح لمسلم، ج:۲، ص:۳۱٤، كتاب البر والصّلة / باب تفسير البرّ والإثم، مجلس البركات.

(۲) عن رسول الله —صلى الله تعالى عليه وسلم— أنّه قال لعديّ بن أبي حاتم: وإن وقعت رميتك في الماء فلا تأكل؛ فإنك لا تدري أنّ الماء قتله، أم سهمك. [أخرجه البخاري في "الصيد والذبائح"، ج:۲، ص: ۲٤ • ومسلم في "الصيد"، ج:۲، ص: ۱٤٦ • والترمذي في "الصيد"، ج:۱، ص: ۱۹۰. وبه يفتى. ۱۲ منه

تیئیسواں مسئلہ

صبحِ روشن میں نماز فجر پڑھنے کا استحباب

احادیث نبویہ کی روشنی میں ☆

- آخری شب کی تاریکی جس میں صبح صادق کی روشنی کی جھلک آجائے۔
- یا صبح صادق کی روشنی خوب پھیل جائے اور تیر گرنے کی جگہ نظر آنے لگے۔

ان دو وقتوں میں سے پہلے وقت میں صبح کی نماز پڑھنا امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک مستحب ہے اور دوسرا وقت ائمۂ حنفیہ کے نزدیک نماز فجر کے لیے استحباب کا درجہ رکھتا ہے۔[1]

ائمہ کرام کے درمیان یہ اختلاف صرف ”استحباب“ کے بارے میں ہے، ورنہ اس بات پر ان تمام ائمۂ کرام کا اتفاق ہے کہ دونوں اوقات میں نمازِ فجر جائز و صحیح ہے، یوں ہی اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ مُزدلفہ میں حُجاج کو اولِ وقت میں فجر پڑھنی مستحب ہے۔

☆ اس باب کی زیادہ تر احادیث نصب الرایۃ لأحادیث الھدایۃ سے ماخوذ ہیں۔ یہ مقالہ شیخ القرآن حضرت علامہ عبد اللہ خاں عزیزی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر نگرانی ۱۹۸۹ء میں تحریر ہوا تھا، کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ اسی کو شامل کتاب کیا ہے۔ ۱۲ منہ

(۱) ● المنہاج شرح مسلم بن الحجاج، ص: ۲۳۰، ج:۱، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ / باب استحباب التبکیر بالصبح فی اول وقتھا وھو التغلیس، مجلس البرکات.
● بدایۃ المجتہد، ص: ۹۷، ج:۱، معرفۃ الاوقات.

واضح ہو کہ صبح کی تاریکی میں نماز پڑھنے کو "تغلیس" اور روشن کر کے نماز پڑھنے کو "اِسْفار" کہتے ہیں۔

دونوں فریق کے ائمہ اپنے اپنے مسلک پر حضور سید عالم ﷺ کی احادیث کریمہ سے استدلال کرتے ہیں۔ اور یہ سب اپنے اپنے طور پر عند اللہ اتباعِ حدیث کے اجر کے حق دار ہیں۔ فرقۂ وہابیہ تغلیس میں ہی نماز پڑھنے کا قائل ہے، اس نے مذہب اور دلائل سب ائمۂ ثلاثہ کے اپنائے ہیں اس لیے ہم یہاں چاروں ائمہ کے کچھ دلائل پیش کرتے ہیں تاکہ فرقۂ اہل حدیث کا عمل بالحدیث عیاں ہو جائے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل:

(۱) إنَّ عائشة زوجَ النبي -صلّی الله تعالیٰ علیه وسلَّمَ- قالت: لقد کان نساءٌ من المؤمنات یشهدن الفجر مع رسول الله -صلّی الله تعالیٰ علیه وسلَّمَ- متلفِّعات بمروطهن ثم ینقلبن إلی بیوتهن وَما یعرفن من تغلیس رسول الله -صلّی الله تعالیٰ علیه وسلَّمَ- بالصَّلوٰة.(۱)

ترجمہ: بے شک نبی ﷺ کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ صدّیقہ نے فرمایا کہ کچھ مومنہ عورتیں نماز فجر میں حضور ﷺ کے ساتھ حاضر ہوتی تھیں، اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی، پھر وہ اپنے گھروں کو اس حالت میں واپس جاتیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اندھیرے میں نماز پڑھا دینے کی وجہ سے پہچان میں نہیں آتی تھیں۔

اس سے بظاہر یہ ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام فجر کی نماز تاریکی میں پڑھتے تھے جو تغلیس کے افضل ہونے کی دلیل ہے۔

---

(۱) ● الصحیح لمسلم، ج:۱، ص:۲۳۰، کتاب المساجد ومواضع الصلاة / باب استحباب التبکیر بالصبح في أولِ وقتها وهو التغلیس، مجلس البرکات.
● صحیح البخاري، ج:۱، ص: ۸۲، کتاب الصلاة / باب وقت الفجر، مجلس البرکات.
● سنن أبي داؤد، ص: ۷۱، کتاب الصلاة/ باب في وقت الصبح، رقم الحدیث: ۴۲۳.
● سنن ابن ماجه، ص: ۸۲، کتاب الصلاة/ باب وقت صلاة الفجر، رقم الحدیث: ۶۶۹.

مذہب حنفی حقائق کے اجالے میں

مگر ائمہ حنیفہ نے مختلف گوشوں سے اس **حدیث کا جائزہ** لے کر یہ عیاں کیا ہے کہ اس سے تغلیس کی افضلیت کا ثبوت نہیں فراہم ہوتا، ہم یہاں وہ جائزے ذکر کرتے ہیں:

(الف) اُن دنوں مسجد نبوی میں چراغ نہیں ہوتا تھا اور عمارتوں میں اِسفار کے وقت تک تاریکی برقرار رہتی تھی اس وجہ سے جب عورت سر ڈھک کر چادر میں ملبوس رہتی تو پہچانی نہیں جاتی تھی۔ بنایہ۔[۱]

امام ابن الہمام کمال الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"راجح یہ ہے کہ یہاں تغلیس سے اندرون مسجد کی تاریکی مراد ہے، کیوں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ مسجد کے حدود میں تھا اور مسجد کی چھت نیچی تھی، ہم آج بھی مشاہدہ کرتے ہیں کہ صحنِ مسجد میں صبح کی روشنی۔ جسے "اِسفار" کہتے ہیں۔ پھیل چکی ہوتی ہے اور مسجد نبوی کے اندرونی حصے میں تاریکی برقرار رہتی ہے۔

یہاں مردوں، خصوصًا حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت کو ترجیح دینا واجب ہے، اس لیے کہ مردوں پر نماز جماعت کا حال زیادہ واضح وعیاں ہوتا ہے۔[۲]

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ان کے سوا گیارہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے صبح روشن میں نماز فجر پڑھنے اور اس کا حکم دینے کے بارے میں صریح احادیث نقل فرمائی ہیں اور اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تاریکی میں فجر پڑھنا بیان فرماتی ہیں تو دونوں طرح کی احادیث میں جمع وتطبیق کے لیے یہ تشریح ضروری ہے جو واقعہ کے مطابق ہے جس سے یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ نماز تو واقع میں صبح روشن میں پڑھی جاتی تھی، مگر مسجد کی اندرونی تاریکی کی وجہ سے اس کی تعبیر تغلیس سے کی گئی۔

(ب) حق یہ ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے تغلیس بھی ثابت ہے اور اِسفار بھی۔ البتہ تغلیس کی

---

(۱) البناية في شرح الهداية، ج:۲،ص:۴۳، كتاب الصلاة / باب المواقيت، دار الفكر.

(۲) فتح القدير للعاجز الفقير، ج:۱،ص:۱۹۹، كتاب الصلاة / باب المواقيت / فصلٌ في استحباب التعجيل، دار إحياء التراث، بيروت.

حدیثیں فعلی ہیں، اس بارے میں نبی کریم ﷺ کا کوئی حکم نہیں پایا جاتا، جب کہ اسفار کے بارے میں سرکار کا صریح حکم موجود ہے جو کثیر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے اور حکم پر عمل فعل کی بہ نسبت اولیٰ و راجح ہوتا ہے؛ کیوں کہ فعل میں احتمالاتِ کثیرہ کی گنجائش ہوتی ہے اور حکم سے مقصود تشریع ہوتا ہے تو کم از کم وہ ندب پر تو محمول ہوگا۔[۱]

(ج) سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ عمل بھی ابتداے اسلام کا ہے جب عورتوں کو حاضریِ جماعت کی تاکید تھی، بعد میں جب آیت کریمہ: "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ"[۲] نازل ہوئی اور عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دے دیا گیا تو یہ تاکید منسوخ ہوگئی، پھر تغلیس کی حاجت نہ رہی۔[۳]

(د) واقعہ یہ ہے کہ مذہبِ حنفی میں عورتوں کے لیے تغلیس افضل ہے اور مردوں کے لیے اِسفار۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

وفي المبتغیٰ: الأفضل لِلمرأةِ في الفجر الغلسُ وفي غيرها الانتظارُ إلى فراغ الرّجال عن الجماعة، انتهی ما في البحر.

وفي الدّر المختار: والمُستحبُّ للرجل الابتداء في الفجر بإسفار والختمُ به . . . إلّا لحاج بمزدلفة، فالتغليس أفضلُ كمرأة مطلقا. اھ[٤]

(ترجمہ: مبتغیٰ میں ہے کہ عورت کے لیے فجر میں افضل تغلیس ہے کہ اندھیرے میں نماز پڑھ لے اور دوسری نمازوں میں افضل یہ ہے کہ مردوں کے جماعت سے فارغ ہونے کے بعد پڑھے۔

بحر الرائق اور در مختار میں ہے کہ مرد کے لیے مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز صبحِ روشن میں شروع کرے اور صبح روشن میں ہی ختم کرے، ہاں مزدلفہ میں حاجی کے لیے اندھیرے میں فجر پڑھ لینا افضل ہے جیسا کہ عورت کے لیے مطلقًا اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے۔)

اس کا حاصل یہ ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ نے عورتوں کی رعایت میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھی، پھر جب اللہ عزوجل نے انھیں گھروں میں رہنے کا حکم جاری فرما دیا تو حضور نے اسفار کی

---

(١) البناية في شرح الهداية، ج:٢،ص:٤٠، كتاب الصلاة / باب المواقيت، دارُ الفكر.
(٢) القرآن الحكيم، سورة الأحزاب: ٣٣، الآية: ٣٣.
(٣) البناية في شرح الهداية، ج:٢،ص:٤٣، كتاب الصلاة / باب المواقيت، دار الفكر.
(٤) الفتاوی الرضوية، ج:٢،ص: ٣٦٦، كتاب الصلاة / باب الأوقات، رضا اكاديمی، ممبائی.

ہدایت فرمادی۔

(۲) عن سَیّار بن سَلامة، قال: دَخَلتُ أنا وأبي علىٰ أبي برزة الأسلمي، فَقال لَهُ أبي: كيفَ كانَ رسولُ الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- يصلّي المكتوبة؟ فقال: . . . وَكانَ ينفتِل مِنْ صَلاَة الغدَاة حين يَعرفُ الرّجل جَلِيسَه، وَ يقرأ بالسّتّين إلى المائة.[1]

ترجمہ: سیار بن سلامہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے والد سلامہ حضرت ابوبرزہ اسلمی کے پاس گئے تو میرے والد نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نماز کس وقت پڑھتے تھے، انھوں نے جواب دیا کہ... رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز سے ایسے وقت فارغ ہوتے تھے کہ کوئی نمازی اپنے بغل والے سے واقف ہوتا تو اسے پہچان لیتا۔ اور حضور نماز میں ساٹھ سے سو آیت تک تلاوت فرماتے تھے۔

یہ حدیث یا تو بیان جواز پر محمول ہے، یا لمبی قراءت کے لیے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا کیا، چناں چہ امام ابن الہمام لکھتے ہیں:

وعن الطحاوي: مَن كانَ مِن عزمه التّطويل بدأ بغلس ومَن لا أسفر.[2]

ترجمہ: امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ جس کا ارادہ فجر میں لمبی قراءت کا ہو تو وہ نماز تاریکی میں شروع کرے۔ اور جس کا ارادہ لمبی قراءت کا نہ ہو وہ روشن کرکے پڑھے۔

(۳) عن أنس أنّ زيد بن ثابت حدّثه أنهم تسحّرُوا مع النبي -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- ثم قاموا إلى الصلوٰة. قلتُ: كم بينهما؟ قال: قدر خمسين أوستين يعني آية.[3]

---

(۱) ● صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۷۹، كتاب مواقيت الصلاة / باب وقت المغرب، مجلس البركات، مبارك فور.

● الصحيح لمسلم،ج:۱، ص:۲۳۰، كتاب المساجد ومواضع الصلاة / بابُ استحباب التبكير بالصبح في أولِ وقتها وهو التغليس، مجلس البركات.

(۲) فتح القدير للعاجز الفقير، ج:۱،ص:۱۹۹، كتاب الصلاة / باب المواقيت / فصل في استحباب التعجيل، دار إحياء التراث، بيروت.

(۳) صحيح البخاري، ج:۱، ص:۸۱، كتاب مواقيت الصّلاة / باب وقت الفجر، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ زید بن ثابت نے ان سے یہ بیان کیا کہ ان لوگوں نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر وہ لوگ نماز فجر کے لیے کھڑے ہوئے، میں نے پوچھا کہ دونوں کے مابین وقفہ کی کیا مقدار تھی؟ فرمایا: پچاس، یا ساٹھ آیت کی مقدار۔

(٤)عن سليمان بن أبي حازم أنه سمع سهل بن سعد يقول: كنتُ أتَسَحَّرُ في أهلي ثم تكون سرعةٌ بي أن أدرك صلوٰة الفجر مع رسول الله –صلى الله تعالىٰ عليه وسلم–.(١)

ترجمہ: سلیمان بن ابی حازم سے روایت ہے، انھوں نے سہل بن سعد سے سنا، وہ فرمارہے تھے کہ میں اپنے بچوں کے ساتھ سحری کھاتا، پھر مجھے اس بات کی جلدی ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز فجر پالوں۔

ماہ رمضان میں اول وقت میں نماز فجر پڑھنے کی وجہ:

ان روایتوں سے محض یہ معلوم ہوتا ہے کہ رمضان مقدس کے مہینے میں سحری کھانے کے بعد پچاس یا ساٹھ آیتوں کے پڑھنے کی مقدار ٹھہر کر نماز شروع ہوجاتی تھی، ہوسکتا ہے کہ رمضان مقدس کے مہینے میں کسی مصلحت اور ضرورت کی بنا پر نماز میں جلدی کی گئی ہو، اس سے اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ استحباب کا درجہ یہی ہے، ممکن ہے یہ رمضان شریف میں خلاف معمول بیدار رہنے کی وجہ سے ہو۔ اِسفار کی حکمت تکثیرِ جماعت ہے اور رمضان شریف میں یہ تکثیر جماعت اول وقت میں پڑھنے پر ہوتی ہے اس لیے عامۂ بلاد میں حنفیوں کا معمول یہی ہے کہ رمضان شریف میں فجر اول وقت میں پڑھتے ہیں۔

(٥)عن أبي مسعود الأنصاري، أن رسول الله –صلى الله تعالىٰ عليه وسلم– صلّى ... صلاة الصبح مرة بغَلَس ثم صَلّى مرة أخرىٰ فأسْفَرَ بها ثم كانت صلاته بعد ذلك التغليس حتّٰى مات، لم يعد إلى أن يُسفر.(٢)

---

(١) صحيح البخاري، ص:٨٢، ج:١، كتاب مواقيت الصلاة / باب وقت الفجر، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) ● سُنن أبي داؤد، ص:٦٨، كتاب الصلاة / باب في المواقيت، رقم الحديث: ٣٩٤.

● نصب الراية، ص:٢٣٤، ج:١، الحديث التاسع من كتاب الصلاة، باب المواقيت ● و ج:١، ص:٢٤٢، من أحاديث الخصوم.

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار تاریکی میں صبح کی نماز ادا کی پھر دوسری دفعہ پڑھی، تو خوب روشن کر کے نماز پڑھی پھر اس کے بعد حضور ﷺ اندھیرے میں نماز پڑھتے رہے، حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی اور دوبارہ اِسفار نہیں کیا۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ بیان فجر کے آخری وقت سے متعلق ہے جو آخرِ وقتِ اسفار ہے، حضور سید عالم ﷺ نے ایک روز حضرت جبریل امین کے ساتھ اور ایک روز ایک صحابی کے استفسار پر نمازوں کا اول وقت اور آخر وقت بتانے کے لیے ایک روز کی نمازیں اول وقت میں اور دوسرے روز کی آخر وقت میں پڑھیں، تو فجر کی نماز بھی آخر وقت میں ادا کی۔

ثُمَّ أَخَّرَ الْفَجْرَ مِنَ الْغَدِ حَتَّى انْصَرَفَ مِنْهَا وَالْقَائِلُ يَقُولُ قَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ أَوْ كَادَتْ.(۱)

ترجمہ: سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے دوسرے روز فجر میں دیر کی اور ایسے وقت نماز سے فارغ ہوئے کہ کوئی کہتا کہ سورج طلوع ہو گیا یا طلوع ہونے کے قریب ہے۔

اسی کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے کہ آخری وقتِ فجر-جو آخری وقتِ اسفار ہے- میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے دو بار نماز فجر پڑھی، ظاہر یہ ہے کہ یہ صحابی رسول صرف ایک واقعہ کے وقت حاضر تھے اسی لیے انھوں نے ایک بار کا ذکر فرمایا ہے، ورنہ ایسا دو بار ہوا ہے۔

یہاں سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں مطلقاً اسفار میں نماز پڑھانے کی نفی نہیں کی گئی ہے، بلکہ آخری وقتِ اسفار میں ایک بار سے زیادہ نماز پڑھانے کی نفی کی گئی ہے اور یہ ہمارے خلاف نہیں، کیوں کہ ہمارے ائمہ اس بات کے قائل نہیں کہ اسفار اس حد تک کیا جائے کہ سورج طلوع ہونے کے قریب ہو جائے، بیان جواز یا بیان وقت مقصود ہو، یا کوئی عذر ہو تو الگ بات ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے: ”ایسے وقت تک تاخیر کہ طلوع کا اندیشہ ہو جائے بالاجماع مکروہ ہے... في محيط رضي الدين وغيرها، لا يؤخرها تأخيرا يقع الشّك في طلوع الشمس، اھ(۲)

ہمارا مذہب یہ ہے کہ پورے وقت فجر کے دو حصے کیے جائیں تو نصفِ آخر اسفار ہے جو فجر کا وقت

---

(۱) الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۲۲۳، كتاب المساجد ومواضع الصلاة/ باب أوقاتِ الصلوات الخمس، مجلس البركات.

(۲) الفتاوى الرضوية، ج:۲، ص: ۳٦٦، كتاب الصلاة / باب الأوقات، رضا اكاديمی، مومبائی.

مستحب ہے، مثلاً فرض کیجیے کہ کُل وقت فجر ایک گھنٹہ، بیس منٹ ہے یعنی اسّی منٹ، تو اخیر کا چالیس منٹ وقتِ اِسفار ہے، جس میں نماز فجر ہمارے نزدیک مستحب ہے۔

بحرالرائق میں "السراج الوہاج" سے ہے:

حَدُّ الإسفار أن يُصلّي في النّصف الثاني.[1]

ترجمہ: "اسفار" کی حد یہ ہے کہ فجر کے نصف آخر میں نماز پڑھے۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

"بدائع و سراج وہاج سے ثابت کہ وقت فجر کے دو حصے کیے جائیں۔ حصہ اول تغلیس اور (حصہ) آخرِ اسفار ہے۔"[2]

سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا عام معمول اسی وقت میں نماز کا تھا مگر حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک بار سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کو اس کے خلاف اخیر وقت میں پڑھتے دیکھا تو یہ بیان دیا کہ ایک دفعہ فجر کی نماز خوب روشن کر کے پڑھی، پھر تغلیس میں پڑھتے رہے اور دوبارہ خوب روشن نہ کیا، یعنی وقت اخر میں نہ پڑھی۔

واضح ہو کہ ہمارے یہاں اِسفار کے آغاز کی جو حد بتائی گئی ہے اس وقت بھی آخر شب کی کچھ تاریکی باقی رہتی ہے ایسے وقتِ اسفار میں حضرت ابو مسعود نے نماز پڑھنے کی نفی نہیں کی ہے۔

---

(۱) البحر الرائق، ج:۱، ص: ۴۲۹، کتاب الصلاۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت.

یہ اِسفار کی بہت آسان تشریح ہے، اسی کے قریب کفایہ شرح ہدایہ کی یہ تشریح بھی ہے:

ثمّ حدُّ "الإسفار" ما قال شمس الأئمة الحلواني -رحمه الله تعالى- والقاضي الإمام أبو علي النسفي -رحمه الله-: وهو أن يَّبدأ بالصلاة بعد انتشار البياض في وقتٍ لو صلّى الفجر بقراءة مسنونة ما بين أربعين اٰية إلى ستين اٰية، أو أكثر، وترتَّل القراءة، فإذا فرغ مِنَ الصلاة، لو ظهر له سهوٌ في طهارته يُمكنُه أن يتوضّأ ويُعيد الصلاة قبل طلوع الشمس كما فعل أبو بكر وعمر -رضي الله تعالى عنهما-، كذا في فتاوى قاضي خان -رحمه الله تعالى-. (الكفاية، المطبوعة مع فتح القدير، ج:۱،ص: ۱۹۸، كتاب الصلاة / باب المواقيت / فصل: يستحب الإسفار بالفجر، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) الفتاوی الرضویۃ، ج:۲،ص: ۳۶۵، کتاب الصلاۃ / باب الأوقات، رضا اکادیمی، ممبائی.

حنفیہ کے دلائل

(۱) حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ: حَجَّ عَبْدُ اللهِ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ-، فَأَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِينَ الأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ . . . فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- كَانَ لاَ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ إِلاَّ هَذِهِ الصَّلاَةَ فِي هَذَا الْمَكَانِ مِنْ هَذَا الْيَوْمِ . قَالَ عَبْدُ اللهِ : هُمَا صَلاَتَانِ تُحَوَّلاَنِ عَنْ وَقْتِهِمَا صَلاَةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ . وَالْفَجْرُ حِينَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ.

قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- يَفْعَلُهُ.(۱)

ترجمہ: عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا، پھر ہم لوگ اذانِ عشا کے وقت مُزدلفہ آئے... جب فجر طلوع ہوئی تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت نماز فجر نہیں پڑھتے تھے مگر آج کے دن، خاص اس مقام (مزدلفہ) میں اس وقت میں نماز پڑھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ یہ دو نمازیں اپنے وقت سے ٹال دی گئی ہیں **ایک** تو نماز مغرب لوگوں کے مُزدلفہ آنے کے بعد (عشاکے وقت میں ادا کی جاتی ہے) اور **دوسری** نماز فجر جس وقت فجر طلوع ہو۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اول وقت میں فجر کی نماز ادا کرنا یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ کے خلاف تھا کیوں کہ اس حدیث کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے ان کے حاضر باش صحابی و خادم خاص حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

یہ نعلین شریفین اور وضو کا برتن اور مسند و مسواک اپنے پاس رکھتے تھے اور سفر و حضر میں ہمیشہ یہ خدمت انجام دیا کرتے تھے۔ بخاری شریف میں ہے:

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ : . . . قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ : أَوَلَيْسَ عِنْدَكُمُ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادِ وَالْمِطْهَرَةِ.(۲)

---

(۱) صحيح البخاري ، ج:۱،ص:۲۲۷، كتاب الحج/ باب من أذّن و أقام لكل واحدة منهما، مجلس البركات.

(۲) صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۵۲۹ ،كتاب المناقب/ باب مناقب عمار وحزيفة، مجلس البركات، مبارك فور.

اسی لیے ان کو "صاحبُ النّعلین والوسادة" کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمسّكوا بعهد ابن أمّ عبد. وفي روايةٍ عَن حُذَيفة: مَا حَدَّثكُمْ ابنُ مسعودٍ فَصَدِّقُوْهُ.[1]

ترجمہ: ابنِ اُمّ عبد یعنی عبد اللہ بن مسعود کے قول معہود پر مضبوطی سے عمل کرو۔

اور حُذیفہ کی روایت میں اس کے بجائے یہ ہے کہ:

ابن مسعود تم سے جو حدیث بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔

(۲) عن رافع بن خديج قال: سمعتُ رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- أسفِروا بالفجر فإنه أعظم للأجر.[2]

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "نماز فجر

---

(۱) المستدرك على الصحيحين مع التلخيص للذهبي، ج:۳، ص:۷۵، كتاب معرفة الصحابة/ أحاديث فضائل الشيخين،

حذيفة بن اليمان -رضى الله تعالى عنهما- قال: سمعت رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- . . . تمسكوا بعهد ابن أم عبد. وفي روايةٍ عن حذيفة -رضى الله تعالى عنه- قال: قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-: ... إذاحدثكم ابن أم مكتوم فصدّقوه.

وفي مصنف ابن أبي شيبة، ج:۱٤، ص: ٥٦٩، كتاب المغازي / ما جاء في خلافة أبي بكر عند حذيفة، قال: قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-: ما حدثكم ابن مسعود من شيء فصدِقوه.

(۲) ● جامع الترمذي، ج:۱، ص:۲۲، أبواب الصلاة / باب ما جاء في الإسفار بالفجر.

● سنن أبي داود، ص: ۷۱، كتاب الصلاة / بابٌ في وقت الصبح، رقم الحديث: ٤٢٤.

● سنن النسائي، ص: ۷٥، كتاب المواقيت / باب الإسفار، رقم الحديث: ٥٤٨، ٥٤٩.

● سنن ابن ماجه، ص: ۸۲، كتاب الصلاة/ باب وقت صلاة الفجر، رقم الحديث: ٦٧٢.

● صحيح ابن حبان، ج:٤، ص: ۳٥٥-۳٥۸، كتاب الصلاة / زعم أن الإسفار بالفجر أفضل من التغليس-

● المعجم الكبير للطبراني، ج:٤، ص: ۲٤۹-۲٥۰، محمود بن لبيد الأنصارى عن رافع بن خديج، رقم الحديث: ٤۲۸۳، ٤۲۸٤، ٤۲۸٥، ٤۲۸٦، ٤۲۸۷.

● نصب الراية، ج:۱، ص:۲۳٥، كتاب الصلاة / باب المواقيت.

خوب روشن کرکے پڑھو۔ کیوں کہ یہ زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔"

اور محدث ابن حبان کی ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

"فَكُلَّمَا أَصْبَحْتُمْ بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِأُجُوْرِكُمْ"۔

اور طبرانی کے الفاظ ہیں:

كُلَّمَا أَسْفَرْتُمْ بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ.

ان الفاظ کا حاصل یہ ہے کہ "جس قدر روشن کرکے صبح کی نماز پڑھوگے ثواب زیادہ پاؤگے"۔

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا: حديثٌ حَسَنٌ صحيحٌ۔[۱] یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳) حدّثنا هر یر بن عبد الرحمٰن بن رافع بن خدیج، یقول: سمعتُ جدّی رافعَ بن خدیج یقول: قال رسول الله -صلی الله تعالیٰ علیه وسلَّمَ- لبلال: یابلال "نَوِّرِ بصلاةِ الصبح حتیٰ یُبصِر القومُ مواقِعَ نبلهم من الإسفار."[۲]

ترجمہ: رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو یہ حکم دیا کہ اے بلال نماز صبح میں اجالا کرلیا کرو، یہاں تک کہ لوگ اجالے کی وجہ سے اپنے پھینکے ہوئے تیر گرنے کی جگہ دیکھ لیں۔

اس حدیث کو ابن ابی شیبہ، اسحاق بن راہویہ، ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسانید میں اور طبرانی نے اپنی معجم میں روایت کیا ہے، البتہ ابوداؤد طیالسی نے براہِ راست اسماعیل بن ابراہیم مدنی سے روایت کیا ہے، پھر انھوں نے ہریر بن عبدالرحمن بن رافع سے اور انھوں نے اپنے دادا رافع بن خدیج سے۔ لیکن محدث طیالسی کے علاوہ دوسرے محدثین نے ابونعیم فضل بن دکین کے واسطہ سے اسماعیل بن ابراہیم سے اسی سند مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے۔[۳]

---

(۱) جامع الترمذي، ج:۱، ص:۲۲، أبوابُ الصّلاة / بابُ ما جاء في الإسفار بالفجر.

(۲) ● مسند ابن أبي شيبة، ج:۱، ص: ۷۸، ما رواه رافع ابن خديج، ملتقى أهل الأثر.

● مسند أبي داؤد الطيالسي، ج:۲، ص: ۲٦٦، رافع بن خديج/ رقم الحديث: ۱۰۰۳.

● المعجم الكبير للطبراني، ج:٤، ص: ۲۷۷، هُر ير بن عبد الرحمن بن رافع بن خديج، عن جده رافع، رقم الحديث: ٤٤١٤، ٤٤١٥.

(۳) نصبُ الرّاية لأحاديث الهداية، ج:۱، ص:۲۳۸.

(۴) حَدّثنا موسی بنُ هارون، حدّثنا محمّدُ بنُ عبد الأعلی، حدّثنا المعتمرُ سمعتُ بیانا أبا سعید، قال: سمعتُ أنسا یقول: کان رسول الله -صلّی الله تعالیٰ علیه وسلَّمَ- یُصلّي الصبح حین یفسح البصر. [۱]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت نماز فجر پڑھتے تھے جب دور سے چیز نظر آنے لگتی (یعنی جب فجر خوب روشن ہوجاتی)۔

اس حدیث کو امام ابو محمد قاسم بن ثابت سرقسطی نے "کتاب غریب الحدیث" میں یوں روایت کیا ہے کہ:

"ہم سے موسیٰ بن ہارون نے، ان سے محمد بن عبدالاعلیٰ نے اور ان سے معتمر نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے "بیان ابو سعید" کو فرماتے سنا کہ میں نے حضرت انس سے یہ حدیث سنی ہے۔"

ان کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں جو حضرت رافع بن خدیج کی پہلی حدیث کے ہم معنی ہیں اور ان ساری حدیثوں کا خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ رسولِ گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ حکم دیا کہ

"نماز فجر خوب اجالے میں پڑھو ثواب زیادہ پاؤ گے"

البتہ ان کے الفاظ میں تھوڑا بہت فرق ضرور ہے ان حدیثوں کو امام بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری اور بنایہ شرح ہدایہ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

حدیثِ اِسفار روایت کرنے والے صحابۂ کرام:

ہم یہاں محض ان حضرات صحابۂ فخام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسماے طیبہ کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں جنھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان ارشادات کریمہ کو روایت کیا ہے ان کے اسما یہ ہیں:

(۱) حضرت ابو ہُریرہ (۲) حضرت ابو بَرزَہ (۳) حضرت محمد بن اسد (۴) حضرت قتادہ بن نعمان (۵) حضرت ابو الدردا (۶) حضرت رافع بن خدیج (۷) رجال من الأنصار من أصحابِ النبي -صلی الله تعالی علیه وسلَّمَ- أخرج حدیثهم الطّحاوي والنسائي (۸) حضرت عبداللہ بن مسعود (۹) حضرت حَوّا انصاریہ (۱۰) حضرت مرّہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(۱) نصب الرایة لأحادیث الهدایة، ج:۱، ص:۲۳۹، کتاب الصلاة / باب المواقیت / الحدیث الثاني عشر، المجلس العلمي، عن کتاب غریب الحدیث.

امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان صحابہ کی حدیثیں بنایہ شرح ہدایہ[1] میں جمع فرمائی ہیں اور امام فخر الدین زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے سوا کچھ اور صحابہ کی بھی حدیثیں بیان کی ہیں۔

(۱۱) حضرت بلال (۱۲) حضرت انس (۱۳) حضرت عبد اللہ بن عباس (۱۴) حضرت محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔[2]

ائمہ حنفیہ وائمہ شافعیہ وغیرہم سب نے اپنے مذہب کے ثبوت کے لیے بلا شبہہ کچھ ضعیف اور کچھ صحیح حدیثیں پیش کی ہیں، اگر ہم ضعیف حدیثوں کو ان کی مجموعی صحت کے باوجود ساقط الاعتبار قرار دیں تو بھی دونوں طرف کی صحیح حدیثیں متعارض ہیں اور اس تعارض کے دفع کرنے کے لیے فریقین کے علما و محدثین نے بہت کچھ دادِ تحقیق دی ہے۔

سب سے زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ غَلس کی تمام حدیثوں پر مجموعی طور سے نظر ڈالنے سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تاریکی میں نماز پڑھنا ثابت ہے اور ان تمام حدیثوں میں حضور کی طرف سے کوئی حکم نہیں پایا جاتا۔

- جب کہ صبحِ روشن میں نماز ادا کرنے کے لیے سرکار کا حکم موجود ہے اور حکم کو فعل پر ترجیح حاصل ہے۔
- یا حضور نے جماعت میں شریک ہونے والی عورتوں کی رعایت فرمائی کہ انھیں نماز سے فارغ ہو کر قدرے تاریکی میں واپسی میسّر ہو جائے۔
- یا لمبی قراءت کے لیے ایسا کیا۔
- یا تاریکی سے مراد اندرونِ مسجد کی تاریکی ہے جو چراغ نہ ہونے اور چھت نیچی ہونے کے باعث محسوس کی جاتی تھی۔

اور ائمہ حنفیہ کی یہ بات قوی معلوم ہوتی ہے کہ ان کی تائید میں جو حدیثیں وارد ہیں ان میں

---

(۱) البناية في شرح الهداية، ج:۲، ص: ۳۹، كتاب الصلاة / باب المواقيت/ فصل: يستحب الإسفار بالفجر، دار الفكر.

(۲) نصب الراية لأحاديث الهداية، ج:۱، ص:۲۳۵ تا ۲۴۲ .

رسول اللہ ﷺ کا حکم موجود ہے، ساتھ ہی ان میں زیادہ ثواب کی بشارت بھی ہے۔ اور اس حکم و بشارت کا درجہ کم از کم استحباب کا ہونا چاہیے، اور عقل کا بھی یہی تقاضا معلوم ہوتا ہے۔ چناں چہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

حکمتِ فقہی اس باب میں یہ ہے کہ اِسفار میں تکثیر جماعت ہے جو شارع کو مطلوب و محبوب ہے اور تغلیس میں تقلیل اور لوگوں کو مشقت میں ڈالنا ہے اور یہ دونوں ناپسند و مکروہ ہیں۔ اسی لیے امام کو تخفیفِ صلات اور کبیر و ضعیف و مریض و حاجت مند کی مراعات کا حکم فرمایا۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت میں قراءت طویل کی، لوگ شاکی ہوئے ارشاد ہوا: "یامعاذ! أ فتّانٌ أنتَ، یامعاذ! أ فتّانٌ أنتَ، یامعاذ! أ فتّانٌ أنتَ؟ قالهُ ثلٰثًا". (۱)

(**ترجمہ:** اے معاذ! کیا فتنہ انگیزی کرتے ہو، اے معاذ! کیا نفرت دلاتے ہو، اے معاذ! کیا جماعت سے دور کرتے ہو؟)

اور اول وقت نماز کی افضلیت اگر مطلقاً تسلیم بھی کر لی جائے تاہم "دفعِ مفاسد" (۲) جلبِ مصالح سے اہم و اقدم ہے، آخر نہ دیکھا کہ تطویلِ قراءت پر عتاب ہوا، حالاں کہ قرآن جس قدر بھی پڑھا جائے احسن و افضل ہی ہے۔ ساتھ ہی نماز فجر کے بعد اِشراق تک ذکر الٰہی میں بیٹھا رہنا مستحب ہے اور یہ امر اِسفار میں آسان اور تغلیس کے ساتھ دشوار ہے۔ (۳)

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فجر کی نماز صبحِ روشن میں پڑھتے تھے، اور یہ ان کا عام معمول تھا۔

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۹۷، كتاب الأذان / باب مَن شَكا إمامَهُ إذا طَوَّلَ، مجلس البركات.

(۲) "دفعِ مفاسد" اندھیرے میں فجر کی جماعت قائم ہو تو کم لوگ شریک ہو سکیں گے، یہ تقلیل جماعت ہے۔ اور شریک ہونے والے بہت سے لوگ مشقت میں مبتلا ہوں گے یہ دونوں شرعاً مکروہ و ناپسند ہیں اس لیے تغلیس سے احتراز اولیٰ ہے، اس کو دَفعِ مفاسد سے شمار فرمایا اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا فعل بیانِ جواز اور دوسری خوبیوں پر محمول ہے، جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے۔ ۱۲ محمد فضل الرحمن برکاتی.

(۳) الفتاوی الرضوية، ص: ۴۴۰، ج:۲، كتاب الصلاة / باب الأوقات، سنبهل ● أيضاً: ص: ۳۶۵، ج:۲، رضا أكاديمي، مومبائي.

أخرج الطّحاوي في "شرح الآثار" بسندٍ صحيحٍ عن إبراهيم النَّخعي ، قال: ما اجتمع أصحابُ رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- على شيء ما اجتمعوا على التنوير.[1]

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کسی بات پر یوں متفق نہیں ہوئے جتنا نماز فجر کو اجالا کر کے پڑھنے پر متفق ہوئے۔

یہ حدیث امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "شرح معانی الآثار" میں بسند صحیح تخریج فرمائی۔

ہماری اس بحث سے یہ امر عیاں ہو جاتا ہے کہ مذاہب اربعہ کے سارے پیروکار خصوصًا حنفیہ عامل بالحدیث ہیں اب اگر کوئی اس سچائی کا انکار کرے تو وہ سلف صالحین کے نقش قدم کی پیروی سے دور ہے۔

---

(۱) ● شرح معاني الآثار، ص:۱۳٦، ج:۱، باب الوقت الذی یصلّٰی فیه الفجر أيّ وقت هو.

● و نصب الرایة، ج:۱، ص:۲۳۷، ۲۳۸، کتاب الصّلاة/ باب المواقیت، عن القعبنی، ص:۱۰۹.

چوبیسواں مسئلہ

سایہ ایک مثل ہونے پر بھی وقتِ ظہر باقی رہتا ہے

اس بارے میں احادیثِ نبویہ کی شہادت

اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ دوپہر میں سورج ڈھلنے کے بعد وقت ظہر شروع ہوجاتا ہے، لیکن ختم کب ہوتا ہے اس میں اختلاف ہے۔ سراج الاُمّہ، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ جب سایۂ اصلی کے سوا ہر چیز کا سایہ دو مثل (دوگنا) ہوجائے تو وقتِ ظہر ختم ہوتا ہے اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ ایک مثل (ایک گنا) ہونے پر ختم ہوجاتا ہے۔ وہابی اہل حدیثوں نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اِن حضرات کے نزدیک سایہ ایک مثل ہونے کے بعد وقتِ عصر شروع ہوجاتا ہے جب کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔ اس مذہب کی دلیل متعدّد احادیث ہیں، ہم یہاں چند احادیث پیش کرتے ہیں:

عن أبي ذر، قال: كُنّا معَ النّبي –صلّى الله تعالى عليه وسلَّمَ– في سَفَرٍ، فأرادَ الـمُؤَذِنُ أن يُـؤَذِّنَ • فقال لهُ: "أبْرِدْ".

• ثم أرَادَ الـمُؤَذِنُ أن يُـؤَذِّنَ ، فقال لهُ: "أبْرِدْ".

• ثمّ أرَادَ الـمُؤَذِنُ أن يُـؤَذِّنَ ، فقال لهُ: "أبْرِدْ".

حتی ساوی الظِّلُّ التُّلول، فقال النبيّ ـ صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلّم ـ: إنّ شِدَّةَ الحَرِّ مِنْ فَيحِ جَهَنّم.(۱)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، مؤذن نے ظہر کی اذان دینی چاہی،

- حضور نے فرمایا ـــــــــــــــ : "وقت ٹھنڈا ہونے دو"
- دیر کے بعد مؤذن نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا، تو فرمایا: "اور ٹھنڈا ہونے دو"
- مؤذن نے پھر دیر کے بعد تیسری بار اذان دینی چاہی، تو فرمایا: "ابھی اور ٹھنڈا ہونے دو"

یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا تو (اذان کی اجازت دی اور) فرمایا: گرمی کی شدّت جہنم کی سانس سے ہے۔

یہ حدیث صحیح البخاری میں چار صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے:

(۱) حضرت ابوذر غفاری (۲) حضرت عبد اللہ بن عمر (۳) حضرت ابوہریرہ (۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (۲)

یہ کتاب الصلاۃ کی احادیث ہیں، ان میں اختصار ہے کہ حضرت ابوذر کی روایتوں میں یہاں "أبرد، أبرد" یا "أبرد، ثمّ أرادَ أن یؤذن فقال له أبرد" دوبار ہے، باقی حدیثوں میں یہ حکم منقول ہے۔

إذا اشتدّ الحرُّ فأبرِدُوا بالصلاة، فإنّ شدة الحر من فیح جهنم.

ترجمہ: جب گرمی سخت ہو تو نماز (ظہر) ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیوں کہ گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے ہے۔

یہاں حدیث پاک میں "صلاۃ" سے مراد نماز ظہر ہے، چناں چہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں "أبردوا بالظهر" وارد ہے۔ ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ دو مثل سایہ ہونے

---

(۱) صحیح البخاري، ج:۱، ص:۸۷، ۸۸، کتابُ الأذان/ باب الأذان للمسافر، مجلس البرکات، مبارك فور.

(۲) دیکھیے: صحیح البخاري، ج:۱، ص:۷٦، ۷۷، کتابُ الصلاۃ / باب الإبراد بالظهر فی شدة الحر و باب الإبراد فی الظهر فی السَّفر، مجلس البرکات، مبارك فور.

سے پہلے "شدّة الحرّ" (گرمی کی شدّت) برقرار رہتی ہے اور وقت ظہر ٹھنڈا نہیں ہوتا، اس لیے ان احادیث شریفہ میں بھی فرمان رسالت سے وہی مراد ہے جو کتاب الاذان کی حدیث ابو ذر سے عیاں ہے، حق یہ ہے کہ یہ حدیث ان احادیث شریفہ کی شرح ہے۔

اب ان احادیث میں غور فرمائیے:

حضور سید عالم ﷺ نے سخت موسم گرما میں وقت ٹھنڈا ہونے کے بعد ظہر پڑھنے کا حکم دیا ہے تو یہ تجربہ کر کے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ مثلِ اول میں وقت ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

حضور کے مؤذن نے وقت ظہر شروع ہونے کے بعد ہی اذان دینا چاہا تھا مگر سرکار دو عالم ﷺ نے انھیں تین تین، بار "اِبراد" کا حکم دیا، ظاہر ہے کہ ہر بار انھوں نے اتنی دیر ضرور کی کہ موسم پہلے کی بہ نسبت ٹھنڈا محسوس ہو، ورنہ حکم نبوی کی خلاف ورزی ہوگی۔

"یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا" تب اذان کی اجازت ملی اور یہ وقت مثلِ دوم کا ہے۔

امام ابوزکریا نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ومعنى قوله: "رَأينا فَيءَ التُّلول" أنّه أخّر تأخيرا كثيرا حتى صار للتلول فَيءٌ-والتّلولُ منبطحة غيرُ منتصبة ولا يصير لها فَيءٌ في العادة إلّا بعد زوال الشمس بكثير.[1]

ترجمہ: راوی کے بیان "ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا" کا مطلب یہ ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے اتنی زیادہ تاخیر فرمائی کہ ٹیلوں کا سایہ ظاہر ہوگیا۔ اور ٹیلے پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، ستون وغیرہ کی طرح لمبائی میں کھڑے نہیں ہوتے اور عادۃً ان کا سایہ سورج ڈھلنے کے بہت بعد ظاہر ہوتا ہے۔

یہاں ٹیلوں کا سایہ ظاہر ہونے کی بات کی گئی ہے جب کہ حدیث بخاری میں ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر ہونے کی صراحت کی گئی ہے اور یہ بلا شبہہ سایہ کے ظہور کے بہت بعد ہوگا۔

مختصر یہ کہ ان تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز ظہر مثل دوم میں ہی کسی وقت ہوئی اور یہی امام اعظم کا مذہب ہے۔

---

(۱) المنهاج شرح الصحيح لمسلم بن الحجاج، ج:۱، ص:۲۲٤، باب استحباب الإبراد بالظهر في شدة الحرّ، مجلس البركات.

اس مقام پر یہ امر واضح رہے کہ حضور سید کائنات ﷺ یہاں ایک "عام حکمِ شرع" جاری فرما رہے ہیں کہ "جب گرمی سخت ہو تو ظہر کی نماز یوں ہی ٹھنڈا ہونے کے بعد پڑھو" جو سفر و حضر سب کو عام ہے اور "اِبراد" کا مطلب وقت نماز کو ٹھنڈا کرنا ہے، نہ کہ وقت گزار کر دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا۔ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام یہ نہیں فرمار ہے ہیں کہ "جب سفر میں رہو تو ظہر گزار کر عصر کے وقت میں دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھو" اس لیے رسول اللہ ﷺ کے تشریع عام کو جمع بین الصلاتین پر محمول کرنا نامناسب ہے اور یہ خود کلماتِ نبوت کے خلاف ہے۔

پچیسواں مسئلہ

سفر میں جمع بین الصلاتین کے لیے وقت گزار کر یا وقت سے پہلے نماز کی اجازت ہے، یا ممانعت؟

احادیثِ نبویہ سے راہِ عمل کا انتخاب

ان امور پر سب کا اتفاق ہے کہ:

- پانچوں نمازوں کے اوقات اللہ تبارک و تعالیٰ نے الگ الگ مقرر فرما دیے ہیں اور
- قصداً کسی نماز میں اتنی دیر کرنا کہ اس کا وقت نکل جائے حرام ہے، اور وقت آنے سے پہلے نماز باطل ہے۔
- کسی عذر کے باعث ظہر اور مغرب کو ان کے آخری وقت میں اور عصر و عشا کو اول وقت میں پڑھنا جائز ہے، اسے **"جمعِ صوری"** کہتے ہیں کہ صورتِ ظاہری کے لحاظ سے دونوں نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا ہے مگر حقیقت میں ہر نماز اپنے اپنے وقت میں ادا ہو رہی ہے۔
- نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ظہر کے وقت میں پہلے ظہر، پھر عصر پڑھنے کا حکم ہے۔ یہ "جمعِ حقیقی" ہے۔ اور دسویں ذی الحجہ کی شب میں مُزدلفہ میں وقت عشا میں پہلے مغرب، پھر عشا پڑھنے کا حکم ہے، یہ بھی جمعِ حقیقی ہے، فرق یہ ہے کہ اول کو جمعِ تقدیم اور دوم کو جمعِ تاخیر کہتے ہیں۔
- مُزدلِفہ میں ہی فجر کی نماز اول وقت میں "غلس" (اندھیرے) میں پڑھنے کا حکم ہے۔

یہ تمام احکام اجماعی و متفق علیہ ہیں، **اختلاف اس بارے میں ہے کہ:**

"سفر میں ظہر کا وقت گزار کر عصر کے وقت میں پہلے ظہر، پھر عصر پڑھیں ——— یا عصر کا وقت آنے سے پہلے ہی اسے وقتِ ظہر میں بعدِ ظہر پڑھیں"۔ یہ جمعِ حقیقی ہے، اول "جمع تاخیر" اور دوم "جمع تقدیم" ہے۔

یہ دونوں صورتیں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جائز ہیں جسے وہابی اہل حدیثوں نے اختیار کیا ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ناجائز ہیں۔ ان کے مذہب پر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے دلائل کثیرہ موجود ہیں جنھیں امام اہل سنت، امام احمد رضا قدس سرہ نے بسط و تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب: حاجز البحرين الواقي عن جمع الصلاتين[1] میں بیان کیا ہے، ہم یہاں چند حدیثوں پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) عن عبد الرحمٰن، عن عبد الله، قال: ما رأيتُ النبيَّ —صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ— صلّى صلاةً لغير ميقاتها، إلّا صلاتين: جمع بينَ المغرب والعشاء وصلّى الفجر قبل ميقاتها.[2]

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی کوئی نماز غیر وقت میں پڑھتے نہیں دیکھا مگر دو نمازیں:

- حضور نے مغرب اور عشا کی نمازیں ایک ساتھ مزدلفہ میں پڑھیں۔
- اور فجر کی نماز وقت معمول سے پہلے پڑھی۔

اس حدیث کی دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

صلاةَ المغرب والعشاء بجمعٍ.[3]

---

(۱) الفتاوى الرضوية، ج:۲،ص: ۲۳۱، تا ۳٤٤، كتاب الصلاة / بابُ الأوقات، رضا اكاديمى، مومبائى.

(۲) صحيح البخاري، ج:۱،ص:۲۲۸، كتابُ المناسك/ باب متىٰ يُصلي الفجر بجمع، مجلس البركات، مبارك فور.

(۳) الصحيح لمسلم، ج:۱،ص: ٤١٧، كتاب الحج / باب استحباب زيادة التغليس بصلاة الصبح يوم النحر بالمزدلفة، مجلس البركات،مبارك فور.

ترجمہ: مُزدلفہ میں مغرب کی نماز عشا کے ساتھ عشا کے وقت میں پڑھی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں جن دو نمازوں کے غیر وقت میں پڑھنے کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے صرف ایک نماز کی نشان دہی کی ہے۔ یعنی مزدلفہ میں عشا کے وقت میں مغرب پھر عشا ایک ساتھ ادا کرنا۔

فجر کی نماز دوسری نماز نہیں ہے کیوں کہ یہ نماز حضور نے طلوع فجر کے فوراً بعد وقت میں پڑھی تھی جو سرکار کے معمول کے خلاف تھی، امام نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

المرادُ "قبل وقتها المعتاد"، لا قبل طلوع الفجر، لأنّ ذلك ليس بجائز بإجماع المسلمين وقد ثبت فى صحيح البخاري في هذا الحديث في بعض رواياته أنّ ابن مسعود صلّى الفجر حين طلعَ الفَجرُ بالمزدَلِفة، ثمّ قال: إنّ رسولَ الله — صلى الله تعالى عليه وسلَّمَ- صلّى الفجر في هذه الساعة.

وفي رواية له: فلمّا طلعَ الفجرُ قال: إنّ رسولَ الله –صلى الله تعالى عليه وسلَّمَ- كان لا يصلي هذه الساعة إلا هذه الصّلاة في هذا المكان، من هذا اليوم.[1]

ترجمہ: "فجر کی نماز وقت سے پہلے پڑھی" اس سے مراد یہ ہے کہ "جس وقت پڑھنے کی عادت تھی اس سے پہلے پڑھی"، یہ نہیں مراد ہے کہ طلوعِ فجر سے پہلے پڑھی کیوں کہ یہ تو باجماعِ مسلمین ناجائز ہے۔

صحیح بخاری شریف میں اسی حدیث کی بعض روایات میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فجر طلوع ہونے پر مُزدلفہ میں نماز فجر ادا کی، پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (آج کی) فجر اس وقت میں پڑھی ہے۔

اور صحیح بخاری شریف کی ایک روایت میں یہ صراحت ہے:

---

(۱) المنهاج شرح الصحيح لمسلم بن الحجاج، ج:۱،ص:٤١٧، كتاب الحج / باب استحباب زيادة التغليس بصلاة الصبح يوم النحر بالمزدلفة، مجلس البركات.

جب فجر طلوع ہوگئی تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت نماز نہیں پڑھتے تھے مگر آج کے دن، اس وقت، اس مقام پر حضور نے یہ نماز فجر پڑھی۔

تو اب سوال یہ ہے کہ دوسری نماز جو سرکار نے وقت سے پہلے پڑھی وہ کون سی نماز ہے؟

اس کا جواب سنن النسائی کی حدیث میں ہے:

(۲) أخبرنا إسماعيل بن مسعود، عن خالد، عن شعبة، عن سليمان، عن عمارة بن عمير، عن عبد الرحمن بن يزيد، عن عبد الله —رضي الله تعالى عنه— قال: كان رسولُ الله —صلى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ— يُصلّي الصّلاة لِوقتِها إلّا بجمع وعرفات.(۱)

ترجمہ: اسماعیل بن مسعود، از خالد، از شعبہ، از سلیمان، از عمارہ بن عُمیر، از عبد الرحمٰن بن یزید روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نمازیں اوقاتِ نماز میں پڑھا کرتے تھے سوائے مُزدلفہ اور عرفات کے۔

کہ مزدلفہ میں مغرب عام دنوں کے وقتِ عشا میں اور عرفات میں عصر وقتِ ظہر میں پڑھتے تھے۔

(۳) أخبرنا سلام بن سليمان الحنفي، عن أبي إسحاق السبيعي، عن عبد الرحمٰن بن الأسود، عن علقمة بن قيس، والأسود بن يزيد، قال: كانَ عَبْدُ الله بنُ مسعود —رضي الله تعالى عنه— يقول: لا جمعَ بين الصّلاتين إلّا بعرفة الظّهر والعصر.(۲)

ترجمہ: سلام بن سلیمان حنفی، از ابو اسحاق سبیعی، از عبد الرحمن بن اسود، از علقمہ بن قیس واسود بن یزید روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ دو نمازیں ایک وقت میں ملا کر

---

(۱) سنن النسائی، ص: ۳۲۰، كتاب مناسك الحج / باب الجمع بين الظهر والعصر بعرفة.

(۲) كتاب الحجة، ج:۱، ص:۱٦٥، باب الجمع بين الصلاتين.

امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس حدیث کے تعلق سے یہ صراحت کی "اس حدیث کے سب رُواۃ اجلّہ ثقات وائمہ اثبات ورجالِ صحیحین، بلکہ صحاح ستّہ ہیں"۔ (الفتاوى الروية، ج:۲، ص: ۳۳۵، كتاب الصلاة/ باب الآوقات/ رسالہ: حاجز البحرين، رضا اكاديمی، مومبائی.) ۱۲ منه.

پڑھنا جائز نہیں مگر عرفہ میں ظہر اور عصر۔

یعنی عرفات میں ظہر اور عصر ایک ساتھ وقتِ ظہر میں پڑھیں گے۔

ان احادیث سے مجموعی طور پر یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی دو نمازیں ایک وقت میں نہیں پڑھیں، نہ وقت سے پہلے، نہ وقت گزار کر، سوائے دو نمازوں کے:

ایک مقام عرفات میں عصر کی نماز، کہ ظہر کے وقت میں بعدِ ظہر پڑھی۔

دوسری مُزدلفہ میں مغرب کی نماز، کہ عام دنوں کے وقت عشا میں قبلِ عشا پڑھی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے ان دو نمازوں کے سوا کبھی رسول اللہ ﷺ کو جمع بین الصّلاتین کرتے نہیں دیکھا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت کے حاضر باش تھے، سفر و حضر میں برابر ساتھ رہتے تھے، وہ سرکار دو عالم ﷺ کے چشم دید معمولات بیان فرمارہے ہیں تو ان کا یہ بیان پورے اطمینان قلب کے ساتھ واجبُ القبول ہے۔

صحیح البخاری اور دیگر صحاح کی احادیث میں ایسا بہت ہے کہ رُواۃِ حدیث، احادیث میں اختصار کرتے ہیں، وہ حسبِ حاجت احادیث کے اقتباسات روایت کرتے ہیں اور جب ایک حدیث کی متعدّد روایتوں کو جمع کیا جاتا ہے تو پوری حدیث پر اطلاع ہوتی ہے، یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سفر میں جمع بین الصّلاتین کی جو احادیث منقول ہیں وہ جمعِ صوری پر محمول ہیں کہ ظہر کی نماز آخرِ وقت میں اور عصر کی اولِ وقت میں تھوڑے وقفہ کے ساتھ پڑھی، ایسا ہی مغرب و عشا میں بھی کیا۔ ہم اس بارے میں یہاں امام اہل سنت کا ایک واضح بیان نقل کرتے ہیں جس سے ان شاء اللہ تعالیٰ عیاں ہو جائے گا کہ اس نوع کی احادیث سے وقت سے پہلے یا وقت گزار کر نماز پڑھنے کا ثبوت نہیں ہوتا، امام اہل سنت فرماتے ہیں:

(الف) نماز بعد شہادتَین اہم فرائض و اعظمِ ارکانِ اسلام ہے اور اُس میں رعایتِ وقت کی فرضیت، اظہر ضروریاتِ دین سے ہے، جسے مسلمانوں کا ایک ایک بچّہ جانتا ہے، یوں ہی اوقاتِ خمسہ غایت شہرت و استفاضہ پر بالغِ حد تواتر ہیں، اگر حضور پُر نور سید المرسلین ﷺ نے حالتِ سفر میں۔

جس کی ضرورت ہمیشہ ہر زمانہ میں، ہر شخص کو رہی اور رہتی ہے۔ چار نمازوں کے لیے اوقاتِ مشہورہ، معلومہ، معروفہ کے سوا قولاً یا فعلاً کوئی اور حکم عطا فرمایا ہوتا تو واجب تھا کہ جس شہرتِ جلیلہ کے ساتھ اوقاتِ خمسہ منقول ہوئے اُسی طرح یہ نیا وقت بھی نقل کیا جاتا۔

آخر حضور اقدس ﷺ نے یہ فعل کسی خلوت میں نہ کیا، غزوۂ تبوک میں ہزار ہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمراہ تھے اگر حضور جمع فرماتے، بلا شبہہ وہ سب کے سب دیکھتے اور کثرتِ رُواۃ سے اسے بھی مشہور کر چھوڑتے، یہ کیا کہ:

- ایسی عظیم بات،
- ایسے جلیل فرض کے،
- ایسے ضروری لازم میں،
- ایسی صریح تبدیل،
- ایسے مجمع کثیر کے سامنے واقع ہو اور اُسے یہی دو ایک راوی روایت فرمائیں

تو بلا شبہہ یہی "جمعِ صوری" فرمائی جس میں نہ وقت بدلا، نہ کسی حکم میں تغیر نے راہ پائی کہ اُس کے اشتہار پر دواعی مُتوفر ہوتے۔

نظرِ انصاف، صاف ہو تو صرف ایک یہی کلام تمام دلائلِ خلاف کے جواب کو بس ہے کہ جب باوصفِ توفّرِ دواعی نقلِ آحاد ہے، تو لاجرم "جمع صوری" پر محمول کہ توفُّر مہجور اور بالفرض کوئی روایت مفسرہ، ناقابلِ تاویل ملے تو متروک العمل، کہ ایسی جگہ آحاد رہنا عقل سے دُور۔

(ب) نمازوں کے لیے تعیین و تخصیصِ اوقات آیاتِ قرآن عظیم واحادیثِ حضور سید المرسلین ﷺ سے قطعی الثبوت ہے، اگر کہیں اُس کا خلاف مانیے، تو وہ بھی ویسا ہی قطعی چاہیے جیسے عصرِ عرفہ و مغربِ مزدلفہ کا اجماعی مسئلہ، ورنہ یقینی کے مقابل ظنی مضمحل۔

(ج) جانبِ جمع (بین الصلاتین) صرف نقلِ فعل ہے، قول اگر ہے تو جمع صوری میں۔ اور جانبِ منع دلائلِ قولیہ وفعلیہ دونوں موجود اور قول فعل پر مرجح، تو مجموعِ قول وفعل محض نقل فعل پر بدرجہ اولیٰ (مُرجّح ہوگا)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت شان:

(د) افقہیتِ راوی اور مرجح منع ہے کہ ابن عمر وانس میں کسی کو فقاہتِ جلیلہ عبداللہ بن مسعود تک رسائی نہیں[1]۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

● یہ وہی ابن مسعود ہیں جن کی نسبت حدیث میں ہے، حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمسّكوا بعهد ابن أمّ عبد.[2] ان کے عہد کو لازم پکڑو۔

مرقاۃ میں ہے:

اسی لیے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کی روایت وقول کو خلفاے اربعہ کے بعد سب صحابہ کے قول پر ترجیح دیتے ہیں۔

● یہ وہی ابنِ مسعود ہیں جنھیں حُذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبِ سرِّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے:

إن أشبه الناس دلًّا وسمتًا وهديًا برسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- لَابن أم عبد.

بے شک چال، ڈھال، روش میں سب سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ عبداللہ بن مسعود ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ رواه البخاري والترمذي والنسائي.[3]

● یہ وہی ابنِ مسعود ہیں جنھیں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے:

---

(۱) "أفقهيّت": أفْقه ہونا، بڑا فقیہ ہونا۔ أفقه راوی کی روایت غیر أفقه راوی کی روایت پر راجح ہوتی ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عمر و حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بڑے، بلکہ بہت بڑے فقیہ ہیں، جنھوں نے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے جمع بین الصّلاتین نہ کرنے کی حدیث روایت فرمائی، اس لیے ان کی حدیث حضرت ابن عمر اور حضرت انس کی حدیثوں پر راجح قرار پائے گی۔ ۱۲ منہ

(۲) ● جامع الترمذي، ج:۲، ص: ۲۲۱، أبواب المناقب / باب مناقب عبد الله بن مسعود.
● المستدرك على الصحيحين، ج:۳، ص: ۷۵، كتاب معرفة الصحابة / توضيح مثّي مَن يعمل سوأ يجز به.

(۳) ● صحيح البخاري، ج:۲، ص: ۹۰۱، كتاب الأدب/ بابٌ في الهدى الصالح.
● جامع الترمذي، ج:۲، ص: ۲۲۲، أبواب المناقب / باب مناقب عبد الله بن مسعود.

كنيف ملئ علمًا. [1] ایک گٹھری ہیں علم سے بھری ہوئی۔

نہایت یہ کہ حضور اقدس سید المرسلین ﷺ نے فرمایا: رضيتُ لأمتي ما رضِيَ لها ابن أم عبد. میں نے اپنی اُمت کے لیے پسند فرمالیا جو کچھ عبد اللہ بن مسعود اس کے لیے پسند کرے۔

رواه الحاكم بسند صحيح. [2]

لاجرم ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک خلفاے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بعد وہ جناب تمام صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے علم وفقاہت میں زائد ہیں۔

مرقاۃ شرح مشکاۃ میں ہے:

هو عند أئمتنا أفقهُ الصحابة بعد الخلفاء الأربعة. [3]

---

(١) المستدرك على الصحيحين، ج:٣، ص: ٣١٨، كتاب معرفة الصحابة / باب من أحب أن يقرأ القرآن.

(٢) المستدرك على الصحيحين، ج:٣، ص: ٣١٧، ٣١٨، كتاب معرفة الصحابة / كلمات دعاء ابن مسعود -رضى الله تعالى عنه- .

(٣) الفتاوى الرضوية (ملتقطاً) ج:٢،ص: ٣٤١، ٣٤٢، كتاب الصلاة / باب الأوقات/ رساله: حاجز البحرين، رضا اكاديمى، مومبائى.

چھبیسواں مسئلہ

نماز میں رفعِ یدین جائز، غیر مُستحب ہے

احادیثِ نبویہ کے شواہد سے روشن ثبوت

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز میں رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے اور رفع یدین نہ کرنا بھی۔ یوں ہی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی دونوں طرح کے عمل کا ثبوت ملتا ہے۔

اہل سنت وجماعت کے چار امام ہیں:

- امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت
- امام مالک
- امام محمد بن ادریس شافعی
- امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ان چاروں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفعِ یدین[1] کرنا بھی جائز ہے اور رفعِ یدین نہ کرنا بھی جائز ہے، البتہ افضل اور مستحب کیا ہے اس بارے میں

---

(۱) نماز میں کانوں تک دونوں ہاتھ اٹھانے کو "رفعِ یدَین" کہتے ہیں۔ اب عرف عام میں رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور پہلا قعدہ پورا کر کے اٹھتے وقت، دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے کو "رفعِ یدَین" کہا جاتا ہے۔ حنفی مذہب میں یہ "رفعِ یدَین" مستحب نہیں۔ جب کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما اسے مستحب قرار دیتے ہیں، اور آج کل یہ وہابی اہل حدیث کی علامات سے ہے۔ ۱۲ منہ

ان بزرگوں کے درمیان دلائل کی بنا پر اختلاف ہوا۔

امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ افضل رفعِ یدین نہ کرنا ہے اور نماز میں سکون سے رہنے کا تقاضا یہی ہے۔

اس کے بر خلاف امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ افضل رفعِ یدین ہے۔

وجہِ اختلاف یہ ہے کہ اس باب میں اللہ کے رسول، سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں طرح کی احادیث مروی ہیں، تو دونوں طبقے کے فقہا نے اپنی اپنی تحقیق و اجتہاد کے مطابق ایک ایک نوع کی احادیث کو اختیار فرمایا۔ دونوں اپنے اپنے طور پر سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی احادیث سے تمسک کرتے اور حضور کی سنتِ کریمہ پر عمل کرتے ہیں؛ اس لیے فریقین ایک دوسرے پر طعن و تشنیع نہیں کرتے جب کہ آج کے کچھ مدعیانِ حدیث نے اپنے بے جا عقائد پر پردہ ڈالنے کے لیے اسے اپنا شیوۂ تحقیق بنا رکھا ہے۔

حنفیہ کے دلائل

ہم یہاں بڑے اختصار کے ساتھ اپنے مذہب کے دلائل نقل کرتے ہیں:

(۱) عَن تميم بن طَرَفَةَ، عن جابر بن سَمُرَةَ قال: خرج علينا رسولُ الله –صلى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ–، فقال: مالِيَ اَرَاكم رافعي أَيْدِيْكُم كأَنَّها أذنابُ خيلِ شُمْس، أُسْكنوا فِي الصّلاة.[۱]

ترجمہ: تمیم بن طرفہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ (اس وقت ہم لوگ نماز میں رفع یدین کر رہے تھے) تو حضور نے فرمایا، کیا بات ہے کہ میں تم لوگوں کو چنچل گھوڑوں کی دُموں کی طرح رفعِ یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔

صحابۂ کرام کو حکم تھا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس طرح نماز پڑھتا دیکھیں اسی طرح نماز پڑھیں، اس لیے ظاہر یہی ہے کہ ان صحابۂ کرام نے بارہا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا تھا اس لیے وہ حضرات بھی رفعِ یدین کر رہے تھے۔

(۱) الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۱۸۱، كتاب الصلاة / باب الأمر بالسّكون في الصّلاة، مجلس بركات، مبارك فور.

مگر اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس عمل کو ناپسند فرمایا اور "اُسْكُنوا فِي الصّلاة". کا حکم صادر فرماکر سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ یہاں "سکون" کا لفظ "رفع یدین" کے مقابل ہے اس لیے ارشادِ رسالت سے بطور خاص یہ ثابت ہوا کہ "رفع یدین نہ کرو" اور لفظ کا اطلاق پوری نماز کو سکون سے ادا کرنے کا متقاضی ہے۔

یہاں سے ثابت ہوا کہ جن احادیث سے رسول اللہ ﷺ کا رفع یدین کرنا ثابت ہوتا ہے وہ تمام احادیث مسلم شریف کی اس حدیث صحیح سے منسوخ ہیں اور عمل منسوخ پر نہیں، ناسخ پر ہوتا ہے اس لیے رفعِ یدین نہ کرنا ہی مستحب ہے۔

قالَ أبُو عبد الله: قالَ الحميديُّ : . . . وإنَّمَا يُوخَذُ بالآخِرِ فالآخر مِن فعلِ النّبيّ -صلى الله تعالى عليه وسلم-.(۱)

ترجمہ: ابو عبد اللہ (محمد بن اسماعیل بخاری) کے استاذ امام عبد اللہ بن زبیر حمیدی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ عمل نبی کریم ﷺ کے آخری فعل پر ہوتا ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ رفعِ یدین کی منسوخی کے بعد کا ہے، ہوسکتا ہے ان صحابہ کو نسخ کا علم نہ ہوا ہو اور وہ پہلے طریقے پر عامل رہے ہوں، یہی وجہ ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے ناراضگی کے لہجے میں ان سے خطاب فرمایا۔

واضح ہو کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے رفعِ یدین کرنے والے صحابہ کو نماز کے دُہرانے کا حکم نہ دیا، اس لیے معلوم ہوا کہ رفعِ یدین جائز ہے، مگر رفع یدین کو ناپسند فرماکر سکون سے نماز پڑھنے کا حکم دیا اس سے ثابت ہوا کہ رفعِ یَدَین نہ کرنا افضل و مستحب ہے، کھلی ہوئی بات ہے کہ مستحب تو وہی ہوسکتا ہے جو حضور کو محبوب و پسند ہو۔

علاوہ ازیں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا رفعِ یَدَین کرنا حدیث فعلی ہے اور مسلم شریف کی یہ حدیث "مَالِي أراكُم ... اُسْكُنوا في الصّلاة." حدیث قولی۔ اور حدیث قولی و فعلی میں تعارض ہو تو ترجیح حدیث قولی کو ہوتی ہے اس لیے بھی نماز میں رفعِ یَدَین نہ کرنا ہی راجح و افضل ہے۔

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص:۹۶، كتابُ الأذان/ بابٌ إنّما جُعِلَ الإمام لِيُؤتَمّ به، مجلس بركات، مبارك فور.

محدث جلیل امام جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مذاہب فقہیہ کے دلائل بیان کرنے میں بہت اعتدال اور انصاف کی روش اختیار کرتے ہیں وہ اپنی مشہور زمانہ تصنیف "نصب الرایہ" میں یہ حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال پر امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعتراض کیا ہے، پھر پوری دیانت داری کے ساتھ ان کا اعتراض نقل کر کے اس کا شافی جواب بھی ارقام فرمایا ہے، ہم یہاں ایضاحِ حق کے لیے وہ اعتراض اور جواب دونوں نقل کرتے ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اعتراض:

صاحب نصب الرایہ لکھتے ہیں:

واعترضَهُ البخاري في "كتابهِ الذي وضعه في "رفع اليدين" فقال:

وأمّا احتجاجُ بعضِ مَن لا يَعلم بحديث تميم بن طَرَفةَ عن جابر بن سَمُرة، قال: دخل علينا رسولُ الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- ونحن رافعي أيدينا في الصّلاة فقال: "مالِيَ أراكم رافعي أَيدِيكم كأَنّها أذنابُ خيْلٍ شُمْسٍ؟ أُسكنوا في الصّلاة"

وهٰذا إنّما كان في التشهّد، لا في القيام. فَفسّرهُ رواية عبد الله بن القبطية، قال:

● سمِعتُ جابرَ بن سَمُرة، يقول: كنّا إذا صلّينا خلفَ النّبي -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-، قلنا: اَلسّلامُ عليكم، اَلسّلامُ عليكم. وأشار (أي جابرُ بنُ سمرة رضي الله تعالى عنه-"ن") بيدهِ إلى الجانبين، فقال: ما بالُ هٰؤلاء يؤمِئُون بأيدِيْهم، كأنّها أذنابُ خيْل شُمْس؟ إنّما يكفي أَحَدَكم أن يضع يدَه على فخذِه، ثم ليسُلّم على أخيه مَن عن يمينه ومَن عن شمالهِ". انتهى

وهٰذا قول معروف لا اختلاف فيه، ولو كان كما ذهبوا إليه لكان الرفعُ في تكبيرات العيد أيضا مَنهيّا عنه؛ لأنه لم يستثنِ رفعًا دون رفع، بل أطلق، انتهىٰ كلامه.[1]

---

(۱) نصبُ الرّاية لأحاديث الهداية، ج:۱، ص: ۳۹۳، كتابُ الصّلاة/ بابُ صفةِ الصّلاة، الحديثُ التّاسعُ والثلاثون/ أحاديث أصحابنا-مؤسّسةُ الرّيان، بيروت.

ترجمہ: "امام بخاری نے اپنی کتاب رفع الیدین [۱] میں یہ اعتراض کیا ہے کہ **بعض** حضرات نے تمیم بن طَرَفہ بروایت جابر بن سُمرہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ "اللہ کے رسول ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم لوگ اس وقت نماز میں رفعِ یدین کر رہے تھے تو حضور نے **فرمایا:** کیا بات ہے کہ میں تم لوگوں کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جیسے وہ سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہوں، نماز میں سکون کے ساتھ رہو۔"

یہ واقعہ خاص تشہد کا ہے نہ کہ قیام کا، چناں چہ عبداللہ بن قبطیہ کی روایت سے اس کی تفسیر ہوتی ہے۔ "وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت جابر بن سُمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے اور داہنے بائیں ہاتھ سے اشارہ کر کے کہتے اَلسَّلام علیکم، اَلسَّلام علیکم. تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے کہ یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے اشارے کر رہے ہیں جیسے وہ چنچل گھوڑوں کی دُمیں ہوں؟ بس اتنا کافی ہے کہ اپنی ران پر ہاتھ رکھ کر دائیں بائیں اپنے بھائی کو سلام کر لیں۔"

سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد معروف ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور اگر رفعِ یدین سے ممانعت ہوتی جیسا کہ بعض حضرات کا مذہب ہے تو پھر عید کی تکبیرات سے بھی ممانعت ہوتی کیوں کہ ارشادِ نبوی مطلق ہے اور اس سے کسی بھی رفع یدین کا استثنا نہیں ہے۔

یہ ہے اعتراض امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا۔

امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جواب:

اس کے جواب میں امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ولقائل أن يقول: إنّهما حديثان لايُفَسَّر أَحَدُهُما بالأخر، كما جاء في لفظ الحديث الأول: دخل علينا رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-، وإذا الناس رافِعوا أَيديْهم في الصّلاة، فقال: "مالِيَ أراكم رافعي أيديْكم، كأنّها أذنابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟ أُسكنوا في الصّلاة." والذي يَرفع يديه حال التّسليم لايقال له: "أُسكن في

(۱) كتاب رفع اليدين في الصلاة للإمام محمد بن اسماعيل البخاري، ص: ۹۰ تا ۹۲ ، رقم الحديث: ۷۹، دار ابن حزم.

الصلاة" إنما يقال ذلك لمن يرفع يديه في أثناء الصلاة، وهو حالة الركوع والسجود ونحو ذلك، هذا هو الظاهر، والراوي روى هذا في وقت كما شاهده، وروى الآخر في وقتٍ أخر كما شاهده، وليس في ذلك بُعد. والله اعلم."[1]

ترجمہ: کوئی بھی شخص اس کا جواب یہ دے سکتا ہے کہ یہ دونوں دو حدیثیں ہیں۔ (ایک تمیم بن طرفہ کی حدیث، دوسری عبد اللہ بن قبطیہ کی حدیث) دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کی تفسیر نہیں ہو سکتی۔ پہلی حدیث کے الفاظ ہیں:

"رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے **اور لوگ اس وقت نماز میں رفع یدین کر رہے تھے** تو حضور نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تم لوگوں کو رفعِ یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جیسے وہ چنچل گھوڑوں کی دُمیں ہوں، نماز میں سکون کے ساتھ رہو۔"

اور جو شخص سلام کے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھائے اس سے یہ نہیں کہا جائے گا: "أُسكُنُوا في الصّلاة" نمازِ میں سکون کے ساتھ رہو" یہ بس اسی سے کہا جائے گا جو نماز کے دوران اپنے ہاتھوں کو اٹھائے، اور رکوع و سجود وغیرہ کی حالت دورانِ نماز کی ہے، یہی ظاہر ہے۔ اور راوی نے کسی وقت لوگوں کو دورانِ نماز رفع یدین کرتے دیکھا تو اسے اپنے مشاہدے کے مطابق روایت کر دیا اور کبھی سلام کے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو اسے بھی اپنے مشاہدے کے مطابق روایت کر دیا (تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ دونوں ایک ہی واقعہ کی روایتیں ہیں، بلکہ واقع میں دونوں دو طرح کے واقعات کی روایت ہیں۔)

دو واقعہ ہونے کی وضاحت:

رفع یدین سے اجازت و ممانعت کی یہ دونوں حدیثیں دو واقعے سے متعلق ہیں، اس کی وضاحت اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ پہلی حدیث سے یہ عیاں ہے کہ نبی کریم ﷺ صحابۂ کرام کے ساتھ اس نماز میں شامل نہ تھے، بلکہ اپنے حجرۂ شریفہ سے نکل کر وہاں تشریف لائے تھے جیسا کہ "خَرجَ عَلَيْنا" اور "دَخَلَ عَلَيْنا" کے کلمات سے ظاہر ہے۔ نیز مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت

---

(۱) نصب الراية لأحاديث الهداية، ج:۱، ص:۳۹۳، ۳۹۴، كتاب الصلاة / باب صفة الصّلاة، الحديث التاسع والثلثون/ أحاديثُ أصحابنا، مؤسسةُ الريان، بيروت.

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا:

إنّه عليه السّلام دَخَل المسجدَ فأبْصَر قومًا قدر فعوا أياديهم.[1]

ترجمہ: "اللہ کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام مسجد میں داخل ہوئے تو کچھ لوگوں کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا۔"

اور سنن النسائی کے الفاظ ہیں:

عن جابر بن سمرة، قال: خَرجَ عَلَينا رسولُ الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- وَ نحنُ رافعو أيدينا في الصلاة.[2]

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس (حجرۂ شریفہ سے) نکل کر آئے اور ہم لوگ نماز میں رفع یدین کر رہے تھے۔

جب کہ دوسری حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے سے مسجد میں موجود تھے اور صحابہ آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے اور انھوں نے تشہد کے بعد داہنے، بائیں والوں کو ہاتھ اٹھا اٹھا کر السّلام علیکم کہا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نقل کردہ الفاظ یہ ہیں:

"كنّا إذا صلّينا خلفَ النّبيِّ -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- قلنا: اَلسّلام عليكم، اَلسّلام عليكم، وأشار بيده إلى الجانبين."

"ہم لوگ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھ سے دونوں طرف اشارے کر کے اَلسّلام علیکم، اَلسّلام علیکم کہتے۔"

جب دونوں حدیثوں کا تعلق الگ الگ دو واقعات سے ہے تو ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا حضرت جابر بن سمرہ کی جس حدیث سے ائمہ حنفیہ نے جو استدلال کیا ہے وہ حق صریح ہے۔

(۲) أخرج أبوداؤد والترمذي عن وكيع عن سفيان الثوري عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمٰن بن الأسود عن علقمة، قال: قالَ عبدُ الله بن مسعود: أَلَا أُصَلّي بكم

---

(۱) مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص:۱۵۳۲، مسند البصريين، حديث جابر بن سمرة، رقم الحديث: ۲۱۱٦۷.

(۲) سنن النسائي، ص: ۱٤۲، كتاب السهو، باب السلام بالأيدي في الصلاة، رقم الحديث: ۱۱۸٤.

صلاة رسولِ الله -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ-؟ فصلّى، فلم يرفع يديه إلّا في أوّل مرة، انتهى. وفي لفظٍ: فكان يرفع يديه أوّلَ مرة، ثم لا يعود، قال التّرمذي: حديث حسنٌ، انتهى. وأخرجهُ النسائي عن ابن المبارك عن سفيان بهٖ (أي بذلك الإسناد.)(۱)

ترجمہ: وکیع نے روایت کیا سفیان ثوری سے، وہ عاصم بن کلیب سے، وہ عبد الرحمن بن اسود سے، وہ علقمہ سے، انھوں نے فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ کیا میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟

پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہ کیا۔

یہ الفاظ بھی وارد ہیں کہ:

پہلی بار کانوں تک ہاتھ اٹھاتے، پھر دوبارہ ایسا نہ کرتے۔ امام ترمذی نے فرمایا: ”یہ حدیث حسن ہے۔“

اور امام نسائی نے ابن المبارک سے، انھوں نے سفیان ثوری سے یہی حدیث تخریج کی۔

اس حدیث کے رجال کس پایے کے ہیں اس پر امام زیلعی نے یوں روشنی ڈالی:

قال الشيخ تقي الدين في ”الإمام“ و **عاصمُ** بن كليب أخرج لهٗ مسلمٌ، و**عبد الرحمٰن** بن الأسود أيضًا أخرج له مسلم، وهو تابعيٌ، وثّقهٗ ابن معين- و**علقمة**،فلايسأل عنه للاتفاق على الاحتجاج به، انتهى.(۲)

ترجمہ: شیخ تقی الدین نے ”الإمام“ میں فرمایا کہ عاصم بن کلیب سے امام مسلم نے حدیث تخریج کی ہے اور عبد الرحمن بن اسود سے بھی امام مسلم نے تخریج کی ہے، یہ تابعی ہیں، ابن معین نے ان کو ثقہ

---

(۱) ● نصب الراية، ص: ۳۹٤، ج:۱، كتاب الصلاة/ باب صفة الصلاة.
● مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص: ۳۱٦، مسند المكثرين، مسند عبد الله بن مسعود، رقم الحديث: ۳٦۸۱
● سنن أبي داؤد ، ص: ۱۰۲، كتاب الصلاة/ باب من لم يذكر الرفع عند الركوع، رقم الحديث: ۷٤۸.
● جامع الترمذي ، ج:۱ ،ص: ۳۵، أبواب الصلاة/ باب رفع اليدين عند الركوع.
● سنن النسائي ، ص:۱۲۸ ، كتاب التطبيق/ باب الرخصة فی ترک ذلك ، رقم الحديث: ۱۰۵۸.

(۲) نصب الرايه، ج:۱، ص:۳۹٤، كتاب الصلاة/ باب صفة الصلاة.

کہا، اور علقمہ کے بارے میں تو کچھ پوچھنا ہی نہیں ہے کہ ان سے استدلال پر سب کا اتفاق ہے۔

اس حدیث سے استدلال پر بھی کئی طرح سے اعتراضات کیے گئے ہیں مگر ان سے اس حدیث کی حجیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، امام جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان اعتراضات کو نقل کر کے سب کے جوابات بڑے تشفی بخش انداز میں دیے ہیں اور حدیث کی حجیت کو ایسے نفیس پیرایے میں واضح کیا ہے کہ ایک انصاف پسند کے لیے پھر کلام کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔[1]

(۳) قال الطبراني في "معجمه" حدّثنا محمدُ بن عثمان بن أبي شيبة، حدّثنا محمد بن عمران بن أبي ليلىٰ، حدثني أبي عن ابن أبي ليلىٰ عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس، عن النبي -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-، قال: لا ترفع الأيدي اِلّا في سبعة مواطن: حين يفتتح الصّلاة، وحين يدخل المسجد الحرام، فينظر إلى البيت، وحين يقوم على الصّفا و حين يقوم على المروة، وحين يقف مع الناس عشية عرفة وبجمع والمقامين حين يرمي الجمرة.[2]

ترجمہ: امام طبرانی نے معجم کبیر میں فرمایا کہ حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے، انھوں نے محمد بن عمران بن ابی لیلیٰ سے، انھوں نے اپنے والد عمران سے اور انھوں نے ابن ابی لیلیٰ سے، انھوں نے حکم سے، انھوں نے مقسم سے اور انھوں نے ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رفعِ یدین صرف سات مواقع پر کیا جائے۔ (۱) نماز کے افتتاح کے وقت۔ (۲) جس وقت مسجد حرام میں داخل ہو اور بیت اللہ شریف پر نظر پڑے۔ (۳) صفا پر کھڑا ہونے کے وقت۔ (۴) مُروہ پر کھڑا ہونے کے وقت۔ (۵) جب عرفہ میں شام کے وقت لوگوں کے ساتھ وقوف کرے۔ (۶) اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت۔ (۷) اور رمی جمرہ کے وقت دونوں موقف میں۔

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی (وفات: ۸۰۷ھ) فرماتے ہیں:

وفيه محمد بن أبي ليلىٰ، وهو ضعيف سيء الحفظ، وقد وثق.[3]

ترجمہ: اس حدیث کی سند میں محمد بن ابو لیلیٰ ہیں جو ضعیف ہیں، ان کا حافظہ خراب ہے۔ ان کی توثیق

---

(۱) دیکھیے نصب الراية، ج:۱، ص:۳۹٤ تا ۳۹٦، كتاب الصلاة/ باب صفة الصلاة.

(۲) نصب الراية، ج:۱، ص:۳۹۰، كتاب الصلاة / باب صفة الصلاة.

(۳) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج:۲، ص:۲۷۱-۲۷۲، كتاب الصلاة / باب رفع اليدين في الصلاة، رقم الحديث: ۲۵۹۳.

بھی کی گئی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر یہ الفاظ ہیں:

وفي الإسناد: محمد بن أبي ليلى، وهو سيء الحفظ وحديثه حسن إن شاء الله.[1]

اس اسناد کے ایک راوی محمد بن ابو لیلیٰ ہیں اور یہ حافظہ کے خراب ہیں تاہم ان کی حدیث ان شاء اللہ حسن ہے۔

اس طرح سے کثیر احادیث ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفعِ یدین کیا اور اس کے بعد درمیانِ نماز رفع یدین نہ کیا۔ چوں کہ ابتدا میں سرکار علیہ السلام رفع یدین فرماتے تھے اس لیے ہماری پیش کردہ احادیث ناسخ قرار پائیں گی۔ اور عمل ناسخ پر ہی ہوتا ہے۔

اس علمی تجزیہ سے چند افادات حاصل ہوئے:

(۱) مذاہبِ اربعہ کی عمارت احادیث نبویہ کی بنیادوں پر استوار کی گئی ہے، نہ کوئی حدیث کا مخالف ہے، نہ صاحبِ حدیث "مصطفیٰ جانِ رحمت" ﷺ کا، بلکہ سب نے اپنے اپنے طور پر سنتِ مصطفیٰ ﷺ کا اتباع کیا ہے۔

(۲) ہاں سنت کیا ہے؟ ــــــ اس کے بارے میں اختلاف ہو گیا ہے۔ دو اماموں کے اجتہاد میں "رفع یدین" سنت ہے اس لیے وہ حضرات اس کے قائل ہو گئے، اور دو اماموں کے اجتہاد میں رفع یدین نہ کرنا سنت ہے، جیسا کہ ہماری بحث سے عیاں ہے اور یہی صواب ہے، اس لیے یہ حضرات بشارت نبوی کے مطابق دو گنے اجر کے حق دار ہیں، جب کہ رفعِ یدین کے قائل دونوں امام ایک ایک اجر کے حق دار ہیں۔

(۳) چوں کہ یہ سارے امام اَجر کے حق دار ہیں اس لیے سبھی حق پر ہیں، ان میں سے کسی کو مخالف حدیث و مخالفِ رسول نہیں کہا جا سکتا۔

---

(۱) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج:۳، ص: ٥٣٤، ٥٣٥، كتاب الحج/ باب رفع اليدين عند رؤية البيت وغير ذلك، دار الفكر للطباعة والنشر، رقم الحديث: ٥٤٦١.

ستائیسواں مسئلہ

پست آواز سے آمین کہنا افضل ہے، یا بلند آواز سے؟

کتاب و سنت سے محاکمہ

اس امر پر چاروں مذاہب کا اتفاق ہے کہ سورۂ فاتحہ کے آخری کلمہ ''وَ لَا الضَّآلِّیْنَ'' کے بعد ''آمِینَ'' پست آواز سے کہنا بھی جائز ہے اور بلند آواز سے بھی، لیکن افضل کیا ہے، اس بارے میں اختلاف ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب یہ ہے کہ پست آواز سے آمین کہنا افضل ہے۔ اور امام شافعی و امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ بلند آواز سے کہنا افضل ہے۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ دونوں طبقے کے ائمہ احادیثِ نبویہ اور آثارِ صحابہ سے تمسّک کرتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ بعد کے علما و شارحین نے کچھ احادیث و آثار پر کلام کیا ہے، مگر ہم ان سب سے صرف نظر کرتے ہوئے سب کو قابلِ حجت تسلیم کرکے فریقین کے چند دلائل پیش کرتے ہیں۔

پست آواز سے آمین کہنے کے دلائل:

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ : إِذَا قَالَ الإِمَامُ ''غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ ، وَلاَ الضَّالِّينَ'' فَقُولُوا آمِينَ ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلاَئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.[1]

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص:۱۰۸، كتابُ الأذان / بابُ جهر المأموم بالتّأمين، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام " غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ " پڑھ لے تو تم لوگ " آمین " کہو، کیوں کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی اس کے پہلے کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام کلمۂ آمین کو پست آواز سے پڑھے گا، کیوں کہ اگر اسے بلند آواز سے پڑھنے کا حکم ہوتا تو سرکار یہ فرماتے کہ " جب امام آمین کہے تو تم لوگ بھی آمین کہو۔ "

یہاں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے آمین کہنے کو " غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ " کے پڑھنے پر معلق کیا ہے، " آمِينَ " کہنے پر نہیں، آمین بالجہر پڑھی جاتی تو سرکار اسی پر معلق فرماتے۔

مگر یہ حسنِ اتفاق ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے " إذا أمَّنَ الإمامُ فأمِّنُوْا۔ "[1] بھی منقول ہے، یعنی: " جب امام آمین کہے تو تم لوگ بھی آمین کہو۔ " اور اس کے راوی بھی وہی حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ تو یہ ایک ہی راوی کی دوسری روایت سے جہر کا ثبوت ہوا۔

اس کی وضاحت " بعض اہلِ سر " یہ فرماتے ہیں:

وَحَمَلوا قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا أمَّنَ الإمامُ . . . على بلوغ موضع التّأمين.[2]

ترجمہ: ارشادِ رسول: " إذا أمَّنَ الإمامُ " سے مراد یہ ہے کہ امام جب آمین کہنے کی جگہ میں پہنچ جائے تو آمین کہو۔

اس طرح یہ حدیث، حدیثِ اول کے موافق ہو جاتی ہے مگر یہ مجاز ہے اور مجاز کی طرف اسے پھیرنے کی کوئی حاجت نہیں، میری نگاہ میں دونوں حدیثوں کو ان کے حقیقی مفہوم پر باقی رکھنا ممکن ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ عن قریب عرض کریں گے۔

(۲) شعبة عن سلمة بن كُهيل، عن حجر بن العنبس، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- حِينَ قَالَ: « غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ »

---

(۱) صحيح البخاری، ج:۱، ص: ۱۰۸، كتابُ الأذان / بابُ جهر الإمام بالتّأمين، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) عمدة القاری، ج:٤، ص:۵۰۰، أبوابُ صفةِ الصّلاة / بابُ جهر الإمام بالتّأمين، الحديث:۷۸۰، دار الفكر.

قَالَ: آمِينَ، يَخْفِضُ بِهَا صَوْتَهُ. هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.(۱)

ترجمہ: علقمہ روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور جس وقت حضور نے " غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ " پڑھا تو پست آواز سے " آمین " کہی۔

یہ حدیث شرط شیخین پر صحیح ہے، البتہ ان حضرات نے اس کی تخریج نہیں کی۔

اس حدیث کی تخریج امام احمد بن حنبل، امام ابوداؤد طیالسی، امام ابویعلیٰ موصلی نے اپنی اپنی مسانید میں اور طبرانی نے معجم میں اور دارقطنی نے سنن میں بھی کی ہے۔(۲)

(۳) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بنُ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: "لَمْ يكن عمرُ وعَلِيٌّ -رضي الله عنهما- يَجْهَرَانِ بـ"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ"، وَلَا بـ"آمِينَ".(۳)

ترجمہ: حضرت ابووائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلند آواز سے نہ بسم اللہ پڑھتے تھے، نہ آمین کہتے تھے۔

(٤) حَدَّثَنَا أَبُو حنيفة، حدّثنا حَمَّادُ بنُ أبي سليمان، عَنْ إِبْرَاهِيمَ النخعي، قَالَ: أَرْبَعٌ يخافت بِهِنَّ الْإِمَامُ: • التّعوذ • وبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، • وسبحانكَ اللّٰهمَّ، • وآمين.(٤)

---

(۱) المستدرك على الصحيحين ج: ۲، ص: ۲۳۲، كتاب التفسير / باب آمين بخفض الصوت.

(۲) • مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص: ١٣٧٤، مسند الكوفيين، حديث وائل بن حجر، رقم الحديث: ١٩٠٥٩.

• مسند أبي داؤد الطيالسي، ج:۲، ص: ٣٦٠، ٣٦١، حديث وائل بن حجر، رقم الحديث: ١١١٧.

• سنن الدار قطني، ج:۲، ص: ١٢٨، ١٢٩، كتاب الصلاة، رقم الحديث: ١٢٧٠.

• المعجم الكبير للطبراني، ج:١٥، ص:٣٨٤، عن علقمة بن وائل عن حجر، رقم الحديث: ١٧٤٧٢.

(۳) • عمدة القارى، ج:٤، ص:٥٠٣، أبوابُ صفة الصلاة / باب فضل التأمين، دارُ الفكر.

(٤) • كتاب الأثار للإمام محمد بن الحسن -رحمه الله تعالى-، ج:١، ص:١٥١، كتاب الصلاة/ باب الجهر ببسم الله الرحمٰن الرحيم.

• المصنف للإمام عبد الرزّاق -رحمه الله تعالى-، ج:۲، ص:٨٧، كتاب الصلاة/ باب ما يخفى الإمام، رقم الحديث: ١٢٥٩٦.

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزیں پست آواز سے پڑھے: ● أعوذ باللہ، ● بسم اللہ، ● سبحانك اللّٰهم اور ● آمین۔

ان نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں آمین پست آواز سے پڑھی جائے۔

بلند آواز سے آمین کہنے کے دلائل:

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ: إِذَا أَمَّنَ الإِمَامُ فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلاَئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تو تم لوگ بھی آمین کہو، کیوں کہ جس کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کے موافق ہوگا اس کے پہلے کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

ظاہر ہے کہ مقتدیوں کو امام کا آمین کہنا اسی وقت معلوم ہوگا جب وہ بلند آواز سے آمین کہے اس لیے اس حدیث سے بلند آواز سے آمین کہنے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ بن كُهيل، عَنْ حُجْرٍ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ: كَانَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- إِذَا قَرَأَ "وَ لَا الضَّآلِّيْنَ"، قَالَ: آمِينَ، وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ۔[2]

ترجمہ: وائل بن حجر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب "وَ لَا الضَّآلِّيْنَ" پڑھتے تو بلند آواز سے "آمین" کہتے۔

● مصنف ابن أبي شيبة، ج:۲، ص: ۵۳۶، كتاب الصلاة/ باب ما يستحب أن يخفيه الإمام وفی رواية عن إبراهيم قال: خمس يخفين سبحانك اللهم وبحمدك، والتعوذ، وبسم الله الرحمٰن الرحيم، وآمين، واللّهم ربنا لك الحمد. أخرجه الإمام عبد الرزاق في المصنف، ج:۲، ص: ۸۷، كتاب الصلاة/ باب ما يخفى الإمام، رقم الحديث: ۲۵۹۷، ومصنف ابن أبي شيبة، ج:۲، ص: ۵۳۶، كتاب الصلاة/ باب ما يستحب أن يخفيه الإمام.

(۱) صحيح البخارى، ج:۱، ص:۱۰۸، كتاب الأذان/ باب جهر الإمام بالتأمين، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) سنن أبي داود، ص:۱۱۹، كتاب الصلاة / باب التأمين وراء الإمام، رقم الحديث: ۹۳۲.

یہ حدیث امام ابو داؤد کے سوا امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ روایت کیا ہے اور مفہوم تقریبا سب کا ایک ہے۔

آمین بالسِّر اور آمین بالجہر دونوں طرح کی یہ حدیثیں دو صحابہ سے منقول ہیں:

● حضرت ابو ہُریرہ ● اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اور میرے نزدیک دونوں طرح کی حدیثیں صحیح و قابلِ حجت ہیں اور حق یہ ہے کہ یہ مانا جائے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آمین کبھی بلند آواز سے کہی ہے اور کبھی پست آواز سے۔ اس لیے دونوں حضرات نے جب جیسا سنا اس کے مطابق دونوں باتیں روایت فرمادیں، لہذا سورۂ فاتحہ کے اختتام پر آمین بلند آواز سے بھی پڑھنا جائز ہے اور پست آواز سے بھی، اور اس پر چاروں ائمۂ کرام کا اتفاق ہے، مگر افضل کیا ہے یہ اب بھی تشنۂ تحقیق ہے۔

افضل کیا ہے؟

یہ ایک اہم سوال ہے، جس کا جواب یہ ہے کہ افضل پست آواز سے آمین کہنا ہے ● کیوں کہ آمین کلمۂ دعا ہے ● اور دعا پست آواز سے افضل ہے۔ قرآن مقدس نے اسی کا حکم دیا ہے، ہم ذیل میں دونوں باتوں کے شواہد پیش کرتے ہیں:

● امام محمد بن اسماعیل بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

وقال عطاءٌ: "آمين" دعاءٌ.[۱]

ترجمہ: امام عطا نے فرمایا کہ "آمین" دعا ہے۔

● قرآن مقدس میں ہے:

"قَالَ قَدْ أُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا".[۲]

ترجمہ: تم دونوں کی دعا قبول ہوئی۔

یہ خطاب حضرت سیدنا موسیٰ وہارون علیہما الصلاۃ والسلام کو ہے، واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام فرعون و قوم فرعون کے خلاف دعا فرما رہے تھے اور حضرت ہارون ان کی دعا پر آمین کہہ رہے تھے، تو قرآن مقدس میں

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص:۱۰۷، كتاب الأذان / باب جهر الإمام بالتأمين، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) القرآن الحكيم، سورة يونس: ۱۰، الأية: ۸۹ .

آمین پر بھی دعا کا اطلاق ہوا۔ (۱)

● ماہرِ لسانِ عرب، علامہ ابن منظور افریقی، مصری لکھتے ہیں:

وَآمين وأَمين: كلمةٌ تُقال في إثر الدّعاء، قال الفارسي: هي جملة مُركّبةٌ مِن فعل واسم، معناه: "اللّهُمَّ اسْتَجِبْ لي".

قال: ودليلُ ذٰلك أنَّ موسىٰ -عليه السلام- لمّا دعا علىٰ فرعون وأتباعِه، فقال: "رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ" (۲)

قال هٰرون عليه السّلامُ: آمين. (۳)

ترجمہ: آمین اور اَمین: کلمۂ دعا ہے جو دعا کے بعد پڑھا جاتا ہے، فارسی نے کہا کہ یہ فعل اور اسم سے مرکب جملہ ہے، اس کا معنی ہے: "اے اللہ قبول فرمالے۔"

وہ فرماتے ہیں کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب فرعون اور اس کے پیروکاروں کے خلاف یہ دعا کی: "اے رب ہمارے! ان کے مال برباد کردے اور ان کے دل سخت کردے۔" تو حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آمین کہی۔ (یعنی اے رب قبول فرما۔)

اور قرآن حکیم نے پست آواز سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے، چناں چہ ارشادِ ربانی ہے:

"اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً" (٤)

ترجمہ: اپنے رب سے دعا کرو، گڑ گڑا کر، اور خُفیہ (پست آواز سے)۔

یہ حکم قرآن پاک کا ہے اور حکم کا ادنیٰ درجہ ندب واستحباب ہے، اس لیے ثابت ہوا کہ آمین پست آواز سے کہنا مندوب وافضل ہے، لہٰذا جن حدیثوں سے بلند آواز سے آمین کہنا ثابت ہوتا ہے وہ یا تو مؤول ہیں جیسا کہ بعض اہلِ سِیَر نے بیان فرمایا، یا بیانِ جواز پر محمول ہیں۔

---

(۱) مدارك التنزيل للإمام النسفي، ج:۲، ص:٤٧٣، مكتبة نزار مصطفى الباز.

(۲) القرآن الحكيم، سورة يونس:۱۰، الأية: ۸۸ .

(۳) لسان العرب، ج:۱، ص:۱۱٦، دار صادر، بيروت.

(٤) القرآن الحكيم، سورة الأعراف:۷، الأية: ٥٥ .

اٹھائیسواں مسئلہ

مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہ کرے

کتابُ اللہ اور احادیثِ نبویہ سے ثبوت

امام بارگاہِ الٰہی میں تمام مقتدیوں کا نمائندہ ہوتا ہے اور تلاوتِ قرآن کے وقت خاموشی آدابِ تلاوت سے بھی ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ امام جب بارگاہِ الٰہی میں ایک نمائندہ کی حیثیت سے اس کا کلام پڑھ کر سنا رہا ہو تو اس کے وفد کے تمام ارکان خاموش ہوں اور امام کی قراءت ہی سب کے لیے قراءت تسلیم کرلی جائے کتاب وسنت میں اس بارے میں واضح ہدایات موجود ہیں، چند ملاحظہ ہوں:

① عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيِّ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي مُوسىٰ الْأَشْعَرِيِّ صَلَاةً ... فَقَالَ أَبُو مُوسَى: ... إِنَّ رَسُولَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- خَطَبَنَا ... فَقَالَ: إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا ... وَفِي حَدِيثِ جَرِيرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ قَتَادَةَ مِنَ الزِّيَادَةِ: وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا.

فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ: فَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ : هُوَ صَحِيحٌ يَعْنِي وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا؟ فَقَالَ (مسلمٌ) : هُوَ عِنْدِي صَحِيحٌ.[1]

---

(١) ● الصحيح لمسلم ملتقطًا، ج: ١، ص: ١٧٤، كتاب الصلاة / باب التشهد في الصلاة، مجلس البركات، مبارك فور.

● و سنن ابن ماجه ص: ١٠٠، كتاب إقامة الصلاة / باب إذا قرأ الإمام فأنصِتُوا، بيت الأفكار الدّولية.

خلاصۂ حدیث یہ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم لوگ نماز پڑھو تو صفیں درست کرلو، پھر تم میں سے کوئی امامت کرے، اور وہ جب تکبیر کہے تم لوگ بھی تکبیر کہو۔ اور ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے: اور جب وہ قراءت کرے تو چپ رہو۔ امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

② عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ-: إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا ، وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا. [1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام تو اسی لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، لہٰذا جب وہ تکبیر کہے تو تم لوگ بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم لوگ چپ رہو۔

③ عن جابر بن عبد الله -رضي الله تعالى عنهما- قال: قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلَّمَ-: مَنْ صلّى خَلْفَ الْإِمَامِ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ. [2]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کے لیے بھی قراءت ہے۔

---

(۱) سنن ابن ماجه ص: ۱۰۰، كتاب إقامة الصلاة/ باب إذا قرأ الإمام فأنصِتوا ، بيت الأفكار الدولية.

(۲) كتاب الآثار للإمام محمد بن الحسن الشيباني، ج:۱،ص: ۱۵۳ — ۱۵۵، كتاب الصلاة / باب القراءة خلف الإمام وتلقينه، دار الايمان.

وتمام الحديث: عن جابر بن عبد الله الأنصاري، قال: صلى رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- ورجل خلفه يقرأ فجعل رجل من أصحاب النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- ينهاه عن القراءة في الصلاة فقال: أ تنهاني عن القراءة خلف نبي الله؟ فتنازعا حتى ذكر ذلك للنبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- فقال النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- : من صلى خلف إمام فإن قراءة الإمام له قراءة.

- المؤطّا للإمام محمد ص:۹۸، باب القراءة في الصلاة خلف الإمام، مجلس البركات، مبارك فور.
- والسُّنن الكبرىٰ للبيهقي ج: ۲، ص: ۱۶۰، كتاب الصلاة / باب من قال: لايقرأ خلف الإمام على الإطلاق ، دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد.

④ عَنْ عبد الله بن شدّاد، قال رسول الله -صلی الله تعالیٰ علیه وسلَّمَ-:
مَنْ كَانَ لَه إِمَامٌ، فإنّ قراءة الإمام لَه قراءةٌ. (۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن شدّاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے لیے کوئی امام ہو تو امام کی قراءت اس کے لیے بھی قراءت ہے۔

یہ اور اس مضمون کی احادیث کثیرہ شاہد ہیں کہ امام کی قراءت کے وقت مقتدی پر چپ رہنا واجب ہے کیوں کہ امام کی قراءت اس کے لیے بھی قراءت ہے۔

لیکن اس کے برخلاف وہابی اہل حدیث مقتدی پر سورۂ فاتحہ کی قراءت فرض قرار دیتے ہیں۔

---

(۱) السنن الكبرىٰ للبيهقي ج: ۲، ص: ۱۶۰، كتاب الصلاة / باب مَن قال: لايقرأ خلف الإمام على الإطلاق، دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد.

انتیسواں مسئلہ

اِستخارہ

احادیثِ نبویہ کی روشنی میں

"**اِستخارہ**" کا لغوی معنی ہے " طلبِ خیر" ۔اور اس کا شرعی مفہوم دعا کے کلمات سے ظاہر ہے کہ " جو کام بندے کے دین، دنیا اور عاقبت کے لحاظ سے خیر و بہتر ہو اس کے لیے خدائے ذوالجلال سے آسانی کی راہ فراہم کرنے کا سوال کیا جائے۔"

اللہ کے حبیب سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چھوٹے، بڑے، عظیم، جلیل، اہم، غیر اہم ہر طرح کے امور میں اِستخارہ کی تعلیم دیتے تھے۔

دلائلِ اہلِ سنت

چناں چہ صحیح البخاری میں ہے:

① عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ -رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا-، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يُعَلِّمُنَا الاِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا، كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنْ الْقُرْآنِ.

يَقُولُ: إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ ثُمَّ لِيَقُلْ:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ. اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، (أَوْ قَالَ:) عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، (أَوْ قَالَ:) فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ."

قَالَ: وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ.(۱)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم کو تمام امور میں استخارہ کی تعلیم اس طرح دیتے تھے جیسے قرآن کی سورت تعلیم فرماتے تھے۔

حضور فرماتے، جب تم میں کوئی کسی کام کا قصد کرے تو دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعا پڑھے: "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ –آخر تک–".

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے تیرے علم کی وجہ سے استخارہ کرتا اور اُس چیز کا بیان چاہتا ہوں جو میرے لیے بہتر ہے اور میں تجھ سے تیرے قادر ہونے کی وجہ سے اس امر پر قدرت چاہتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضلِ عظیم کا سوال کرتا ہوں کہ تو قادر ہے اور میں قادر نہیں، اور تو جانتا ہے، میں نہیں جانتا، اور تو سارے غیبوں کا جاننے والا ہے۔

اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے میرے دین اور معیشت اور انجامِ کار میں بہتر ہے۔ یا فرمایا –فی الحال اور آیندہ بہتر ہے۔ تو اسے میرے لیے مقدّر کر دے اور آسان فرما دے پھر اس میں میرے لیے برکت دے۔ اور اگر اے خدا تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے میرے دین، اور معیشت اور انجامِ کار میں بُرا ہے۔ –یا فرمایا– اِس وقت اور آیندہ بُرا ہے، تو اسے مجھ سے اور مجھے اس سے پھیر دے اور

(۱) ❀ صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۱۵۵، كتاب التهجّد / باب ما جاء في التّطوّع مَثنىٰ مَثنىٰ، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ وصحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۹٤٤، كتاب الدعوات/ بابُ الدعاء عند الاستِخارة، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ وصحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۱۰۹۹، كتاب الرد على الجهمية وغيرهم التوحيد/ بابُ قوله: "قُلْ هُوَ الْقَادِرُ"، مجلس البركات، مبارك فور.

میرے لیے خیر کو مقدر فرما، جہاں بھی ہو، پھر مجھے اس سے راضی فرمادے۔ اب اپنی حاجت ذکر کرے۔

" كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰن. جیساکہ ہمیں قرآن کی سورت تعلیم فرماتے تھے"۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بیان کر کے امت مسلمہ کو اس بات سے آگاہ کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کی نگاہ میں اِستخارہ کی بڑی اہمیت وعظمت تھی۔

قرآن مقدس کی طرح استخارہ کی تعلیم دینے میں حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ امت کو اس کی اہمیت یاد رہے اور جب کوئی منکر اسے کسی دغاباز کا عمل بتائے تو امت کو مُعلِّم استخارہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم یاد آجائے اور منکر سے دور رہے۔

فرمان رسالت کے مقابل، فرمان امام الوہابیہ:

صحیح بخاری شریف کی یہ حدیث پیش نظر رکھ کر اب امام وہابیہ کا فرمان سنیے، لکھتے ہیں:

"کوئی کشف کا دعویٰ رکھتا ہے، کوئی استخارہ کے عمل سکھاتا ہے... یہ سب جھوٹے ہیں اور دغاباز، ان کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیے۔"(۱)

اور ایک مقام پر تو " حضرت جی" نے اس کارشتہ شرک سے جوڑ دیا ہے، لکھتے ہیں:

"جو کوئی غیب کی باتیں بتانے کا دعویٰ رکھتا ہے... اس نے شرک کی بات کی، ... اور کشف اور **استخارہ** کا دعوی کرنے والے اس میں داخل ہیں۔"(۲)

اگر کوئی عالم دین کسی مسلمان کو حدیثِ نبوی کے مطابق استخارہ کا عمل سکھائے تو (خدا کی پناہ) امام الوہابیہ کے مذہب میں

- وہ جھوٹا ہے،
- دغاباز ہے،
- اس نے شرک کی بات کی،
- وہ جال میں پھنسانا چاہتا ہے۔

یہ ہے " فرقۂ اہل حدیث" کا عمل بالحدیث، کہ جو حدیثِ صحیح پر عمل کرے وہ ان کے نزدیک

---

(۱) تقوية الإيمان، ص: ۲۰، الفصل الثاني في رد الإشراك في العلم، راشد كمپنی، ديو بند

(۲) تقوية الإيمان، ص: ٤٥، الفصل الرابع في ذكر ردّ الإشراك في العبادة، راشد كمپنی، ديو بند.

جھوٹا و دغاباز، وغیرہ ہے۔

ہم مسلمانوں کے مزید اطمینان قلب کے لیے یہاں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو حدیثیں اور نقل کرتے ہیں:

② عَنْ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ-: «مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللهُ لَهُ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللهِ.[1]

ترجمہ: حضرت سعد بن ابو وقّاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کی سعادت سے ہے کہ اللہ کے قضا و قدر پر راضی رہے اور ابن آدم کی شقاوت و بدبختی سے ہے کہ اللہ سے استخارہ چھوڑ دے۔

③ عَنْ أنسٍ قال: قال رسُولُ الله صلى الله تعالى عليه وسلم: يا أَنَس! إذا هممتَ بأمر فاستخِر ربَّك فيه سبع مرات، ثم انظر إلى الذي يسبق إلىٰ قلبك، فإنّ الخير فيه.[2]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس، جب تم کسی کام کا قصد کرو تو اپنے رب سے اس میں سات بار اِستخارہ کرو، پھر غور کرو کہ تیرے دل میں کیا گزرا کہ بے شک اسی میں خیر ہے۔

ان احادیث سے حدیث بخاری کی تائید ہوتی ہے اور مجموعی طور پر یہ ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ اِستخارہ ایک جائز و مستحسن عمل ہے جسے وہابیہ "شرک کی بات" اور "دغا" وغیرہ کہتے ہیں۔

---

(۱) ❀ جامع الترمذي ج: ۲، ص: ۳۷، ۳۸، أبواب القدر عن رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-/ باب ما جاء في الرضا بالقضاء، مجلس البركات، مبارك فور.
❀ وكنز العُمّال ج:۷، ص: ۸۱٤، الفصل الثالث في النوافل ... والاستخارة. مؤسّسة الرسالة، بيروت

(۲) ❀ كتاب عمل اليوم و الليلة للإمام الحافظ أبي بكر أحمد السنّي الدينوري، ص: ۲۸۱، ۲۸۲/ باب كم مرّة يستخير اللهَ عزّ و جلّ، مكتبة دار البيان، دمشق.
❀ وكنز العُمّال ج: ۷، ص: ۸۱۳، الفصل الثالث في النوافل ... والاستخارة، مؤسسة الرسالة، بيروت.

تیسواں مسئلہ

بالغ کو دودھ پلانے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

احادیث نبویہ سے شافی بیان

دو سال یا اس سے کم عمر کا بچہ کسی اجنبی عورت کا دودھ پی لے تو وہ نسبی اولاد کی طرح دودھ پلانے والی عورت پر حرام ہو جاتا ہے کیوں کہ شرعی نقطۂ نظر سے یہ شیر خوار عورت کا رضاعی بیٹا ہو جاتا ہے اور وہ عورت اس کی رضاعی ماں ہو جاتی ہے اس پر عامۂ صحابۂ کرام و تابعین عظام و فقہاے امصار کا اتفاق ہے۔

البتہ سراج الامہ، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مذہب یہ ہے کہ رضاعت کا رشتہ ڈھائی سال کی عمر تک دودھ پینے سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ اور امام زُفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس کی مدت تین سال مقرر کرتے ہیں اور بہر حال ان حضرات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صغیر کو دودھ پلانے سے ہی حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے اور کبیر کو دودھ پلانے سے حرمتِ رضاعت نہیں ثابت ہوتی۔

یہ الگ بات ہے کہ صغیر کے لیے مدت رضاعت کتنی ہو اس میں ان حضرات کے درمیان اختلاف ہے تو اکثر نے دو سال کہا اور بعض نے ڈھائی سال یا تین سال کا موقف اختیار کیا۔ چناں چہ امام ابو زکریا نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

وقال سائرُ العلماء من الصَّحابة والتابعين و علماءِ الأمصار إلى الآن: لا

يثبت إلّا بإرضاع مَن لَه دون سنتين، إلّا أبا حنيفة ، فقال: سنتين و نصف. و قال زُفر : ثلٰثُ سنين و عن مالك رواية سنتين و أيام."[1]

ترجمہ: علماے صحابہ و تابعین اور اب تک کے علماے اَمصار کا قول یہ ہے کہ حرمت رضاعت صرف دو سال سے کم عمر کے بچے کو دودھ پلانے سے ثابت ہوگی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ یہ مدت ڈھائی سال تک اور امام زُفر تین سال تک بتاتے ہیں اور امام مالک سے ایک روایت ہے کہ دو سال چند روز کا ہو تو بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

اس کے برخلاف وہابیہ، غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ جوان مرد کسی اجنبی عورت کا دودھ پی لے تو اس سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ چناں چہ قاضی شوکانی نے اپنی کتاب "الأدلّة الرضية" میں لکھا ہے:

و يجوز إرضاعُ الكبير و لو كان ذا لحية لتجويز النظر اھ."[2]

ترجمہ: کبیر کو دودھ پلانا جائز ہے اگرچہ صاحبِ ریش ہو تا کہ اجنبی مرد و عورت کا ایک دوسرے کو دیکھنا جائز ہو جائے۔

غیر مقلدوں کے امام ابن الحزم ابو محمد، ظاہری اُندلسی کی کتاب "المحلی" میں ہے:

"إرضاع الكبير مُحرّم و لو أنه شيخ كما يُحرِّم رضاع الصغير، و لا فرق".[3]

ترجمہ: اور بالغ کے دودھ پلانے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ وہ بالغ بوڑھا ہو جیسا کہ بچے کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اس بارے میں بچے، جوان، بوڑھے میں کوئی فرق نہیں۔

---

(۱) المنهاج شرح "الصحيح لمسلم بن الحجاج" للنووي ، ج: ۱، ص: ٤٦٩، كتاب الرضاعة، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) ❀ الأدلّة الرضية للقاضي الشوكاني، (متوفى:۱۲۵۰ھ) ج:۱، ص: ۱۳٦، الباب الثامن : باب الرضاع .

❀ و الدرّاري المضية شرح الدرر البهية للقاضي محمد بن علي بن محمد الشوكاني، (متوفى: ۱۲۵۰ھ) ج: ۱، ص: ۲۹۲، باب الرضاع.

(۳) المحلى لابن حزم، ج: ۷، ص: ۱۷، أحكام الرضاع، دار الفكر، بيروت

دلائلِ اہلِ سنت

فقہائے امت نے اپنے مذہب کے ثبوت میں کتاب اللہ کی آیات اور احادیث نبویہ سے استناد کیا ہے ہم یہاں ان کے کچھ دلائل اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

① اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَؕ[1]

ترجمہ: اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں، یہ اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت مکمل کرنا چاہے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے اور پورے دو سال پلانا واجب نہیں، ہاں جو پلانا چاہے اسے دو سال تک پلانے کی اجازت ہے۔

② ارشاد ربّانی ہے:

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًاؕ[2]

ترجمہ: بچے کے پیٹ میں رہنے اور دودھ چُھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حمل کے شکم میں رہنے کی مدت بھی ڈھائی سال ہے، اور دودھ پلانے کی مدت بھی ڈھائی سال ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ مدتِ رضاعت ڈھائی سال ہے تو یہ آیت کریمہ آپ کے مذہب کی واضح دلیل ہوئی۔

③ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَؕ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاؕ.[3]

---

(۱) القرآن الحکیم، سورة البقرة: ۲، الآیة: ۲۳۳

(۲) القرآن الحکیم، سورة الأحقاف: ٤٦، الآیة: ۱۵.

(۳) القرآن الحکیم، سورة البقرة: ۲، الآیة: ۲۳۳.

ترجمہ: اور مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں یہ اس کے لیے ہے جو رضاعت کو مکمل کرنا چاہے پھر اگر دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی حرج نہیں ہے۔

عربی زبان میں "فا" بعدیت پر دلالت کرنے کے لیے آتی ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دو سال پورا ہونے کے بعد ماں باپ کے لیے ارادۂ "فِصال" کا حق ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ دو سال کے بعد بھی بچے کو دودھ پلانا جائز ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دو سال کے بعد مزید چھ مہینے کا حق مانتے ہیں اس لیے کہ چھ مہینے کا زمانہ بچے میں تغیر کا زمانہ ہے کیوں کہ بچہ ماں کے شکم میں چھ مہینے تک ماں کی غذا سے خوراک حاصل کرتا ہے پھر اس سے جدا ہو جاتا ہے۔کتاب اللہ میں دو سال کے بعد رضاعت کا حق کب تک ہے بیان نہیں کیا گیا ہے مگر جو بچہ کامل دو سال تک دودھ پیے گا وہ فوراً اسے چھوڑ نہیں سکتا اس لیے دودھ چھڑانے کی مدت، اقلِ مدتِ حمل کے پیش نظر چھ مہینے ہونی چاہیے۔

④ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا- قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ -صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَعِنْدِي رَجُلٌ، قَالَ: «يَا عَائِشَةُ مَنْ هٰذَا؟»، قُلْتُ: أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ، قَالَ: «يَا عَائِشَةُ، انْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ، فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ».[1]

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور اُس وقت وہاں ایک آدمی بھی موجود تھا، حضور نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کی، یہ میرا رضاعی بھائی ہے، تو سرکار نے فرمایا، عائشہ! غور کرلو، تمھارا رضاعی بھائی کون ہو سکتا ہے؟ رضاعت تو دودھ کی سخت بھوک پر ہی ہوتی ہے۔

---

(۱) ❀ صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۳٦۱، كتاب الشهادات/ باب الشّهادة على الأنساب و الرضاع، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ وج:۲،ص:۷٦٤، كتابُ النكاح/ بابُ مَن قال: لا رِضاع بعد الحولَين ومَا يُحرّم من قليل الرضاع وكثير، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ و: الصحيح لمسلم، ج:۱،ص: ٤۷۰، كتابُ الرّضاعة/ أخر حديث الباب، مجلس البركات، مبارك فور.

اللہ کے رسول ﷺ نے یہ ایک شرعی ضابطہ مقرر فرمادیا ہے:

إنّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ. یہاں المَجَاعَة سے مراد مجاعة اللبن ہے۔ اس کا قرینہ الرَّضاعة کا لفظ ہے کہ رضاعت طعام کی نہیں لَبن کی ہوتی ہے اور دودھ کی سخت بھوک اور تڑپ کم سن بچوں کو ہوتی ہے، بڑوں کو نہیں۔ تو اس حدیث پاک کا حاصل یہ ہوا کہ کم سنی میں دودھ پینے سے ہی رشتۂ رضاعت ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے غور کرلو کہ اس شخص نے کم سنی میں تمھاری ماں کا دودھ پیا ہے جب بچے کو دودھ کی سخت بھوک اور تڑپ ہوتی ہے اور وہ اس کے لیے روتا ہے، یا یہ عمر گزرنے کے بعد دودھ پیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عمر زیادہ ہونے کے بعد بھوک اور تڑپ کھانے کی ہوتی ہے اور دودھ کا صرف شوق رہ جاتا ہے۔

کلمۂ إنّما بالاتفاق حصر کے لیے ہوتا ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ نے کلمۂ حصر کے ساتھ ضابطہ بیان کرکے رہنمائی فرمائی ہے کہ رضاعت کا یہ رشتہ صرف صغیر کے دودھ پینے سے ہی ثابت ہوتا ہے، کبیر کے دودھ پینے سے اس کا ثبوت نہیں ہوتا۔

⑤ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا رِضاعَ بَعْدَ الفِطَامِ وَ لَا يُتْمَ بَعْدَ حُلْمٍ"[1]

ترجمہ: دودھ چھوڑنے کی مدت کے بعد کوئی رضاعت نہیں اور بالغ ہونے کے بعد کوئی یتیمی نہیں۔

⑥ عَنْ أُمِّ سَلمَةَ قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ إِلاَّ مَا فَتَقَ الأَمْعَاءَ فِي الثَّدْيِ ، وَكَانَ قَبْلَ الفِطَامِ.[2]

ترجمہ: حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حرمت صرف اسی رضاعت سے ثابت ہوتی ہے جو آنتوں کو چھاتی کا دودھ پینے سے کھول دے اور یہ دودھ چھوڑنے سے پہلے کا زمانہ ہوتا ہے۔

---

(۱) المعجم الأوسط للطبراني، ج:۷، ص:۲۲۲، رقم الحديث: ۷۳۳۱، دار الحرمين للطباعة والنشر.

(۲) جامع الترمذي، ج: ۱، ص: ۱۳۷، باب ما جاء أن الرضاعة لا تُحرِّم إلّا ما في الصغر دون الحولين. مجلس البركات، مباركفور.

اور جیسا کہ قرآن حکیم کی آیات سے ظاہر ہے دودھ چھوڑنے کا زمانہ دو یا ڈھائی سال کا ہے چناں چہ ارشادِ ربانی ہے: وَفِصٰلُہٗ فِیْ عَامَیْنِ ــــ نیز ارشادِ باری ہے: وَحَمْلُہٗ وَفِصٰلُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَہْرًا۔

ان دونوں احادیث نبویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈھائی سال کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر مدتِ رضاعت کے سلسلے میں جو دلیل پیش کی گئی ہے وہ بجائے خود اہمیت کی حامل ہے اور اسی وجہ سے ڈھائی سال کی عمر تک دودھ پینے سے احتیاطاً ثبوتِ حرمت کا حکم دیا جاتا ہے۔

⑦ عَنْ أَبِي مُوسَى الهلالي عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَن النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- قال: لاَ يحرم من الرِضَاع إِلاَّ مَا أَنْبَتَ اللَّحْمَ وأنشر العظم. ويروى بالراى،أي أحياهُ وبالزاى، أي: رفعه.[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شیر نوشی گوشت بڑھائے اور ہڈی میں زندگی کی قوت بخشے، یا ہڈی کو موٹی کرے وہی حرمت کا سبب بنتی ہے۔

یہ الفاظ امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں روایت کیے۔[2]

اور امام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی البستی (م ۳۸۸ھ) نے معالم السنن، شرح ابوداؤد میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

لا رضاع إلّا ما أنشر العظم وأنبت اللحم-[3]

ترجمہ: رضاعت تو صرف وہ ہے جو ہڈی کو مضبوط کرے اور گوشت بڑھائے۔

یعنی رضاعت کا حکم صرف کمسن بچے کے دودھ پینے سے ثابت ہوگا کیوں کہ صرف اسی کے گوشت اور ہڈی میں دودھ سے نشوونما ہوتی ہے۔

---

(۱) سنن أبي داؤد، ص: ۲۳۵، كتاب النكاح/ بابٌ في رضاعةِ الكبير، رقم الحديث: ۲۰۶۰.

(۲) فتح القدير، ج:۳، ص:۴۲۶، كتاب الرضاع، دار الكتب العلمية

(۳) معالم السنن، ج:۳، ص:۱۸۶، كتاب النكاح/ بابٌ في رضاعة الكبير، مطبعة العلمية، حلب.

⑧ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنٍ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لا رِضَاعَ إِلاَّ مَا شَدَّ الْعَظْمَ وَأَنْبَتَ اللَّحْمَ. فَقَالَ أَبُو مُوسَى: لَا تَسْأَلُونَا وَهَذَا الْحِبْرُ فِيكُمْ.[۱]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود کے ایک صاحبزادے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: رضاعت تو وہی ہے جو ہڈی کو مضبوط کرے اور گوشت اُگائے۔ تو حضرت ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا کہ ہم سے مسئلے نہ پوچھنا جب کہ یہ فقیہ متبحر تمھارے درمیان موجود ہیں۔

ایک شخص نے غلطی سے اپنی بیوی کا دودھ پی لیا تھا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اس سے فرمایا کہ "تمھاری بیوی تم پر حرام ہوگئی"۔ تب یہ مسئلہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی بارگاہ میں پیش ہوا جس کا جواب انھوں نے وہ دیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اپنے بتائے ہوئے مسئلے سے رجوع فرمالیا۔[۲]

حضرت ابن مسعود کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ بیوی اپنے شوہر کے لیے حلال ہے کیوں کہ جوان شخص کے دودھ پینے سے رضاعت کا حکم نہیں ثابت ہوتا۔

⑨ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عبد الله ابْنِ عُمَرَ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا- وَأَنَا مَعَهُ عِنْدَ دَارِ الْقَضَاءِ يَسْأَلُهُ عَنْ رَضَاعَةِ الْكَبِيرِ، فَقَالَ عبد الله ابْنُ عُمَرَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- فَقَالَ: إِني كَانَتْ لِي وَلِيدَةٌ وَكُنْتُ أَطَؤُهَا فَعَمَدَتِ امْرَأَتِي إِلَيْهَا فَأَرْضَعَتْهَا، فَدَخَلْتُ عليها، فَقَالَتْ: دُونَكَ فَقَدْ وَاللهِ أَرْضَعْتُهَا فَقَالَ عُمَرُ: "أَوْجِعْهَا وَائْتِ جَارِيَتَكَ فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ رَضَاعَةُ الصِّغَرِ"[۳]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں آیا، اس وقت میں حضرت ابن عمر کی خدمت میں دار القضا کے پاس موجود تھا، اس شخص

---

(۱) سنن أبي داؤد، ص: ۲۳۵، كتاب النكاح/ بابٌ في رضاعةِ الكبير، رقم الحديث: ۲۰۶۰.

(۲) فتح القدير، ج:۳، ص:۴۲۷، كتاب الرضاع، دار الكتب العلمية - وأخرج الحديث مالكٌ في المؤطا بسند صحيح.

(۳) ● المؤطّا للإمام مالك بن أنس، ج:۲، ص: ۱۲۵، كتابُ الرّضاع/ ما جاء في الرّضاعة بعد الكبر، دار الغرب الإسلامي.

● السّنن الكبرى للبيهقي، ج:۷، ص: ۴۶۱، كتاب الرضاع/ باب رضاع الكبير.

نے سوال کیا کہ بڑی عمر کا آدمی عورت کا دودھ پی لے تو کیا حکم ہے؟

تو حضرت عبداللہ بن عمر نے جواب دیا:

ایک شخص حضرت عمر بن خطاب کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کی کہ میری ایک باندی ہے جس سے میں جماع کرتا ہوں، میری بیوی نے قصداً اُسے دودھ پلا دیا، پھر جب میں باندی کے پاس جانے لگا تو بیوی نے کہا: ٹھہرو، کیوں کہ خدا کی قسم میں نے اسے دودھ پلا دیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اسے سزا دو، تم اپنی باندی سے جماع کر سکتے ہو کہ رضاعت تو صرف کم سنی کی رضاعت ہے۔ یعنی رضاعت کا حکم صرف کم سنی میں دودھ پینے سے ثابت ہوتا ہے۔

قرآن حکیم کی آیات اور احادیثِ نبویہ سے یہ امر اچھی طرح واضح ہو گیا کہ

رضاعت کا رشتہ صرف شیر خوار کے کسی عورت کا دودھ پینے سے ثابت ہوتا ہے اور شیر خواری کا زمانہ دو سے ڈھائی سال کی عمر تک ہے۔

حکمت بالغہ:

اس میں شریعت طاہرہ کی یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ دودھ پینے سے ایک اجنبی اور شیر خوار کے درمیان ماں اور بیٹے کا جو پاکیزہ اور بڑا ہی قابل احترام و شفقت رشتہ وجود میں آتا ہے وہ ایسی ہی ننھی عمر کا متقاضی ہے، عمر کم سے کم ہوتی ہے تو وہ شفقت و احترام اور پاکیزگیِ نفس کے جذبات سے لبریز ہوتی ہے۔

اس کے برخلاف جوان شخص کسی عورت کا دودھ پیے تو اس سے عورت اور جوان شخص کے درمیان شفقت و احترام اور پاکیزگیِ نفس کے جذبات نہیں اُبھر سکتے، بلکہ - خدا کی پناہ - اس سے شہوانی جذبات کو تحریک مل سکتی ہے جو شریعت طاہرہ کی حکمت بالغہ کی صریح ضد و منافی ہے۔

بعض استثنائی واقعات الگ ہیں، عاداتِ ناس سے ظاہر ایسا ہی ہے۔

تو جوان شخص کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت کا موقف اختیار کرنا ضرور کتاب و سنت کے ان نصوص کے خلاف اور شریعت طاہرہ کی حکمتِ بالغہ سے صرفِ نظر ہے۔

اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سہلہ بنت سُہیل کو ایک جوان شخص سالم کو دودھ پلانے کی جو اجازت دی اس میں تفصیل ہے۔

(الف) حدیثِ سہلہ مخصوص ہے:

سہلہ والی حدیث ان کے اور سالم کے ساتھ مخصوص ہے۔

أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- كَانَتْ تَقُولُ: أَبَى سَائِرُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- أَنْ يُدْخِلْنَ عَلَيْهِنَّ أَحَدًا بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ وَقُلْنَ لِعَائِشَةَ: وَاللَّهِ مَا نَرَى هَذَا إِلاَّ رُخْصَةً أَرْخَصَهَا رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- لِسَالِمٍ خَاصَّةً، فَمَا هُوَ بِدَاخِلٍ عَلَيْنَا أَحَدٌ بِهَذِهِ الرَّضَاعَةِ وَلاَ رَائِينَا.[1]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی زوجہ مقدسہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ (حضرت عائشہ کے سوا) نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج طاہرات کو یہ ناگوار تھا کہ کوئی جوان شخص کسی عورت کا دودھ پی کر رشتۂ رضاعت کی وجہ سے اس کے پاس آئے۔ ان ازواج نے حضرت عائشہ سے کہا کہ ہم تو (سہلہ بنت سُہیل کے واقعہ کے بارے میں) بس یہی سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خاص سالم کو یہ رخصت دی تھی، اس لیے کوئی بھی شخص اس طرح کی رضاعت کی بنا پر نہ ہمارے پاس آسکتا ہے، نہ ہمیں دیکھ سکتا ہے۔

امام ابوزکریا نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں:

”وحملوا حديث سهلة على أنه مختص بها وبسالم، وقد روى مسلم عن أم سلمة وسائر أزواج رسول الله -صلى الله عليه وسلم- أنهن خالفن عائشة في هذا، والله أعلم“[2]

ترجمہ: علماے صحابہ وتابعین اور عصر حاضر تک کے علماے امصار نے حضرت سہلہ کی حدیث کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ وہ حضرت سہلہ وسالم کے ساتھ مخصوص ہے، امام مسلم نے حضرت اُمّ سلمہ اور دوسری ازواج مطہرات سے یہ روایت کیا ہے کہ وہ اس مسئلے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مخالف تھیں۔

---

(۱) الصحيح لمسلم، ج:۱، ص: ٤٦٩، كتاب الرضاع، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) المنهاج شرح الصحيح لمسلم بن الحجاج، ج:۱، ص:٤٦٩، كتاب الرضاع، مجلس البركات، مبارك فور.

مخصوص ہونے کے شواہد:

اُمّہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور علماے صحابہ و تابعین اور بعد کے علماے امت نے اس حدیث کو حضرت سہلہ اور سالم کے ساتھ خاص بتایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ:

- احادیثِ کثیرہ ناطق ہیں کہ حرمتِ رضاعت صرف کم سنی میں دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے" یہاں تک کہ ایک حدیث: "إنَّما الرَّضَاعَةُ مِنَ المَجَاعَة" خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے جو تشریع عام کی دلیل ہے اس لیے حضرت سہلہ و سالم کا واقعہ حال ان کے ساتھ مخصوص ہے، عامۂ امت کو اس کی اجازت نہیں ہے۔

- پھر آیت حجاب کا حکم بھی تمام اجنبی مردوں اور عورتوں کو عام ہے، سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے ان دونوں کو اس سے مستثنیٰ فرمادیا۔

- نیز انسانی جز سے انتفاع جائز نہیں جیسا کہ آیت کریمہ: " وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ "[1] شاہد ہے۔ مگر حضرت سالم کے لیے یہ مباح کر دیا گیا۔

- اور اجنبی مرد کے لیے کسی عورت کے پستان پر منھ لگانا جائز نہیں، ارشاد باری ہے:

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝"[2]

ترجمہ: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ۔

یہاں ایک احتمال اس کی اجازت کا بھی ہے۔

ان امور سے بھی اُس واقعۂ حال کے مخصوص ہونے کی تایید ہوتی ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے تشریع (شریعت میں قانون سازی) کا اختیار دیا ہے اس لیے حضور نے حضرت سالم اور سہلہ کو شریعت کے ایک حکم عام سے الگ کر کے خاص ان کے حق میں جوانی میں شیر خواری کو رشتۂ رضاعت کا سبب بنادیا، تو اسے حکم عام کی حیثیت سے جاری نہیں کرنا چاہیے کہ "اذنِ خاص" دلیلِ عام نہیں ہوتا۔

---

(١) القرآن الحكيم، سورة بني إسرائيل: ١٧، الآية: ٧٠.

(٢) القرآن الحكيم، سورة بني إسرائيل: ١٧، الآية: ٣٢.

(ب) حدیث سہلہ منسوخ ہے:

اور امام ابن الہمام کمال الدین حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس باب کی حدیثوں کا جائزہ لے کر ایک اور حقیقت کا انکشاف کیا ہے، فرماتے ہیں:

"وَالْجَوَابُ أَنَّ هَذَا كَانَ ثُمَّ نُسِخَ بِآثَارٍ كَثِيرَةٍ عَنِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَالصَّحَابَةِ -رِضْوَانُ اللهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ- تُفِيدُ اتِّفَاقَهُمْ عَلَيْهِ."(۱)

ترجمہ: حضرت سہلہ والی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ اجازت پہلے تھی، پھر بعد میں منسوخ ہوگئی، ناسخ وہ کثیر احادیث وآثار ہیں جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں اور ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس اجازت کے نسخ پر صحابہ کرام کا اتفاق ہے۔

اس کے بعد انھوں نے آٹھ احادیث وآثار صحابہ نقل کیے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کم سنی کی رضاعت سے ہی حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے، ساتھ ہی نسخ پر وارد ہونے والے ایک اعتراض کا بڑا بصیرت افروز جواب بھی دیا ہے۔(۲)

اس حیثیت سے دیکھا جائے تو حضرت سہلہ والی حدیث منسوخ ہو چکی ہے اور منسوخ سے استناد اور اس پر عمل جائز نہیں۔

اس لیے جوان شخص کو نہ کسی اجنبی عورت کا دودھ پینے کی اجازت ہے نہ حرمتِ رضاعت کے ثبوت میں اس کا کچھ اثر۔

وہابیہ کو اپنے موقف پر نظر ثانی کرنا چاہیے۔

---

(۱) فتح القدير، ج:۳،ص: ٤٢٦، كتاب الرضاع، دار الكتب العلمية.

(۲) یہ اعتراض اور جواب ملاحظہ کرنے کے لیے دیکھیں، فتح القدير، ج:۳،ص:٤٢٧، فإن قلت: عرف مِن أصلكم ،إلخ.

اکتیسواں مسئلہ

ایک نشست میں تین طلاق

تین یا ایک؟

احادیث نبویہ سے واضح بیان

صاحب عقل وفہم شوہر اگر اپنی مدخولہ بیوی[1] کو ایک نشست میں تین طلاقیں دے دے تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے کہ اس پر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی خواہ یہ طلاقیں اس نے ایک ہی

(۱) **مدخولہ:** وہ بیوی جس سے شوہر نے تنہائی میں ملاقات کی اور وہاں جماع سے کوئی چیز مانع نہ ہو۔ گفتگو اسی عورت کی طلاق میں ہے۔

اور وہ عورت جس سے شوہر نے تنہائی میں ابھی ملاقات نہیں کی یا ملاقات تو کی مگر وہاں جماع سے کوئی چیز مانع تھی مثلاً گھر کی کوئی عورت تھی، یا ماہ رمضان کا روزہ تھا تو وہ عورت "غیر مدخولہ" کہلاتی ہے اس کو شوہر نے اگر ایک ساتھ تین الگ کلموں سے تین طلاقیں دے دیں مثلاً کہا تجھے طلاق، طلاق، طلاق تو وہ بالاتفاق ایک ہی طلاق سے نکاح سے نکل جاتی ہے اور طلاق کا محل نہیں رہتی اس لیے اس پر ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے اور بعد کی دو طلاقیں لغو ہو جاتی ہیں۔ غیر مقلدین نے احادیث میں غیر مدخولہ کا حکم پڑھا اور وہی حکم مدخولہ پر بھی چسپاں کر دیا، حالاں کہ احادیث وآثار میں دونوں کے احکام جدا جدا بیان کیے گئے ہیں۔

شرح معاني الآثار للإمام أبي جعفر الطحاوي، ج:۳،ص: ۵۵ تا ۵۸، كتاب الطلاق/ باب الرّجل يطلّق امرأته ثلثا معاً. اور الاستذكار للإمام ابن عبد البر المالكي، ج:۱۷، ص: ۷ تا ۳۰، كتاب الطلاق/ باب ما جاء في "البتّة" دار قتيبة للطباعة والنشر، دمشق، بيروت. اور معرفة السّنن والأثار للإمام البيهقي، ج:۱۱، ص: ٦٤ تا ص:٦٦، باب الطلاق، طلاق الّتي لم يدخل بها، دار قتيبة للطباعة والنشر، دمشق، بيروت– میں ان احادیث وآثار کا تفصیلی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ ۱۲ منہ

جملہ میں دی ہوں یا الگ الگ جملوں میں، یہی ائمۂ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے اور یہی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ثابت ہے۔

لیکن اس کے برخلاف وہابی غیر مقلدین یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ ایک نشست میں تین طلاقیں دینے پر بھی ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے اور یہ بلا شبہہ کتاب و سنت اور اجماع سے کھلا "انحراف" ہے۔

دلائلِ اہلِ سنت

ہم اس کی وضاحت کے لیے اہلِ حق -اہلِ سنت و جماعت- کے دلائل پیش کرتے ہیں:

(۱) قرآن حکیم سورۂ بقرہ میں ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ(۱)

ترجمہ: طلاق دو بار تک ہے، پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے، یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

اس کے بعد دوسری آیت میں فرمایا گیا:

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ(۲)

ترجمہ: پھر اگر شوہر نے اسے تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی، یہاں تک کہ دوسرے شوہر کے پاس رہے۔

ان آیات میں تینوں طلاقوں کا حکم بیان کیا گیا ہے، کہ ایک، دو طلاق تک شوہر کو رجعت کا اختیار ہے کہ چاہے تو عورت کو واپس کر لے اور چاہے تو چھوڑ دے، تیسری طلاق کے بعد اختیار نہ رہے گا اور عورت بغیر حلالہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی۔

حکم تینوں طلاقوں کا بیان کر دیا گیا، لیکن کسی بھی طلاق کے ساتھ یہ شرط نہیں ذکر کی گئی کہ وہ الگ مجلس میں ہو، بلکہ ان احکام کو مطلق، بلا شرط و قید رکھا گیا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے لہٰذا جب قرآن حکیم میں ہر طلاق کا حکم مطلق بیان کیا گیا ہے، تو وہ بہر حال جاری ہوگا، خواہ شوہر نے ایک ہی مجلس میں دوسری یا تیسری طلاق دی ہو، یا الگ الگ مجلس میں، ہاں اگر قرآن پاک

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ: ۲، الآیۃ: ۲۲۹

(۲) القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ: ۲، الآیۃ: ۲۳۰

میں یہ ہوتا فَاِنْ طَلَّقَهَا فِيْ مَجْلِسٍ اٰخَرَ ۔ ”اگر تیسری طلاق الگ مجلس میں دے دی“ تو مجلس کی شرط قابلِ اعتنا ہوتی لیکن قرآن حکیم میں ایسا کہیں بھی نہیں، اس لیے یہ شرط قرآن پر زیادتی ہے۔

علاوہ ازیں عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ: ”فا“ تعقیب مَعَ الفور کے لیے ہے، یعنی جس چیز پر ”فـا“ داخل ہوتی ہے وہ چیز فا کے ماقبل کے بعد فوراً ہوتی ہے۔ جیسے کسی نے کہا جاءني زيدٌ فعمرٌو زید آیا پھر عمرو، یہاں تک کہ غیر مقلدوں کے نزدیک بھی حرفِ فا کا یہی مفہوم ہے چناں چہ ان کے امامِ مجتہد نذیر حسین دہلوی صاحب نے اپنی کتاب معیار الحق کے آخر میں جمع بین الصلاتین کی بحث میں یہ لکھا ”فا، ترتیب بے مہلت کے لیے ہے۔“(۱)

تو آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ اگر شوہر نے دو طلاق کے بعد تیسری طلاق دے دی خواہ فوراً یا بعد میں کسی وقت، تو وہ دوسرے شوہر کے ساتھ رہے بغیر حلال نہ ہوگی، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے:

② عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَخْبَرَهُ: أَنَّ عُوَيْمِرًا العَجْلاَنِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الأَنْصَارِيِّ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَاصِمُ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ سَلْ لِي يَا عَاصِمُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَسَأَلَ عَاصِمٌ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- المَسَائِلَ وَعَابَهَا، حَتَّى كَبُرَ عَلَى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-.

فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلَى أَهْلِهِ، جَاءَ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ: يَا عَاصِمُ، مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-؟ فَقَالَ عَاصِمٌ: لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ، قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- المَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا.

---

(۱) معیار الحق کی اصل عبارت یہ ہے: ”فإن الفاء على لفظة ”فتوضأ فصلّى“ للترتيب بلا مهلة. قال في ”الفوائد الضيائية“: الفاء للترتيب بلا مهلة، هذا القيدُ مِمّا فَاتَ المصنّف، ولا بدّ منهُ، مشمولہ: انتصار الحق في إكساد أباطيل معيار الحق، ص: ٦٣٣، الجامعة الأشرفية، مبارك فور.

ومعیار الحق فی تنقید تنویر الحق، ص: ۳۱۰، جامعہ تعلیم القرآن والحدیث۔

قَالَ عُوَيْمِرٌ: وَاللهِ لَا أَنْتَهِي حَتّٰى أَسْأَلَهُ عَنْهَا، فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتّٰى أَتَى رَسُولَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَسْطَ النَّاسِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ. أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: «قَدْ أَنْزَلَ اللهُ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ، فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا» قَالَ سَهْلٌ: فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَلَمَّا فَرَغَا، قَالَ عُوَيْمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا، قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: «فَكَانَتْ تِلْكَ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ».[1]

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد الساعدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عُویمر عجلانی حضرت عاصم بن عدی کے پاس آئے اور کہا: اے عاصم! یہ بتاؤ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے تو کیا وہ اس مرد کو قتل کر دے (اور اگر وہ ایسا کرے) تو تم اس شخص کو قتل کر دو گے یا وہ کیا کرے؟ اے عاصم! تم حضور اقدس ﷺ سے میرے لیے یہ مسئلہ دریافت کرو۔

حضرت عاصم نے حضور سے یہ مسئلہ معلوم کیا تو رسول کریم ﷺ نے ایسے مسائل معلوم کرنا ناپسند کیا اور معیوب قرار دیا۔ حضور اقدس کا یہ جواب سن کر عاصم پر شاق گزرا، جب حضرت عاصم اپنے گھر پہنچے تو ان کے پاس حضرت عُویمر آئے اور پوچھا اے عاصم! رسول کریم نے کیا فرمایا ہے؟

عاصم نے کہا: تم اچھی خبر نہیں لائے، میں نے رسول کریم ﷺ سے سوال کیا تو حضور نے اس کو ناگوار سمجھا۔ حضرت عُویمر نے کہا خدا کی قسم! میں اس وقت تک خاموش نہیں رہوں گا جب تک کہ خود رسول کریم ﷺ سے یہ مسئلہ نہ پوچھ لوں۔ پھر حضرت عُویمر لوگوں کی موجودگی میں رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے تو کیا اس کو قتل کر دے (اگر وہ ایسا کرے) تو آپ اس کو قتل کر دیں گے؟ یا وہ کیا کرے؟

---

(۱) ● صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۷۹۱، كتابُ الطلاق/ بابُ مَن أجاز طلاق الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

● الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ٤٨٨، ٤٨٩، كتابُ اللِّعان، مجلس البركات، مبارك فور.

حضور اقدس نے فرمایا: تمھارے اور تمھاری بیوی کے بارے میں حکم نازل ہو گیا ہے، جاؤ اپنی بیوی کو لے کر آؤ۔ حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے لِعان کیا، میں بھی اس وقت لوگوں کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کے پاس حاضر تھا۔ جب وہ دونوں لِعان سے فارغ ہوئے تو حضرت عُویمر نے کہا:

یا رسول اللہ! میں نے اب اگر اس عورت کو اپنے پاس رکھا تو میں جھوٹا ہوں گا **پھر انھوں نے حضور اقدس ﷺ کے حکم سے پہلے ہی اس عورت کو تین طلاقیں دے دیں**، ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ پھر لعان کرنے والوں میں یہی طریقہ رائج ہو گیا۔

میاں، بیوی میں سے ایک لعان کرے اور دوسرا نہ کرے تو واضح ہو جاتا ہے کہ سچا کون ہے اور فیصلہ کس کے حق میں ہو گا۔

لیکن اگر میاں، بیوی دونوں لعان کرلیں تو سچ مشتبہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس حدیث کے واقعہ میں میاں، بیوی دونوں نے ہی بارگاہِ رسالت میں لِعان کر لیا: قال سھلؓ: فتلاعنا. اس لیے قرینِ قیاس یہ ہے کہ حضرت عُویمر عجلانی کو لعان کے بعد شبہہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ انھیں اپنی بیوی کے ساتھ رہنے کا حکم فرما دیں، اس لیے انھوں نے عرض کیا:

كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا۔ یا رسول اللہ! اگر میں نے اسے اپنے ساتھ رکھ لیا تو میں جھوٹا ہوں گا۔

پھر انھوں نے اسے تین طلاقیں دے دیں تا کہ اس کی واپسی کا امکان نہ رہ جائے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ:

(ا) صرف لعان کر لینے کی وجہ سے زوجین کے درمیان تفریق نہیں واقع ہوتی، یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔

(ب) لہٰذا لعان کے بعد عورت طلاق کا محل باقی رہتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عُویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد لعان اپنی بیوی کو طلاق دی۔

(ج) تین طلاقیں ایک ساتھ دینا گناہ ہے مگر اس کے بغیر عورت کی واپسی کا دروازہ مکمل طور پر بند نہیں ہو سکتا تھا اور حضرت عُویمر کو وہ عورت سخت ناگوار تھی، اس لیے تین طلاقیں دے دیں، تاکہ واپسی کا دروازہ مکمل طور پر بند ہو جائے۔

حضرت عُویمر کو یہ نہیں معلوم تھا کہ لِعان کے بعد تفریق کر دی جائے گی، اس وجہ سے وہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے تین طلاقوں کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور تھے، اس لیے انھوں نے یہ راہ اختیار کی ● یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھیں پہلے سے ایقاعِ ثلاث کی ممانعت کا علم نہ ہو ● یا ابھی ممانعت کا حکم ہی نہ آیا ہو۔

● الغرض سبب جو بھی ہو نبیِ کریم ﷺ سے کہیں یہ منقول نہیں کہ حضور نے ان پر انکار فرمایا ہو، جس سے یہ اشارہ ملتا ہو کہ عُویمر اپنی لاعلمی یا عذر کی بنا پر قابل عفو تھے۔

(د) اور بہر حال یہ تو ثابت ہو گیا کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور یہی عامۂ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے جیسا کہ آرہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کا عنوان "بابُ مَن أجازَ الطّلاقَ الثلاثَ" رکھا یعنی تین طلاقیں نافذ ماننے والوں کا باب۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس "ترجمة الباب" سے یہ ذہن دیا ہے کہ حدیثِ باب سے ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے تینوں کے وقوع کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

☆ اور سنن ابی داؤد کی روایت سے تو یہ مفہوم روز روشن کی طرح عیاں ہے، الفاظ یہ ہیں:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فِي هَذَا الْخَبَرِ قَالَ فَطَلَّقَهَا ثَلاَثَ تَطْلِيقَاتٍ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- فَأَنْفَذَهُ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم- وَكَانَ مَاصُنِعَ عِنْدَ رسول الله-صلى الله عليه وسلم- سُنَّةً. (۱)

ترجمہ: سہل بن سعد نے اس حدیث میں یہ بھی بیان کیا کہ عُویمر نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے دیں، تو رسول اللہ ﷺ نے تینوں طلاقیں نافذ فرما دیں، اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جو ہوا وہ سنت ٹھہرا۔

---

(۱) سنن أبي داؤد، ص: ۲۵۵، کتابُ الطّلاق/ بابُ اللِعان، رقم الحديث: ۲۲۵۰.

﴿۳﴾ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ امْرَأَةَ رِفَاعَةَ القُرَظِيِّ جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلاَقِي، وَإِنِّي نَكَحْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيرِ القُرَظِيَّ، وَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ الهُدْبَةِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: «لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ؟ لاَ، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ».[۱]

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ ان کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یا رسول اللہ! رفاعہ نے مجھ کو "طلاق بتّہ" دے دی، میں نے اس کے بعد عبد الرحمٰن بن زَبیر سے نکاح کر لیا، اور میں نے ان کو کپڑے کے چھور کی طرح پایا، تو حضور نے فرمایا کہ شاید تم دوبارہ رفاعہ کے یہاں جانا چاہتی ہو تم الگ نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ عبد الرحمٰن تمھارا شہد چکھ لیں اور تم ان کا۔

اس حدیث میں "طلاقِ بتّة" سے مراد تین طلاق ہے کیوں کہ حلالہ کی ضرورت اسی طلاق میں ہوتی ہے۔ اس کی تائید اسی حدیث کی دوسری روایت سے ہوتی ہے جو "کتاب الأدب" میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے:

فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلاثِ تَطْلِيقَاتٍ، فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِيرِ إلخ.[۲]

ترجمہ: رفاعہ قُرظی کی بیوی نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ رِفاعہ کے نکاح میں تھی تو انھوں نے اسے تیسری طلاق دے دی تو ان کے بعد اس سے عبد الرحمٰن بن زبیر نے نکاح کیا الخ۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت رفاعہ قُرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی نشست میں اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے دی تھیں یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے "بابُ من أجاز الطلاق الثلاث" کے تحت نقل فرمایا۔

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۷۹۱، كتاب الطلاق، بابُ مَن أجاز طَلاق الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۸۹۹، كتاب الأدب/ باب التبسم والضحك، مجلس البركات، مبارك فور.

الگ الگ تین طہر یا تین مجلس میں طلاق دی جائے تو اس کے وقوع میں تو کسی کو کوئی کلام ہی نہیں ہے، کلام اگر ہو سکتا ہے تو ایک مجلس کی تین طلاقوں کے بارے میں، اس لیے ”مَن أجاز الطلاق الثلاث“ کا تعلق مجلسِ واحد کی تین طلاقوں سے ہے، یہی ظاہر ہے۔ (۱)

④ صِحاح ستّہ کی مشہور کتاب ”سنن ابن ماجہ“ میں ایک باب ہے: ”بابُ مَن طَلّق ثلاثًا في مجلسٍ واحد“ ایک مجلس میں تین طلاق کا بیان۔

پھر اس کے تحت یہ حدیث نقل کی:

عن عامر الشعبي قال: قلت لفاطمة بنت قيس: حدّثِيني عن طلاقك، قالت: طلَّقني زوجي ثلاثا وهو خارج إلى اليمن. فأجاز ذلك رسول الله -صلى الله عليه و سلم-. (۲)

ترجمہ: حضرت عامر شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاطمہ بنت قیس سے کہا کہ آپ مجھے اپنی طلاق کا واقعہ بتائیں، تو انھوں نے کہا:

میرے شوہر نے یمن جاتے وقت مجھے تین طلاقیں دے دیں، تو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں طلاقیں نافذ فرما دیں۔

الفاظ حدیث سے ظاہر یہ ہے کہ فاطمہ بنت قیس کے شوہر نے ایک ہی مجلس میں تینوں طلاقیں دی تھیں۔

اس کی تائید اسی حدیث کی دوسری روایت سے ہوتی ہے، جسے حدیث کی مستند کتاب ”دارقطنی“ میں ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے:

أَنَّ حَفْصَ بْنَ الْمُغِيرَةِ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ ، فَأَبَانَهَا مِنْهُ النَّبِيُّ

---

(۱) امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں، لاکھوں حدیثیں آپ کے پیش نظر تھیں اس لیے ظاہر یہی ہے کہ ان کے سامنے اس حدیث کی کوئی روایت ایسی تھی جس سے ایک ساتھ تینوں طلاقیں دینے کا جزم ہوا۔ کسی کو اس میں تردّد ہو تو وہ اس دلیل سے صرف نظر کر سکتا ہے۔ ۱۲ منہ

(۲) سنن ابن ماجه، ص: ۲۲۰، كتاب الطلاق/ باب مَن طلّق ثلاثا في مجلس واحد، رقم الحديث: ۲۰۲٤.

-صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-.(۱)

ترجمہ: حفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو رسول کریم ﷺ کے زمانے میں ایک ہی جملے میں تین طلاقیں دے دیں، تو نبی کریم ﷺ نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔

حدیث پاک کی دونوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مجلس میں اور ایک ہی جملے میں دی گئی تین طلاقوں کو رسول کریم ﷺ نے نافذ کر دیا، یہی وجہ ہے کہ محدث ابن ماجہ نے اس حدیث کو "ایک مجلس میں تین طلاق" کے عنوان سے نقل کیا ہے۔

⑤ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ أَنَّ رُكَانَةَ بْنَ عَبْدِ يَزِيدَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- بِذَلِكَ وَقَالَ: "وَاللهِ مَا أَرَدْتُ إِلاَّ وَاحِدَةً." فَقَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-: « وَاللهِ مَا أَرَدْتَ إِلاَّ وَاحِدَةً ». فَقَالَ رُكَانَةُ وَاللهِ مَا أَرَدْتُ إِلاَّ وَاحِدَةً. فَرَدَّهَا إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ-.

فَطلَّقهَا الثّانيةَ في زمانِ عُمرَ والثالثة في زمانِ عثمانَ.(۲)

ترجمہ: نافع بن عُجیر بن عبد یزید بن رکانہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی سُہیمہ کو "طلاق بتّہ" دے دی، پھر انھوں نے نبی کریم ﷺ کو واقعہ کی خبر دی اور عرض کیا کہ خدا کی قسم میں نے صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی۔ رسول کریم نے پوچھا: خدا کی قسم تو نے صرف ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی؟ تو رکانہ نے عرض کی کہ خدا کی قسم میں نے صرف ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی، تو رسول کریم ﷺ نے ان کی بیوی انھیں لوٹا دی۔

پھر حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں انھوں نے دوسری طلاق دی، اور تیسری طلاق حضرت عثمان کے زمانے میں دی۔

یہ روایت ہے حضرت رکانہ کے ایک پوتے حضرت نافع بنٰ عُجیر کی اور انھی کے دوسرے

---

(۱) سنن الدار قطني، ج: ۲، ص:۱۰، كتاب الطلاق، رقم الحديث: ۳۸۷۷، دار الكتب العلمية، بيروت

(۲) ❀ سنن أبي داؤد، ص:۲۵۱، كتاب الطلاق/ باب في البتة، رقم الحديث:۲۲۰۶.

❀ سنن ابن ماجه، ص:۱۴۸، كتاب الطلاق/ باب طلاق البتة، المكتبة الأشرفية

پوتے عبد اللہ بن علی نے بھی یہ واقعہ اسی طرح بیان کیا ہے، البتہ ان کی روایت میں سرکار کے جواب کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں: "ھو علی ما أردتَ"[1] طلاق وہی پڑی جس کی تو نے نیت کی۔

"بَتّہ" کا لفظ مصدر ہے اور مصدر "فردِ حقیقی" کا بھی احتمال رکھتا ہے اور "فردِ حکمی" کا بھی، طلاق کا فردِ حقیقی ایک ہے، اور فردِ حکمی تین، تو طلاق بتّہ کے لفظ میں "ایک" اور "تین" دونوں ہی افراد کا احتمال ہے۔

اب کسی بھی ایک احتمال کی تعیین ہوگی "بیانِ نیت" سے، اس لیے حضرت رکانہ نے خود ہی اپنی نیت بتا دی کہ میں نے ایک طلاق مراد لی ہے مگر ایک طلاق مراد لینے میں چوں کہ تہمت کا شبہہ ہے کہ بیوی کو بچانے کے لیے احتمال کا فائدہ اٹھایا، اس لیے انھوں نے قسم بھی کھالی۔

شبہۂ تہمت کی صورت میں بیانِ نیت کا اعتبار قسم کے ساتھ ہی ہوتا ہے، اس کی مزید توثیق کے لیے رسول کریم ﷺ نے ان سے دوبارہ قسم لی۔

اس لیے حضرت رُکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی پر ایک طلاق پڑی، ایسا نہیں کہ انھوں نے تین طلاقیں دیں اور ایک پڑی۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر حضرت رُکانہ نے "طلاق بتّہ" سے تین طلاق مراد لی ہوتی تو ان کی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ہوتیں۔ اور اگر تین طلاقیں پڑنے کا احتمال نہ ہوتا تو حضرت رکانہ، نہ تو قسم کھاتے اور نہ ہی رسول کریم ﷺ قسم لیتے کہ ایسی صورت میں قسم کھانا اور قسم لینا دونوں لغو ہوتا، لیکن جب رسول کریم ﷺ نے قسم لی اور حضرت رُکانہ نے قسم کھائی تو اس سے ثابت ہوا کہ اگر ان کی نیت تین طلاق کی ہوتی تو گو کہ وہ لفظ انھوں نے ایک مجلس میں اور ایک ہی دفعہ میں کہا تھا تاہم حضور اقدس کا فیصلہ یہی ہوتا: "ھو علی ما أردتَ" طلاق وہی پڑی جس کی تو نے نیت کی، یعنی تین طلاق۔

وہابی غیر مقلدین کا موقف اور دلیل:

ان روشن دلائل کے برخلاف غیر مقلدین نے یہ موقف اختیار کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین نہیں ہوتیں بلکہ ان سے صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے، چناں چہ وہابیوں کے پیشوا مولوی

---

(۱) سنن أبي داؤد، ص: ۲۵۱، کتاب الطلاق / باب في البتة، رقم الحدیث: ۲۲۰۸.

وحید الزماں لکھتے ہیں:

ولو طلّق غير المدخول بها، أو الصّغيرة، أو الآئسة أو الحامل التى استبان حملُها ثلثًا بكلمة واحدةٍ، أو بكلماتٍ مُتفرقةٍ فى مجلس واحدٍ فيقع الواحد .... ولو قال لموطوءته: "أنت طالق ثلاثًا للسنة أو "على طريق السنة" فلا تقع إلا واحدة. وكذلك لو كانت غير موطوءة.[1]

ترجمہ: غیر مدخولہ یا صغیرہ یا آئسہ یا حاملہ کو ایک کلمہ سے تین طلاق دی یا ایک نشست میں الگ الگ کلموں سے تین طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر اپنی موطوءہ بیوی سے کہا "تجھے تین طلاق سنت" یا "تجھے بطور سنت تین طلاق" تو بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی، یوں ہی اگر غیر موطوءہ ہو تو بھی ایک ہی واقع ہوگی۔

اس سلسلے میں انھیں کافی تلاش و جستجو کے باوجود صحیح بخاری شریف میں کچھ نہ ملا، اور صحیح مسلم شریف میں بھی سوائے ایک صحابی کے بیان کے کوئی حدیث نہ ملی اور جو بیان ملا وہ ان کے لیے حجت نہیں۔

ساتھ ہی یہ ایک ضعیف و منکر حدیث کا بھی سہارا لیتے ہیں، ہم یہاں وہ دونوں روایتیں ا۔ مختصر تبصرے کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

① أخبرنا ابنُ جريجٍ، أخبرني بعضُ بَني أبي رافع، مولى النّبيّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- عن عِكرمة مولى ابن عباس، عن ابن عباس، قال: طَلَّقَ أَبُو رُكَانَةَ أُمَّ رُكَانَةَ ... ثُمَّ قَالَ: «رَاجِع مَرْأَتَكَ أُمَّ رُكَانَةَ وَإِخْوَتِهِ». فَقَالَ: إِنِّي طَلَّقْتُهَا ثَلاَثًا يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: «قَدْ عَلِمْتُ، رَاجِعْهَا»[2]

ترجمہ: ابن جُریج کہتے ہیں کہ مجھے ابو رافع کے لڑکوں میں سے بعض نے خبر دی کہ عکرمہ نے بتایا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ابو رکانہ نے ام رکانہ کو طلاق دے دی... تو رسول اللہ ﷺ نے

---

(۱) كنز الحقائق من فقه خير الخلائق، ص: ٦٩، كتاب الطلاق، شوكة الإسلام، بنغلور.

(۲) سنن أبي داؤد، ص: ٢٥٠، كتاب الطلاق/ باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، رقم الحديث: ٢١٩٦.

فرمایا: اپنی بیوی ام رکانہ کو لوٹالو، انھوں نے عرض کی یارسول اللہ! میں نے تو اسے تین طلاقیں دے دی ہیں، حضور نے فرمایا مجھے معلوم ہے، تم اسے نکاح کرکے لوٹالو۔

(۲) عن ابن طاؤس عن أبيه عن ابن عباس قال: كان الطلاقُ على عهد رسولِ الله -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ- و أبي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة، فقال عمرُ بن الخطاب: إن الناس قد استعجلوا في أمر كانت لهم فيه أناة فلو أمضيناه عليهم فأمضاه عليهم.[۱]

ترجمہ: حضرت طاؤس روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں، نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دو سال تک تین طلاق ایک مانی جاتی تھی، تو حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا: جس بات میں لوگوں کے لیے ڈھیل اور آسانی تھی اس میں وہ جلدی بازی کرنے لگے تواب بہتر یہ ہے کہ ہم اسے ان پر نافذ کردیں، پھر حضرت فاروق نے ان پر اسے نافذ فرمادیا۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق کے زمانے میں تین طلاقوں کو تین قرار دیا گیا، اس سے پہلے تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق مانا جاتا تھا۔

لیکن اس استدلال کی حیثیت ایک شبہۂ ضعیف سے زیادہ نہیں، اس کی قدرے تشریح یہ ہے:

وہابیوں کی پہلی دلیل "حدیث اول" پر کلام:

(الف) حدیث اول ضعیف و منکر ہے، اس کے راوی مجہول لوگ ہیں، چناں چہ شرح صحیح مسلم میں امام ابوزکریا نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

أمّا الرواية التي رواها المخالفون أن ركانة طلّق ثلاثا فجعلها واحدة فرواية ضعيفة عن قوم مجهولين.[۲]

---

(۱) الصحيح لمسلم، ج:۱، ص: ٤٧٧، ٤٧٨، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) المنهاج شرح "الصحيح لمسلم بن الحجّاج"، ج:۱، ص: ٤٧٨، بابُ طلاقِ الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: یہ روایت کہ رکانہ نے تین طلاقیں دی تھیں۔ اور رسول اللہ نے اسے ایک طلاق قرار دیا، ضعیف روایت ہے جس کے راوی مجہول لوگ ہیں۔

(ب) طلاق کا معاملہ عموماً گھر میں پیش آتا ہے اس لیے گھر والوں کو واقعہ کا صحیح علم ہوتا ہے اور گھر کے لوگوں کی روایت یہ ہے کہ رُکانہ نے "طلاق بتّہ" دی تھی اور خود رُکانہ نے حضور ﷺ کے دربار میں قسم کھا کر یہ اعتراف کیا تھا کہ ان کی نیت ایک طلاق کی تھی، اور اس کے برخلاف تین طلاق کی روایت گھر والوں کے علاوہ دوسروں کی ہے، تو معاملہ طلاق میں گھر والوں کی روایت کے خلاف دوسروں کی روایت مقبول نہ ہوگی، چناں چہ محدث جلیل الشان حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نافع بن عُجیر اور عبد اللہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی "طلاق بتّہ" والی روایتوں کو نقل کرکے فرماتے ہیں:

وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ : "أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلاَثًا" لأَنَّهُمْ أَهْلُ بَيْتِهِ وَهُمْ أَعْلَمُ بِهِ. وَحَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ رَوَاهُ عَنْ بَعْضِ بَنِي أَبِي رَافِعٍ.[۱]

ترجمہ: "طلاق بتّہ" والی یہ حدیث، ابن جُریج کی اس حدیث سے اَصَح ہے کہ "رُکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں" کیوں کہ نافع بن عُجیر اور عبد اللہ بن علی حضرت رُکانہ کے اہل خانہ ہیں اور اہل خانہ کو واقعہ کا علم زیادہ ہوتا ہے اور ابن جُریج کی حدیث کو تو ابو رافع کے کسی بیٹے نے روایت کیا (جو مجہول بھی ہے اور اہل خانہ سے بھی نہیں)

یہی محدث ابوداؤد ایک اور مقام پر ابن جریج والی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَحَدِيثُ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ فَرَدَّهَا إِلَيْهِ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- أَصَحُّ. لأَنَّ وَلَدَ الرَّجُلِ وَأَهْلَهُ أَعْلَمُ بِهِ أَنَّ رُكَانَةَ إِنَّمَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ فَجَعَلَهَا النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- وَاحِدَةً.[۲]

ترجمہ: نافع بن عُجیر اور عبد اللہ بن علی کی یہ روایت کہ "رُکانہ نے اپنی بیوی کو "طلاق بتہ"

---

(۱) سنن أبي داؤد، ص: ۲۵۱، كتاب الطلاق/ بابٌ في البتة، رقم الحديث: ۲۲۰۸.

(۲) سنن أبي داؤد، ص: ۲۵۰، كتاب الطلاق/ باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، رقم الحديث: ۲۱۹۶.

دی تھی اور نبی ﷺ نے انھیں رکانہ کو لوٹا دیا تھا" صحیح ہے، اس لیے کہ یہ لوگ رکانہ کی اولاد ہیں اور اہل و عیال کو اس بات کا خوب علم تھا کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو صرف "طلاق بتّہ" دی ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے (رکانہ سے قسم لے کر) اسے ایک طلاق قرار دیا۔

امام ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم شریف میں یہ لکھنے کے بعد کہ تین طلاق والی روایت کے راوی مجہول لوگ ہیں اور وہ روایت ضعیف ہے، صراحت فرماتے ہیں کہ:

و إنما الصحيح منها ما قدمناه أنه طلّقها البتة.[1]

ترجمہ: صحیح صرف وہ روایت ہے جو ہم پہلے نقل کر آئے کہ رکانہ نے "طلاق بتّہ" دی تھی۔

ایک اور محدث امام ابن حجر شافعی فرماتے ہیں:

أَنَّ أَبَا دَاوُدَ رَجَّحَ أَنَّ رُكَانَة إِنَّمَا طَلَّقَ امْرَأَته اَلْبَتَّة كَمَا أَخْرَجَهُ هُوَ مِنْ طَرِيق آل بَيْت رُكَانَة، وَهُوَ تَعْلِيلٌ قَوِيٌّ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونُ بَعْض رُوَاته حَمَلَ "اَلْبَتَّة" عَلَى الثَّلَاث فَقَالَ: طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، فَهَذِهِ النُّكْتَة يَقِف الِاسْتِدْلَال بِحَدِيثِ اِبْنِ عَبَّاس.[2]

ترجمہ: محدث ابوداؤد نے اس روایت کو ترجیح دیا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو محض "طلاق بتّہ" دی تھی، کیوں کہ اس حدیث کے راوی رکانہ کے اہل و عیال ہیں اور یہ مضبوط دلیل ہے اور ابن جریج والی روایت میں یہ ممکن ہے کہ بعض راویوں نے لفظ "اَلبتَّة" کو تین طلاق پر محمول کرکے یہ روایت کر دیا ہو کہ انھوں نے تین طلاق دی تھی تو اس نکتہ کی وجہ سے ابن عباس کی اس روایت سے استدلال ساقط الاعتبار ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ لفظ "اَلبتَّة" ایک طلاق کا بھی احتمال رکھتا ہے اور تین طلاق کا بھی، جیسا کہ پہلے گزرا تو کسی راوی نے اس لفظ کے دوسرے احتمال کو سامنے رکھتے ہوئے "اَلبتَّة" کی جگہ "ثلاثًا" "تین" روایت کر دیا، حالاں کہ رُکانہ نے لفظ "ثلاثًا" سے طلاق نہ دی تھی، بلکہ

---

(۱) المنهاج شرح "الصحيح لمسلم بن الحجاج" للنووي، ج: ۱، ص: ۴۷۸، بابُ طلاقِ الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج:۹، ص: ۳۶۳، كتابُ الطلاق/ بابُ مَن جوّز الطلاق الثلاثَ، دار الفكر، بيروت

لفظ ''اَلبَتَّة'' سے دی تھی۔

اس دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ''ثلاثًا'' والی روایت کسی سند سے صحیح بھی ہو تو بھی رُکانہ کے گھر والوں کی روایت اُس پر راجح ہوگی کہ ان کو حقیقت واقعہ کا علم زیادہ ہے۔

(ج) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے مجہول راویوں نے جو حدیث روایت کی ہے کہ ''رُکانہ نے تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ایک قرار دیا''، یہ حدیث اس لیے بھی ناقابل عمل اور ساقط الاستدلال ہے کہ حضرت ابن عباس کے فتاویٰ اس کے بر خلاف ہیں، صحابۂ کرام میں سے کسی بھی صحابی سے یہ ناممکن ہے کہ وہ رسول اللہ کی حدیث روایت کریں پھر اس کے بعد اس کے خلاف فتویٰ صادر کریں، اسی لیے علما فرماتے ہیں کہ اگر کوئی صحابی حدیثِ رسول کی روایت کے بعد اس کے خلاف عمل کرے، یا فتویٰ دے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث یا تو بعد میں منسوخ ہوگئی یا کسی کی گڑھی ہوئی ہے، اس لیے قابلِ عمل نہیں، چناں چہ نورُ الانوار میں ہے:

و المروي عنه: . . . إذا عمل بخلافهٖ بعد الرواية مما هو خلاف بيقين سقط العملُ بهٖ لأنه إن خالفه للوقوف على نسخهٖ أو موضوعيتهٖ فقد سقط الاحتجاج به.[1]

ترجمہ: حدیث کا راوی روایت کے بعد جب اس کے خلاف عمل کرے اور یہ عمل حدیث کے خلاف ہونا یقینی ہو تو اس حدیث پر عمل (کا حکم) ساقط ہو جائے گا، اس لیے کہ راوی نے اس حدیث کے خلاف عمل یا تو اس وجہ سے کیا ہے کہ اسے اُس حدیث کے منسوخ ہونے کا علم حاصل ہو گیا، یا یہ معلوم ہو گیا کہ وہ حدیث گڑھی ہوئی ہے، لہٰذا اس سے استدلال ساقط ہو جائے گا۔

الغرض تین طلاق کو ایک قرار دینے والی حدیث تین تین طرح سے ناقابلِ عمل اور ناقابلِ استدلال ہے:

ایک : اس لیے کہ یہ حدیث ضعیف و مُنکر ہے، اس کے راوی مجہول افراد ہیں۔

دوسرے: اس لیے کہ یہ حدیث حضرت رُکانہ کے اہل و عیال کی روایت کے خلاف ہے۔

تیسرے: اس لیے کہ راویِ حدیث حضرت ابن عباس کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔

(۱) نور الأنوار، ص: ۱۹٤، مبحث طعن يلحق الحديث، مجلس البركات، مبارك فور.

وہابیوں کی دوسری دلیل: "حدیث دوم" پر کلام:

حدیث دوم حضرت طاؤس نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاق ایک مانی جاتی تھی۔ یہ بھی دو وجہ سے ناقابلِ استدلال ہے:

(الف) یہ حدیث مطلق ہے، جس کے عموم میں مدخولہ، غیر مدخولہ، مجلسِ واحد اور مجالسِ مختلفہ سبھی داخل ہیں، تو حدیث کا ظاہری مفاد یہ ہے کہ ● شوہر، مدخولہ کو تین طلاق دے یا غیر مدخولہ کو ● ایک ساتھ ایک کلمہ میں تین طلاقیں دے، یا کئی دفعہ میں اور کئی کلموں میں ● ایک مجلس میں تین طلاقیں دے، یا الگ الگ کئی مجلسوں میں، بہر حال تین طلاق ایک ہی طلاق مانی جاتی تھی، حالاں کہ یہ بلا شبہہ قطعًا، یقینًا احادیثِ صحیحہ اور اجماعِ امت کے خلاف ہے۔ اس لیے یہ حدیث اپنے عموم و اطلاق کے لحاظ سے ناقابلِ حجت ہے۔

(ب) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فتاویٰ اس حدیث کے بھی خلاف ہیں، لہٰذا اس حیثیت سے بھی یہ حدیث اپنے عموم کے ساتھ قابلِ حجت نہ رہی۔

ان دونوں وجوہ کے پیش نظر اس حدیث سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے، کیوں کہ اس حدیث کے عموم میں جیسے ایک مجلس داخل ہے، ویسے ہی تین مجلسیں بھی تو داخل ہیں، ساتھ ہی تین طہر بھی تو شامل ہیں تو پھر یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ تین مجلس اور تین طہر اور تین کلمات میں دی گئی تین طلاقیں بھی ایک ہی طلاق ہوں گی، حالاں کہ اس کا قائل کوئی بھی نہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث مؤول ہے، اسی لیے علمائے امت نے اس کی کئی **تاویلیں** فرمائیں۔

(ا) عہد صحابہ میں تکرارِ طلاق سے مقصود تاکید ہوتی تھی:

پہلے لوگ عمومًا طلاق کی تکرار تاکید کے لیے کرتے تھے، نئی طلاق مقصود نہیں ہوتی تھی، بعد میں ان کا عرف بدل گیا اور طلاق کی تکرار کر کے دوسری، تیسری طلاق مراد لینے لگے اس لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ طلاقیں بھی عمومی طور پر نافذ کر دیں، اس کی صراحت شرح مسلم میں ہے[1]

---

(۱) المنهاج شرح الصحيح لمسلم، ج:۱، ص: ٤٧٨، باب طلاق الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

اور اب تو حال یہ ہے کہ لوگ تین طلاق سے کم کو طلاق سمجھتے ہی نہیں، وہ اسی لیے تین طلاقیں دیتے ہیں تاکہ طلاق پکی ہو جائے، تو یہ بلا شبہہ تکرار طلاق سے دوسری، تیسری طلاق کا پکا ارادہ ہے، نہ کہ پہلی طلاق کی تاکید۔ عرف بدل جاتا ہے تو حکم بھی بدل جاتا ہے۔

اس کے شواہد ہم نے اپنی کتاب "فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول" میں پیش کیے ہیں اس لیے عرف ناس اور حالات زمانہ کے تغیر سے چشم پوشی کر کے بدلے ہوئے حکم پر جمے رہنا فقہ شناسی کی روش سے بعید تر ہے۔

(۲) یہ حدیث خاص غیر مدخولہ کے متعلق ہے:

عہدِ رسالت اور عہد صدیقی میں اور خلافتِ فاروقی کے ابتدائی دو سالوں تک غیر مدخولہ کو جب کوئی طلاق دیتا تو الگ الگ، ایک ایک طلاق دیتا، اس لیے بعد کی دو طلاقیں لغو ہو جاتیں اور اعتبار صرف پہلی طلاق کا ہوتا، لیکن بعد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں لوگ ایک ساتھ اسے تین طلاق دینے لگے، اس لیے اب تینوں طلاقوں کا اعتبار ضروری تھا، اس تاویل کی تائید ابوداؤد شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

عَنْ طَاوُسٍ، أَنَّ رَجُلًا، يُقَالُ لَهُ أَبُو الصَّهْبَاءِ كَانَ كَثِيرَ السُّؤَالِ لِابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ؟،

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَلَى، «كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ، فَلَمَّا رَأَى النَّاسَ قَدْ تَتَابَعُوا فِيهَا، قَالَ: أَجِيزُوهُنَّ عَلَيْهِمْ».(۱)

ترجمہ: حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ ابو الصہباء نام کے ایک شخص حضرت ابن عباس سے اکثر سوال کرتے رہتے تھے، انھوں نے عرض کی کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ شوہر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین

---

(۱) سنن أبي داؤد ، ص: ۲۵، كتاب الطلاق، باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، رقم الحديث: ۲۱۹۹

طلاقیں دے دیتا تو اسے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق کے زمانے میں اور عمر فاروق کی خلافت کے ابتدائی دور میں ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا؟

حضرت ابن عباس نے فرمایا: کیوں نہیں، شوہر جب اپنی بیوی کے ساتھ دخول (خلوت یا جماع) سے پہلے تین طلاقیں دے دیتا تو عہد رسالت و عہد صدیقی میں اور عمر فاروق کی خلافت کے ابتدائی عہد میں اسے ایک طلاق مانا جاتا تھا، پھر جب حضرت عمر نے دیکھا کہ لوگ "ایک ساتھ"[1] تین طلاقیں دینے لگے ہیں تو فاروق اعظم نے فرمایا کہ تینوں طلاقیں ان پر نافذ کر دو۔

مسلم شریف کی حدیث جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے اس کے الفاظ "قد استعجلوا في أمر كانت لهم فيه أناة" کا بھی مفاد یہی ہے کہ الگ الگ تین طلاق میں "ڈھیل اور آسانی" تھی، لیکن انھوں نے "جلدی بازی" کر کے ایک ساتھ تینوں طلاقیں دینا شروع کر دیا۔

اس حدیث پاک سے بہت کھل کر یہ ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباس کی دوسری روایت جس سے تین طلاق کے ایک ہونے کا شبہہ پیدا ہو رہا تھا اس کا تعلق خاص اس صورت سے ہے جب شوہر نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین بار میں تین طلاقیں دی ہوں اور اس باب میں ہم اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ غیر مدخولہ کو اس طرح طلاق دی جائے تو صرف ایک طلاق پڑے گی۔

ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خلافت فاروقی میں لوگوں کی عادت تبدیل ہو چکی تھی اور وہ تین بار میں طلاق دینے کے بجائے ایک ساتھ ہی دفعۃً تین طلاقیں دینے لگے تھے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے صحابۂ کرام کی موجودگی میں تین طلاقیں قرار دیا، کیوں کہ اب صورت مسئلہ بدل چکی تھی اور یہی ہمارا مذہب ہے، چوں کہ حضرت عمر کا یہ فیصلہ شریعت اسلامیہ کے عین مطابق تھا، اس لیے صحابۂ کرام نے بلا انکار نکیر اسے تسلیم فرمایا جو ان کے اجماع کی دلیل ہے۔

---

(۱) عون المعبود شرح سنن ابو داود میں ہے:

"قَدْ تَتَابَعُوا فِيهَا": أَيْ فِي الطلّقات الثّلَاث دَفْعَةً ، وَقَوْله: "تَتَابَعُوا" بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَة ، وَفِي بَعْض النُّسَخ "تَتَايَعُوا" بِيَاءٍ مُثَنَّاة مِنْ تَحت، وَهُمَا بِمَعْنًى أَيْ أَسْرَعُوا فِي الطلّقاتِ الثّلَاث بِأَنْ أَوْقَعُوهَا دَفْعَة. اھ(عون المعبود شرح سُنن أبي داؤد، لأبي الطيب محمد شمس الحق العظيم أبادي الوهابي، ج:٦، ص: ٢٧٥، كتاب الطلاق/ باب بقية نسخ المراجعة، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة)

الحاصل کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور اجماع امت سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی مسلمان اپنی مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دے خواہ ایک دفعہ میں، یا کئی دفعہ میں، تو بہر حال اس پر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

اور اگر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں ایک ساتھ تین طلاقیں دے تو بھی تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی، ہاں اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں یا متعدّد مجالس میں، کئی مرتبہ میں، یا کئی کلمات میں الگ الگ تین طلاقیں دے تو صرف پہلی طلاق پڑے گی اور بعد کی دو طلاقیں لغو ہوں گی۔

یہی مذہب تمام حنفیوں، مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کا ہے اور یہی مذہب صحابۂ کرام کا ہے، یہی احادیث سے ثابت ہے، اس کے خلاف اگر کوئی حاکم فیصلہ دے گا تو وہ نافذ نہ ہوگا، بلکہ کالعدم و باطل ہوگا کہ اس کا وہ فیصلہ اجماع کے خلاف ہے۔

ایک نشست کی تین طلاقوں کے تین ہونے پر اجماعِ صحابہ و اجماعِ فقہا

شوہر نے اپنی مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیں، تو تینوں طلاقیں واقع ہونے پر اجماعِ صحابہ و اجماعِ فقہا ہے۔

● امام ابن الہمام کمال الدین حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح القدیر میں کثیر آثار صحابہ نقل کرنے کے بعد یہ انکشاف فرماتے ہیں:

فَإِجْمَاعُهُمْ ظَاهِرٌ، فَإِنَّهُ لَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ أَنَّهُ خَالَفَ عُمَرَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- حِينَ أَمْضَى الثَّلَاثَ،فَإِنَّ الْعِبْرَةَ فِي نَقْلِ الْإِجْمَاعِ مَا نُقِلَ عَنِ الْمُجْتَهِدِينَ، لَا الْعَوَامَ. وَالْمِائَةُ الْأَلْف الَّذِينَ تُوُفِّيَ عَنْهُمْ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَا تَبْلُغُ عِدَّةُ الْمُجْتَهِدِينَ الْفُقَهَاءِ مِنْهُمْ أَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ كَالْخُلَفَاءِ وَالْعَبَادِلَةِ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُم - وَقَلِيلٍ. وَالْبَاقُونَ يَرْجِعُونَ إِلَيْهِمْ وَيَسْتَفْتُونَ مِنْهُمْ، وَقَدْ أَثْبَتْنَا النَّقْلَ عَنْ أَكْثَرِهِمْ صَرِيحًا بِإِيقَاعِ الثَّلَاثِ وَلَمْ يَظْهَرْ لَهُمْ مُخَالِفٌ، فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ.

وَعَنْ هَذَا قُلْنَا: لَوْ حَكَمَ حَاكِمٌ بِأَنَّ الثَّلَاثَ بِفَمٍ وَاحِدٍ وَاحِدَةٌ لَمْ يَنْفُذْ

حُكْمُهُ؛ لِأَنَّهُ لَا يَسُوغُ الِاجْتِهَادُ فِيهِ.[1]

ترجمہ: ایک مجلس میں تین طلاقوں کے تین ہونے پر صحابۂ کرام کا اجماع ظاہر ہے کیوں کہ جس وقت خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تینوں طلاقیں نافذ فرمائی تھیں کہیں منقول نہیں کہ اس وقت کسی بھی صحابیِ رسول نے ان کی مخالفت کی ہو کیوں کہ نقل اجماع میں سارے عوام کا اتفاق درکار نہیں بلکہ اس کا اعتبار ہے کہ وہ فقہاے مجتہدین سے منقول ہو۔ اور ایک لاکھ صحابۂ کرام۔ جنھیں چھوڑ کر سرکار علیہ الصلاۃ والسلام دنیا سے تشریف لے گئے۔ میں فقہا کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں، جیسے خلفاے راشدین، عَبادِلہ[2]، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، انس، ابوہریرہ، اور چند اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، باقی صحابہ انھی کی

(۱) فتح القدير، ج: ۳، ص: ۴۵۲، ۴۵۳، كتابُ الطلاق/ بابُ طلاقِ السُّنة، بركات رضا، فور بندر.

(۲) عَبادِلَه: "عبد اللہ" نام کے چار صحابہ کو کہا جاتا ہے۔ محدثین کے نزدیک وہ صحابہ یہ ہیں: ● عبد اللہ بن عباس ● عبد اللہ بن عمر ● عبد اللہ بن زُبیر ● عبد اللہ بن عمرو بن عاص۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور فقہاے حنفیہ کے نزدیک چوتھے صحابی "عبد اللہ بن مسعود" ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے:

(و) قال الإمام (فخر الإسلام: إن كان الراوي من المجتهدين كالأربعة) الخلفاء الرّاشدين (والعَبادلة) في الحاشية: العَبادلة: ابنُ عباس وابن عمر وابن الزبير وابن عمرو بن العاص، وليس منهم ابن مسعود. وقد غلط الجوهري، كذا في "القاموس".
أقول: هذا عند المحدثين، فأما عند الفُقهاء الحنفية فابنُ مسعود منهم فالتغليط غلط.
(وغيرهم) كأُم المؤمنين عائشة الصديقة، ومعاذ بن جبل وزيد بن ثابت وأبي موسى الأشعري وأبي الدرداء، وغيرهم رضوان الله تعالى عليهم كافّة أجمعين .... وقد سبق أن أبا هريرة فقيه مجتهد لا شك فيه. (فواتح الرحموت، ج:۲،ص: ۲۲۷، الاصل الثاني: السُّنة / مسئلة: إذا تعذّر الجمع بين خبر الواحد والقياس، دار إحياء التراث)

عمدۃ القاری میں ہے:

ووقع في "مبهمات" النووي وغيرها: أن الجوهري أثبت ابن مسعود منهم وحذف ابن عمرو اهـ. (عمدة القاري، ج:۱،ص:۱۸۳، كتاب الإيمان/ باب: بني الإسلام على خمس، دار الفكر)

ان عبارات میں ۱۶ر مجتہدین صحابہ کا ذکر ہے، باقی ۴، ۵ صحابہ کا ذکر کشف الاسرار شرح اصول بزدوی، وغیرہ میں ہے۔ ۱۲ منہ

طرف رجوع کر کے مسائل دریافت کر لیا کرتے تھے اور ہم نے اکثر مجتہدین صحابہ سے یہ صریح نقل پیش کر دی کہ مجلس واحد کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔ اور اس باب میں ان کا کوئی مخالف ظاہر نہ ہوا، تو حق کے بعد کیا رہا سوائے گمراہی کے، اسی وجہ سے ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی حاکم نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا فیصلہ کیا تو وہ نافذ نہ ہو گا کیوں کہ اس میں اجتہاد جائز نہیں۔

● امام حجۃ الاسلام ابو بکر جصّاص رازی کتاب و سنت و آثارِ صحابہ سے استدلال کے بعد فرماتے ہیں:

فالكتابُ و السُّنة و إجماعُ السَّلَف توجب إيقاعَ الثلاثِ معًا و إن كانت معصية.[1]

ترجمہ: حاصلِ کلام یہ کہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع صحابہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ساتھ دی گئی تینوں طلاقیں لازماً ایک ساتھ واقع ہوتی ہیں اگر چہ یہ گناہ ہے۔

● طحاوی شریف میں ہے:

لَمَّا كَانَ فِعْلُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- جَمِيعًا فِعْلًا يَجِبُ بِهِ الْحُجَّةُ ، كَانَ كَذٰلِكَ أَيْضًا إِجْمَاعُهُمْ عَلَى الْقَوْلِ إِجْمَاعًا يَجِبُ بِهِ الْحُجَّةُ.[2]

ترجمہ: جب تمام اصحاب رسول ﷺ کا فعل واجب الحجت ہے تو یوں ہی قول عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان کا اجماع بھی واجب الحجت ہو گا۔

● طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

وَفي البَحر: مَنْ أنْكَرَ وقوعَ الثلاثِ فقد خالفَ الإجماعَ. و لو حكمَ حاكمٌ بأنّ الثلاث تقع واحدة لم ينفذ حكمه؛ لأنه لا يسوغ فيه الاجتهاد.[3]

---

(۱) أحكام القرآن للإمام الجصّاص الرازي الحنفي، ج: ۱، ص: ۴۶۹، ذكر الحجاج لإيقاع الطلاق الثلاث معا، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲) شرح معاني الآثار المعروف بالطحاوي، ج: ۲، ص: ۳۴، بابُ الرجل يطلِّق امرأته ثلاثا معًا، مكتبه ملت.

(۳) حاشية الطّحطاوي على الدّر المختار، ج: ۴، ص: ۳۶۳، كتابُ الطلاق / دار الكتب العلميّة.

ترجمہ: بحر الرائق میں ہے: جس نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین ہونے کا انکار کیا اس نے اجماع کی مخالفت کی، لہٰذا اگر کوئی حاکم تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا، کیوں کہ اجماعی مسئلے میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی۔

● صاوی شریف میں ہے:

"هذا هو المجمع عليه" یعنی اس پر اجماع ہے۔[1]

● مقدمات ابن رشد میں ہے:

وَ هُوَ مَذْهَبُ جَمِيْعِ الْفُقَهَاءِ وَ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ وَ لَا يَشُذُّ فِي ذٰلِكَ عَنْهُمْ إِلَّا مَنْ لَا يُعْتَدُّ بِخِلَافِهِ مِنْهُمْ.[2]

ترجمہ: تمام فقہا و علما کا مذہب یہی ہے اور ان سے وہی شخص الگ ہے جس کی اہل علم میں کوئی حیثیت اور کوئی شمار نہیں۔

● فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے:

فالراجحُ في الموضعين تحريمُ المتعة وايقاع الثلاث، للإجماع الذي انعقدَ في عهد عُمرَ على ذلك، ولا يُحفظُ أن أحدا في عهد عمر خالفه في واحدة منهما.

وقد دلّ إجماعهم على وجود ناسخ، وإن كان خفيَ عن بعضهم قبل ذلك حتى ظهرَ لجميعهم في عهد عُمرَ، فالمخالفُ بعد هذا الإجماع منابذٌ له.

والجمهورُ على عدم اعتبار من أحدث الاختلاف بعد الاتفاق والله تعالى أعلم.[3]

ترجمہ: دونوں جگہوں میں راجح "متعہ کی حرمت" اور "تین طلاقوں کا وقوع" ہے کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اس پر اجماع منعقد ہو گیا تھا۔ اور ایسا کچھ محفوظ نہیں کہ حضرت عمر

---

(۱) حاشية الصاوي على الجلالين، ج: ۱، ص: ۱۹۵، سورة البقرة، دار الفكر، بيروت.

(۲) مقدمات ابن رشد، الملحق بـ "المدونة الكبرى"، ج: ۵، ص: ۲۷۹، كتاب طلاق السنة، دار الكتب العلمية، بيروت

(۳) فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج: ۹، ص: ۳۱۹، كتاب الطلاق، مكتبة ابن تيمية.

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں کسی نے ان سے ان مسائل میں اختلاف کیا ہو، اور صحابۂ کرام کا یہ اجماع ناسخ کے وجود کی دلیل ہے، اگرچہ وہ ناسخ اس سے پہلے بعض صحابہ سے مخفی تھا اور وہ خلافت فاروقی میں سب پر عیاں ہو گیا تو اس اجماع کے بعد اب اگر کوئی اختلاف کرے تو وہ اجماع کا مخالف ہے۔

اور جمہور علمائے اسلام کے نزدیک اجماع کے بعد اختلاف غیر معتبر ہے۔

"استذکار" اور "اقناع" میں بھی ایک ساتھ دی گئی تین طلاقوں کے تین ہونے پر اجماع کی صراحت ہے۔(۱)

(۱) ● الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، ج:۱۷، ص: ۸، ۹، دار قتيبة للطباعة والنشر، دمشق.

● الإقناع في مسائل الإجماع للإمام الحافظ أبي الحسن ابن القطان (م: ۶۲۸ھ) ج:۲،ص: ۳۵،۳۶، الفاروق الحديثة للطباعة والنشر، القاهرة.

بتیسواں مسئلہ

حلالہ حلال یا حرام؟

کتاب وسنت سے شافی جواب

شوہر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے، پھر دونوں ایک ساتھ رہنے پر راضی ہوں تو عورت حلالہ کے بعد شوہر اول کے نکاح میں آسکتی ہے۔

"حلالہ" کا مطلب یہ ہے کہ عورت طلاق کی عدت گزار کر دوسرے شخص سے نکاحِ صحیح کرے، پھر وہ بعدِ صحبت ہمدردی کے ارادے سے اسے طلاقِ سنت دے، یا اس کی وفات ہو جائے تو عورت اب اس طلاق یا وفات کی عدت گزارے جب یہ عدت بھی گزر جائے تو پہلے شوہر کے ساتھ عورت کا نکاح حلال ہوگا۔

دوسرے شوہر کا اپنی اس بیوی کے ساتھ "جماع" تحلیل کہلاتا ہے اور در اصل حلالہ بھی یہی ہے۔

حلالہ کی جائز وناجائز کئی صورتیں ہیں:

(۱) حلالہ کے ارادے سے ایک وقتِ معین تک کے لیے نکاح کرے، مثلاً کہے کہ: "آج رات بھر کے لیے، یا ایک دن، یا دو دن، یا چار گھنٹے کے لیے نکاح کرتا ہوں۔"

یہ نکاح باطل ہے، جو سفاح وبدکاری کا ذریعہ ہے، ہدایہ میں ہے:

(وَالنِّكَاحُ الْمُؤَقَّتُ بَاطِلٌ) مِثْلُ: أَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَأَةً بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ إِلَى

عَشَرَةِ أَيَّامٍ . . . وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا طَالَتْ مُدَّةُ التَّأْقِيتِ أَوْ قَصُرَتْ لِأَنَّ التَّأْقِيتَ هُوَ الْمُعَيِّنُ لِجِهَةِ الْمُتْعَةِ .[1]

ترجمہ: نکاحِ موقّت باطل ہے، مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے گواہوں کی شہادت میں دس دن کے لیے نکاح کرے، مدت کے کم وبیش ہونے سے نکاح کے بطلان میں کوئی فرق نہیں ہے اس لیے کہ وقت مقرر کرنے سے ہی وہ مُتعہ کے معنی میں ہوا ہے اور مُتعہ باطل ہے۔

(۲) حلالہ کی شرط پر نکاح کرے، مثلاً یوں کہے کہ "میں نے تجھ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ تجھے شوہرِ اول کے لیے حلال کردوں"۔

تنویر الابصار و درّ مختار میں ہے:

(وَكُرِهَ) التَّزَوُّجُ لِلثَّانِي (تَحْرِيمًا بِشَرْطِ التَّحْلِيلِ) كَ : تَزَوَّجْتُكِ عَلَى أَنْ أُحَلِّلَكِ .[2]

ترجمہ: دوسرے شوہر کا حلالہ کی شرط پر نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے، مثلاً کہے کہ: "میں نے تجھ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ تجھے پہلے شوہر کے لیے حلال کردوں۔"

عورت طلاق کے بعد ہی پہلے شوہر کے نکاح میں جا سکتی ہے تو "شوہرِ اول کے لیے حلال کرنے کی شرط" فی الواقع جماع کے بعد طلاق دینے کی بھی شرط ہے" اور یہ شرط کتاب اللہ کے خلاف ہے، اس لیے مکروہ تحریمی وناجائز ہے۔

یہاں یہ خیال رہے کہ عورت کو چھوڑنے کا ذکر صُلبِ عقد میں ہے، یعنی خاص کلمۂ ایجاب میں، جسے دوسرے فریق نے قبول کر کے عقد کو کراہت سے آلودہ کر دیا ہے۔

(۳) حلالہ کے لیے اجرت طے کر کے نکاح کرے مثلاً پانچ ہزار روپے کی شرط رکھے۔ یہ شرط بھی کتاب اللہ کے خلاف ہے، اس لیے یہ صورت بھی ناجائز ہے۔

درمختار میں ہے:

---

(۱) الهداية، ج: ۲، ص: ۲۹۳، كتاب النكاح/ قبل باب في الأولياء والأكفاء، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) الدر المختار مع تنوير الأبصار المطبوعان مع ردّ المحتار، ج: ۵، ص: ۴۷، كتاب الطلاق/ باب الرجعة، دار الكتب العلمية، بيروت.

وتأویلُ اللعنِ إذَا شَرَطَ الأجْرَ.[1]

ترجمہ: حلالہ کرنے والے پر لعنت اُس وقت ہے جب اُجرت کی شرط پر حلالہ کرے۔

(۴) کوئی شخص حلالہ کا خواہاں رہتا ہو کہ کہیں تین طلاق کا معاملہ پیش ہوا اور یہ وہاں حلالہ کے لیے حاضر ہو گیا، بلفظ دیگر اس کام کے لیے اس نے اپنے کو فارغ کر رکھا ہو، یہ بھی ناجائز ہے۔

یہ چاروں صورتیں ناجائز و گناہ ہیں اور ہم اِن شاء اللہ تعالیٰ آیندہ صفحات میں اس کی دلیل پر روشنی ڈالیں گے۔

دو صورتیں جواز کی ہیں:

(۵) کسی نے طلاق والی عورت سے سنت طریقے کے مطابق نکاح کر لیا، ارادہ تو اس کا ایک ساتھ زندگی گزارنے کا تھا مگر بعدِ صحبت کبھی کسی وجہ سے جدائی ہو گئی، یہاں نکاح حلالہ کے لیے نہیں ہوا، مگر حسنِ اتفاق کہ از خود حلالہ ہو گیا۔ یہ صورت بلا شبہہ جائز ہے، مگر یہ صورت ہمارے مبحث سے خارج ہے کہ یہ "نکاحِ حلالہ" نہیں جو حلالہ کے قصد سے ہوا ہو۔

نزاعی صورت:

اب رہ گئی یہ صورت کہ:

(٦) عورت سے نکاح، حلالہ کے لیے کیا، مگر:

- نہ حلالہ کی شرط رکھی
- نہ معاوضہ کی۔
- نہ مقررہ وقت -مثلاً ایک رات، یا دو دن- تک کے لیے نکاح کیا
- اور نہ ہی وہ حلالہ کا خواہاں ہو

اس کا مقصدِ خیر یہ ہے کہ تین طلاق کی وجہ سے ایک گھر اُجڑ رہا ہے وہ پھر سے آباد ہو جائے۔

یہ صورت ہم اہلِ حق کے نزدیک جائز اور فرقۂ وہابیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ ہم اس نکاح کو صحیح کہتے ہیں اور دل میں جو قصدِ خیر مضمر ہے اسے بھی جائز کہتے ہیں۔ مگر وہابیہ نکاح کو بھی ناجائز و فاسد

---

(۱) الدر المختار المطبوع مع رد المحتار، ج: ٥، ص:٤٨، کتاب الطلاق/ باب الرجعة، دار الکتب العلمیة، بیروت.

کہتے ہیں اور دل میں چھپے ہوئے قصدِ خیر کو بھی، یہاں انھیں: '' وَلِكُلِ امْرِءٍ مَا نَوَى '' کی کوئی روشنی نظر نہیں آتی۔

یہی صورت ہمارے اور اُن کے درمیان نزاعی ہے۔

تنقیحِ مبحث:

یہاں یہ امر قارئین پر مخفی نہ رہے کہ عورت کو چھوڑنے کا قصد دل میں ہو، یہ الگ بات ہے اور اس کو چھوڑنے کا ذکر ایجاب یا قبول کے الفاظ وکلمات میں ہو، یہ الگ بات ہے دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔

نکاح کا انعقاد نیت سے نہیں ہوتا، الفاظ وکلمات سے ہوتا ہے۔ مرد وعورت آمنے سامنے بیٹھ کر دل میں ایک دوسرے سے نکاح کی نیت کرلیں اور گھنٹوں اسی نیت کے ساتھ وہاں جمع رہیں نکاح نہیں منعقد ہوگا۔ اور اگر کلماتِ نکاح سے ایجاب وقبول کرلیں تو فوراً نکاح منعقد ہو جائے گا، اگرچہ دل میں نیت نکاح کی نہ ہو، بلکہ ہزل اور تفریح کی ہو جیسا کہ حدیث نبوی [1] اس کی شاہد ہے، اس لیے جب ایجاب یا قبول کے کلمات میں عورت کو چھوڑنے کی شرط ہوگی تو نکاحِ حلالہ مکروہ وناجائز

---

(۱) عن أبي هريرة، قال: قال رسولُ الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ-: ثلاثٌ جِدُّهُنَّ جدٌّ، وهزلُهُنَّ جدٌّ: النِّكاحُ والطَّلاقُ والرَّجعة.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ہیں جن میں قصد بھی ''قصد'' ہے اور مذاق وتفریح بھی ''قصد'' ہے: ● نکاح ● طلاق ● اور رجعت۔

یعنی ان امور کو کوئی ان کے قصد وارادے سے انجام دے، یا ہنسی مذاق میں، بہر حال موجود اور واقع ہو جائیں گے۔

● سُنن أبي داؤد، ص:۲۴۹، كتاب الطلاق/ بابٌ في الطلاق على الهزل، رقم الحديث: ۲۱۹٤.

● جامع الترمذي، ج:۱، ص:۱٤۲، كتاب الطلاق / باب الجِدّ والهزل في الطلاق، مجلس البركات، مبارك فور.

● سنن ابن ماجه، ص:۲۲، كتاب الطلاق / باب مَن طلّق أو نكح أو راجع لاعِباً، رقم الحديث: ۲۰۳۹.

● المستدرك على الصحيحين، ج:۱، ص۱۹۸: كتاب الطلاق / ثلاثٌ جِدُّهن جدٌّ وهزلهن جدّ.

● السُّنن الكبرىٰ للبيهقي، ج:۷، ص۳٤۱: كتاب الخلع والطلاق / بابُ صريح ألفاظ الطلاق.

● شرح معاني الآثار، ج:۲، ص۱۳۸: كتاب الطلاق / باب طلاقِ المكرَه.

● سُنن الدار قطني، ج:٤، ص۳۷۹: كتاب الطلاق / باب المهر. ۱۲ منه

ہو گا۔ اور جب صرف دل میں چھوڑنے کا قصد مضمر ہو گا تو نکاحِ حلالہ جائز و صحیح ہو گا، آخر الفاظ ایجاب و قبول تو چھوڑنے کی شرط سے پاک و صاف ہیں، اس طرح اِس نکاح کا انعقاد وقت کی قید و بند سے آزاد اور دوامی ہو گا اور قصدِ مضمر تو قصد خیر ہے جس کا ثمرہ بھی خیر ہی ہوتا ہے اس کا نکاح کی کراہت اور عدم جواز سے کوئی لگاؤ نہیں۔ احادیثِ نبویہ اسی کی شاہد ہیں جیسا کہ ہم عن قریب ان کے ذکر سے اپنے قلم کو معطر و مشرف کریں گے۔

مبحثِ نزاع کی احادیث شریفہ کا بیان:

ہم یہاں سب سے پہلے یہ امر بھی واضح کر دیں کہ اس باب کی احادیث دو انواع کی ہیں، پہلی نوع کی حدیثوں اور آیت قرآنی سے حلالہ کا جواز ثابت ہوتا ہے اور دوسری نوع کی حدیثوں سے عدم جواز۔

وہابیوں نے نوع دوم کی حدیثوں کو بنیاد بنا کر مطلقاً حلالہ کو ناجائز اور نکاحِ حلالہ کو فاسد قرار دے دیا اور ہم اہل سنت نے دونوں انواع کی حدیثوں کو سامنے رکھ کر حلالہ کی کئی صورتوں کو ناجائز اور بعض کو جائز ٹھہرایا، ہونا یہی چاہیے کہ دونوں طرح کی حدیثوں پر عمل کریں، نہ کہ بعض کو اپنائیں اور بعض سے نظر پھیر لیں۔

نکاحِ حلالہ کے جواز کے دلائل:

اب دلائلِ جواز ملاحظہ فرمائیے:

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.[1]

ترجمہ: پھر اگر شوہر نے اسے تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی، یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لے۔

اس آیت کریمہ سے بہت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاق کے بعد عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں رہ جاتی، یعنی اُس کے ساتھ اِس کا نکاح بھی حلال نہیں رہ جاتا۔

اب اگر وہ دوسرے شوہر کے پاس نکاح کر کے رہے تو وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی۔

---

(۱) القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ:۲، الآیۃ:۲۳۰.

آیت کریمہ کا اِطلاق یہ چاہتا ہے کہ:

● عورت دوسرے کے ساتھ نکاحِ رغبت کرکے اس کے ساتھ رہے تو بھی حلال ہو جائے گی اور نکاح صحیح ہوگا۔

● اور وہ عورت حلال ہونے کی نیت سے دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرے اور اس کے پاس رہے تو بھی حلال ہوگی اور یہ نکاح جائز و درست ہوگا۔

قرآن مقدس یہاں تمام مسلمانوں کو آگاہ فرما رہا ہے کہ حرمتِ غلیظہ کے باوجود پہلے شوہر کی طرف عورت کی واپسی کی راہ مکمل مسدود نہیں ہے، بلکہ ایک راستہ کھلا ہوا ہے کہ وہ دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرکے اس کے ساتھ رہے تو حلال ہو جائے گی اور حرمتِ غلیظہ کا داغ ڈھل جائے گا۔

اب غور فرمایئے کہ کوئی عورت چاہتی ہے کہ اس کا یہ داغ ڈھل جائے اور اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے تو وہ کیا کرے گی؟ یہی نہ کہ دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرکے اس کے پاس رہے اور وہ اس کے ساتھ نکاح کرکے اسے اپنے پاس رکھے، تو کیا یہ عمل بغیر قصدِ حلالہ کے اتفاقیہ وقوع پذیر ہو جائے گا؟ قرآن مقدس نے اسے حلال ہونے کی جو راہ بتائی ہے وہ اس راہ کو اپنائے گی تو دل میں حلالہ کا قصد ضرور مضمر رہے گا۔ اور یہ عمل شوہر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا اور اسے بھی عورت کے حال و قال و قرینہ سے عموماً سب کچھ معلوم ہی ہو جاتا ہے۔

"دوسرے شوہر کے پاس رہنا" کنایہ ہے جماع سے۔ اور حدیث مشہور میں بھی حلالہ کے لیے جماع کو لازم قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ وہ حدیث جلد ہی آرہی ہے، اس لیے مطلب یہ ہوا کہ دوسرا شوہر اپنی اس بیوی کے ساتھ جماع کرے۔

دوسری دلیل: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ امْرَأَةَ رِفَاعَةَ القُرَظِيِّ جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلاَقِي، وَإِنِّي نَكَحْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الزَّبِيرِ القُرَظِيَّ، وَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ الهُدْبَةِ.

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: «لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى

رِفاعة؟ لا، حتّى يذوق عُسيْلتكِ وتذوقي عُسيْلتهُ».[1]

ترجمہ: حضرت عُروہ بن زُبیر کا بیان ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ رِفاعہ قُرظی کی بیوی اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی، یا رسولَ اللہ، رفاعہ نے مجھے "طلاقِ بتّہ" دے کر میرے رشتۂ نکاح کو ختم کر دیا (یعنی تینوں طلاقیں دے دیں)۔ میں نے ان کے بعد عبد الرحمٰن بن زَبیر قُرظی سے نکاح کیا، ان کا عضو مخصوص کپڑے کی جھالر کی طرح ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شاید تم رِفاعہ سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتی ہو، ایسا نہیں ہو سکتا جب تک عبد الرحمٰن تم سے جماع کی کچھ لذت نہ پالے اور تم اس سے کچھ لذت یاب نہ ہو جاؤ۔

عدالتِ نبوی سے یہ فیصلہ صادر ہونے کے بعد متعیّن ہو گیا کہ تحلیل کے لیے شوہر دوم اور بیوی کا لذتِ جماع حاصل کرنا ضروری ہے اور اس کے لیے پہلے نکاح ہونا بھی ـــــ شوہر اول کی طرف واپسی کا یہ راستہ بتا کر شارعِ اسلام ﷺ عام لوگوں کو آگاہ فرما رہے ہیں کہ اس طرح کے قضیہ میں دوسرے کے ساتھ نکاح اور جنسی عمل کے بغیر چارہ نہیں، جو چاہے اس راہ کو اپنا سکتا ہے اور رحمۃٌ للعالمین ﷺ سے یہ متصور نہیں کہ راستہ بھی بتائیں، پھر اس پر چلنے والوں کو ملعونِ بارگاہ بھی قرار دیں۔

امام محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ حدیث روایت کر کے یہ انکشاف بھی فرمایا:

وَفِي البَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ، وَأَنَسٍ، وَالرُّمَيْصَاءِ أَوْ الغُمَيْصَاءِ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ.

قال أبو عيسىٰ: «حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، صَحِيحٌ»، "وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ: أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ فَطَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يدْخلَ بِهَا أَنَّهَا لَا تَحِلُّ لِلزَّوْجِ الأَوَّلِ إِذَا لَمْ يَكُنْ جَامَعَ الزَّوْجُ الآخَرُ."[2]

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۲، ص:۷۹۱، كتاب الطلاق/ بابُ من أجاز طلاقَ الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) جامع الترمذي، ج:۱، ص:۱۳۳، أبواب النكاح/ بابُ ما جاء في مَن يطلّق امرأته ثلاثا، فيتزوجها آخر فيطلقها قبل أن يدخل بها، مجلس البركات، مبارك فور.

ترجمہ: اس باب میں ابن عمر وانس اور رُمیصا یا غُمیصا اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث حَسَن، صحیح ہے اور تمام فقہاے صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل اسی پر ہے کہ مرد جب اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے، پھر وہ دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرلے اور وہ اس کے ساتھ جماع سے پہلے ہی اسے طلاق دے دے تو وہ شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی۔

امام محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس انکشاف سے معلوم ہوا کہ:

(الف) حلالہ کے لیے نکاح بالا جماع جائز ہے یہی مذہب تمام فقہاے صحابہ و تابعین کا ہے۔

تین طلاق کے بعد عورت کا دوسرے شوہر سے نکاح کرنا، پھر اس کا جلد ہی طلاق دے دینا اس بات کا قرینہ ہے کہ عورت نے حلال ہونے کے لیے اور شوہر نے حلال کرنے کے لیے یہ نکاح کیا۔ یہاں امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "نکاحِ حلالہ" کی ہی ایک صورت کا حکم اجماعی بیان کررہے ہیں جس سے نکاحِ حلالہ پھر جماع کا جواز ظاہر ہے۔

(ب) حلالہ کے لیے شوہر ثانی کا جماع ضروری ہے، اس کے بغیر وہ شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی۔

(ج) شوہر ثانی جماع کرلے تو عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہوگی، جب کہ دوسرا شوہر طلاق دے دے اور عورت اس کی عدت پوری کرلے۔

تیسری دلیل: حَدَّثَنِي القَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: أَتَحِلُّ لِلْأَوَّلِ؟ قَالَ: «لَا، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا كَمَا ذَاقَ الأَوَّلُ»[1]

ترجمہ: قاسم بن محمد حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، تو عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا، پھر اس نے طلاق دے دی

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۷۹۱، كتاب الطلاق / بابُ مَن أجاز طلاقَ الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور

تو نبی کریم ﷺ سے سوال ہوا کہ یہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہو گئی؟ حضور نے فرمایا: نہیں، جب تک کہ یہ اس کے ساتھ جماع کی کچھ لذت نہ پا لے جیسا کہ شوہر اول اس کے ساتھ جماع سے لذت یاب ہوا۔

عورت کا شوہر دوم سے نکاح، پھر اس کا طلاق دے کر اسے آزاد کر دینا اس بات کا ذہن دیتا ہے کہ نکاح وطلاق کا یہ عمل حلالہ کے لیے ہوا ہے۔

خلاصہ اور استناد:

قرآن حکیم کی نص قطعی اور صحیح بخاری شریف کی ان احادیث شریفہ کا خلاصہ یہ ہے کہ تین طلاق کے بعد عورت شوہرِ اول کے لیے حلال ہونا چاہتی ہے تو وہ عدت گزار کر دوسرے مرد سے نکاحِ صحیح کرے پھر مباشرت ہو، اس کے بعد اگر وہ اسے طلاق دے کر چھوڑ دے تو عورت بعدِ عدت شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے۔ یہ کتاب وسنت کا مقرر کردہ راستہ ہے جس پر چل کر ہی عورت شوہر اول کے لیے حلال ہو سکتی ہے۔ اب کوئی عورت اس طرح کی مشکل سے دوچار ہوئی اور وہ شوہر اول کے لیے حلال ہونا چاہتی ہے تو دوسرے سے نکاح کرے گی اور نکاح کے وقت حلال ہونے کا قصد بھی لازمی طور سے پایا جائے گا، ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ نکاح حلال ہونے کے لیے کرے اور قصد حلال ہونے کا نہ ہو، پھر جس شخص کے ساتھ وہ عقد کر رہی ہے اسے بھی یہ معلوم ہونا چاہیے، ورنہ نکاح کے بعد وہ اسے آزاد نہ کرے تو اس کا مقصد فوت ہو جائے گا، اس لیے شوہر کو اس کے مقصد سے آگاہ ہونا چاہیے تاکہ وہ اس پر راضی ہو تو نکاح کرے، ورنہ کنارہ کش ہو اور عورت کا مقصد معلوم ہونے کے بعد جب مرد اس کے ساتھ نکاح کرے گا تو وہ تحلیل کے لیے ہی ہوگا۔ نکاح مرد و زن سے ہی وجود میں آتا ہے اور دونوں تحلیل کے قصد سے باخبر وراضی نہ ہوں تو مقصد فوت ہو سکتا ہے اور اگر قصدِ تحلیل، حرام ہو تو نکاحِ حلالہ کی کوئی راہ نہ ہوگی جب کہ کتاب وسنت نے یہ راہ اس پر کھول رکھی ہے یعنی "حَتّٰی تَنْکِحَ زَوجاً غَیرَہٗ" — "حَتّٰی تَذُوقِی عُسَیْلَتَہٗ وَ یَذُوق عُسَیْلَتَکِ"۔

واضح ہو کہ ہماری گفتگو نکاح حلالہ میں ہے اور یہ نکاح قصدِ تحلیل کے ساتھ ہی پایا جاتا ہے، اور کتاب وسنت میں اس کا دروازہ بند نہیں ہے، جیسا کہ نصوصِ کتاب وسنت سے عیاں ہے۔

الغرض نصوصِ کتاب وسنت حلالہ کے جواز پر روشن دلائل ہیں۔

وہابیہ کے نزدیک نکاحِ حلالہ حرام، فاسد و باعثِ لعنت ہے:

لیکن وہابیہ نے ان احادیث کے برخلاف اسے حرام قرار دیا، بلکہ حلالہ کے لیے نکاح کو مطلقاً فاسد اور باعثِ لعنت قرار دیا۔

چناں چہ تحفۃ الاحوذی میں ہے:

قَالَ فِي سُبُلِ السَّلَامِ: الْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى تَحْرِيمِ التَّحْلِيلِ لِأَنَّهُ لَا يَكُونُ اللَّعْنُ إِلَّا عَلَى فَاعِلِ الْمُحَرَّمِ وَكُلُّ مُحَرَّمٍ مَنْهِيٌّ عَنْهُ وَالنَّهْيُ يَقْتَضِي فَسَادَ الْعَقْدِ، وَاللَّعْنُ وَإِنْ كَانَ ذَلِكَ لِلْفَاعِلِ لَكِنَّهُ عُلِّقَ بِوَصْفٍ يَصِحُّ أَنْ يَكُونَ عِلَّةَ الْحُكْمِ وَذَكَرُوا لِلتَّحْلِيلِ صُوَرًا، **مِنْهَا**: أَنْ يَقُولَ لَهُ فِي الْعَقْدِ إِذَا أَحْلَلْتَهَا فَلَا نِكَاحَ، وَهَذَا مِثْلُ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ لِأَجْلِ التَّوْقِيتِ. **وَمِنْهَا**: أَنْ يَقُولَ فِي الْعَقْدِ إِذَا أَحْلَلْتَهَا طَلَّقْتَهَا. **وَمِنْهَا**: أن يكون مُضمرا في العقد بأن يتواطا عَلَى التَّحْلِيلِ وَلَا يَكُونُ النِّكَاحُ الدَّائِمُ هُوَ المقصود. وظاهرُ شمولِ اللعن وفساد الْعَقْدِ لِجَمِيعِ الصُّوَرِ.(۱)

ترجمہ: "سبل السلام" میں ہے کہ "حدیث" حلالہ کے حرام ہونے کی دلیل ہے کیوں کہ لعنت حرام کے مرتکب پر ہی ہوتی ہے۔ ہر حرام سے ممانعت فرمائی گئی ہے اور ممانعت کا تقاضا یہ ہے کہ حلالہ کے لیے کیا ہوا عقد فاسد ہو۔ اور لعنت اگرچہ نکاح کرنے والے پر ہے لیکن اسے وصفِ تحلیل پر معلّق کیا گیا ہے جو لعنت کی علت بن سکتا ہے۔

فقہا نے حلالہ کی چند صورتیں ذکر کی ہیں:

ایک یہ کہ عقد کرتے وقت کہے کہ جب حلالہ ہو جائے نکاح ختم۔

یہ نکاح کا وقت مقرر کر دینے کی وجہ سے نکاحِ متعہ کی مثل ہے۔

دوسری صورت یہ کہ عقد کے وقت کہے کہ جب یہ حلال ہو جائے اسے طلاق۔

تیسری صورت یہ کہ نکاح کے وقت دونوں کے دل میں یہ بات ہو کہ دونوں حلالہ کے لیے

(۱) تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي، ج: ٤، ص: ٢٢٢، أبواب النكاح/ بابُ ما جاء في المحلِّل والمحلَّل له، المكتبة الأشرفية

عقد کر رہے ہیں، ہمیشہ کے لیے نکاح کرنا مقصود نہیں۔

حدیث سے ظاہر یہ ہے کہ لعنت ان تمام صورتوں کو عام ہے اور عقد ان سبھی صورتوں میں فاسد ہوگا۔ (تحفۃ الاحوذی)

اس عبارت سے وہابیوں کا مسلک یہ ظاہر ہوا کہ:

''حلالہ حرام ہے، حلالہ کے لیے جو عقد کیا جائے فاسد ہے، اور جو یہ عقد کرے ملعون ہے۔''

وہابی حضرات کی دلیل:

وہابیہ اہل حدیث نے جس حدیث کی بنیاد پر علی الاطلاق یہ موقف اختیار کیا ہے وہ جامع ترمذی کی درج ذیل حدیث ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- الْمُحِلَّ وَالمُحَلَّلَ لَهُ.(۱)

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے پر بھی لعنت فرمائی اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے اس پر بھی۔

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلالہ کرنا، کرانا حرام اور لعنت کا کام ہے۔

لعنت، خاص مُحِلّل پر ہے، مطلق مُحِلّل پر نہیں:

لیکن حدیث کا یہ حکم کیا مطلقا ہر حال میں ہے؟

ایسا نہیں!

کیوں کہ کتاب و سنت کے جو نصوص گزشتہ صفحات میں پیش کیے گئے ہیں وہ واضح طور پر حلالہ کے جواز پر دلالت کرتے ہیں اس لیے حدیثِ ترمذی میں لعنت کا حکم علی الاطلاق ہر حال میں اور ہر شخص پر جاری نہیں ہو سکتا۔ ورنہ نصوص کتاب و سنت اور حدیثِ ترمذی میں تعارض لازم آئے گا اس لیے ضروری ہے کہ دونوں طرح کے نصوص کو سامنے رکھ کر ایسا موقف اختیار کیا جائے جس سے کسی

(۱) جامع الترمذي، ج: ۱، ص: ۱۳۳، أبواب النكاح/ بابُ ما جاء في المُحِلِّ و المحلَّل له، مجلس البركات، مبارك فور.

حدیث کا ترک نہ لازم آئے۔

ہم اہلِ حق اہلِ سنت و جماعت سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی احادیث کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں گو وہ احادیث بخاری میں نہ ہوں، اس لیے ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہاں سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیثِ کریمہ کے درمیان قطعاً کوئی تعارض نہیں اور دونوں کے یہ احکام الگ الگ صورتوں پر محمول ہیں۔

ہمارے ائمۂ کرام فرماتے ہیں:

(الف) حدیث میں لعنت اس صورت پر محمول ہے جب کوئی حلالہ کی شرط عقد نکاح میں لگائے مثلاً کہے: "تزوّجتكِ علىٰ أن أُحَلِّلَكِ"۔ میں نے تجھ سے حلالہ کی شرط پر نکاح کیا۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

(كُرِهَ) التزوُّج للثاني (تحريمًا) لحديث: لُعِنَ الْمُحَلِّلُ والْمُحَلَّلُ لَه (بشرط التّحليل) كـ "تزوّجتُكِ علىٰ أن أحلِّلَكِ" (وإن حلّتْ للأوّل) لصحّة النكاح وبطلانِ الشرط، فلا يجبر على الطّلاق كما حقَّقه الكمال. اھ[1]

ترجمہ: دوسرے شخص کا حلالہ کی شرط پر نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے، جیسے وہ یوں کہے کہ "میں نے تجھ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ میں تجھے شوہر اول کے لیے حلال کروں"، کیوں کہ حدیث میں وارد ہے کہ "حلالہ کرنے والے پر بھی لعنت اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے اس پر بھی لعنت"۔ ہاں وہ شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے گی کیوں کہ نکاح صحیح ہے اور شرط باطل، لہٰذا اسے طلاق دینے پر مجبور نہ کیا جائے گا، (کہ نکاح صحیح ہے) امام کمال الدین ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہی تحقیق فرمائی۔

اس "تحقیق" کے کلمات یہ ہیں:

(وَإِذَا تَزَوَّجَهَا بِشَرْطِ التَّحْلِيلِ) بِأَنْ يَقُولَ "تَزَوَّجْتُكِ عَلَى أَنْ أُحِلَّكِ لَهُ" أَوْ تَقُولَ هِيَ: ذٰلِكَ، فَهُوَ مَكْرُوهٌ كَرَاهَةَ التَّحْرِيمِ الْمُنْتَهِضَة سَبَبًا لِلْعِقَابِ لِقَوْلِهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: "لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ} (وَهٰذَا هُوَ مَحْمِلُهُ) أَيْ الْمُحَلِّلُ الشَّارِطُ هُوَ مَحْمِلُ الْحَدِيثِ لِأَنَّ عُمُومَهُ وَهُوَ "الْمُحَلِّلُ مُطْلَقًا" غَيْرُ

(۱) تنویر الأبصار مع الدر المختار، المطبوعان مع رد المحتار، ج: ٥، ص: ٤٧، کتاب الطلاق/ باب الرجعة، دار الكتب العلمية، بيروت

مُرَادٍ إِجْمَاعًا، وَإِلَّا شَمِلَ الْمُتَزَوِّجَ تَزْوِيجَ رَغْبَةٍ.(۱)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مرد یا عورت عقدِ نکاح میں حلالہ کی شرط لگائے تو یہ مکروہ تحریمی ہے جو باعثِ عقاب ہے اور حدیثِ حلالہ میں لعنت کا محل ایسا ہی شخص ہے جو حلالہ کی شرط پر نکاح کرے کیوں کہ حدیث مطلقاً ہر حلالہ کرنے والے کو عام نہیں ہے، اس پر اجماع ہے، ورنہ جو شخص تین طلاق والی عورت سے رغبت سے نکاح کرے وہ بھی لعنت کے عموم میں شامل ہو جائے گا، حالاں کہ ایسا قطعاً نہیں۔

(ب) یا اس سے مراد وہ شخص ہے جو اجرت طے کر کے حلالہ کرے، چناں چہ در مختار میں ہے:

وَتَأْوِيلُ اللَّعْنِ إِذَا شَرَطَ الْأَجْرَ، ذَكَرَهُ الْبَزَّازِيُّ.(۲)

ترجمہ: حدیث حلالہ میں لعنت اُس وقت ہے جب کوئی اجرت طے کر کے حلالہ کرے، امام بزازی نے اسے ذکر فرمایا۔

یہ شرط فقہا نے اپنے جی سے نہیں لگائی، بلکہ ایک حدیث صحیح سے ماخوذ ہے جو جلد ہی آ رہی ہے۔

علاوہ ازیں حضور سید عالم ﷺ کی شریعت قیامت تک کے لیے ہے اور سرکار کے ارشادات میں قیامت تک رونما ہونے والے امور کی رہنمائی پائی جاتی ہے اس لحاظ سے دیکھا جائے تو حدیث نبوی میں اس توجیہ کا بھی احتمال ہے۔

آج عوام الناس میں جہل غالب ہے اور ناخدا ترسی بھی عام ہو رہی ہے، اس کے باعث وہ بہت سے امور میں حدودُ اللہ سے تجاوز کر جاتے ہیں، سنا ہے کہ کچھ نادان حلالہ کے معاملہ میں بھی حد سے تجاوز کر چکے اور معاوضہ طے کر کے حلالہ کیا، ہم قطعاً ایسے حلالہ کی اجازت نہیں دیتے اور اسے حدیث کی لعنت کا سبب سمجھتے ہیں۔

---

(۱) فتح القدير، ج: ٤، ص: ١٦١، ١٦٢، كتاب الطلاق / فيما تحِلّ به المطلّقة، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲) الدر المختار المطبوع مع رد المحتار، ج: ٥، ص: ٤٨، كتاب الطلاق/ باب الرجعة، دار الكتب العلمية،بيروت.

(ج) ایک توجیہ یہ بھی کی جا سکتی ہے کہ یہاں مُحَلِّل سے مراد وہ شخص ہے جس نے اپنے کو حلالہ کرنے کے لیے تیار کر رکھا ہو کہ جہاں کہیں تین طلاق کا کوئی حادثہ ہوا یہ وہاں پہنچ گیا، امام ابن الہمام کمال الدین حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

أَنَّ تَعَلُّقَ اللَّعْنِ بِهِ إِذَا كَثُرَ مِنْهُ ذَلِكَ بِأَنْ نَصَبَ نَفْسَهُ لِهَذَا الْأَمْرِ شَرَطَ أَوْ لَا.[1]

ترجمہ: لعنت کا تعلق ایسے شخص سے ہے جو کثرت سے حلالہ کرے اور اس نے اپنے آپ کو اس کے لیے خاص کر رکھا ہو، خواہ وہ حلالہ کی شرط لگائے، یا نہ لگائے۔

یہ توجیہ در حقیقت مرادِ رسولِ اقدس ہے: جس کا علم اسی حدیث کی ایک دوسری روایت سے ہوتا ہے، اس کے راوی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہ روایت سنن ابن ماجہ میں اس طرح ہے:

سَمِعْتُ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ : قَالَ لِي أَبُو مُصْعَبٍ مِشْرَحُ بْنُ هَاعَانَ : قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ : قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ ، قَالُوا : بَلَى ، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ : هُوَ الْمُحَلِّلُ ، لَعَنَ اللهُ الْمُحَلِّلَ ، وَالْمُحَلَّلَ لَهُ.[2]

ترجمہ: لیث بن سعد کہتے ہیں کہ مجھے ابو مصعب مُشْرح بن ہاعان نے بتایا کہ ان سے عُقبہ بن عامر نے بیان کیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمھیں "عاریت پر لیے ہوئے سانڈ" کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کی، کیوں نہیں، یا رسول اللہ، فرمایا: وہ مُحَلِّل ہے (حلالہ کرنے والا)۔ اللہ کی لعنت حلالہ کرنے والے پر، اور اس پر بھی جس کے لیے حلالہ کیا جائے۔

---

(۱) فتح القدير، ج: ٤، ص: ١٦٣، كتاب الطلاق / فصلٌ فيما تحِلّ به المطلّقة، دار الكتب العلمية، بيروت.

امام ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ لفظ مُحلّل باب تفعیل سے ہے جس کی ایک خاصیت تکثیر ہے تو اس لفظ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا تعلق ایسے شخص سے ہے جو کثرت سے حلالہ کرے مگر یہ توجیہ حضرت ابن عمر کے ایک اثر سے میل نہیں کھاتی اس لیے انھوں نے اس پر جزم نہیں کیا، حالاں کہ وہ اثر ایک واقعۂ حال ہے جو محل احتمال ہے، پھر بھی ہم یہاں لفظ کے باب تفعیل سے ہونے کا سہارا نہیں لیتے، بلکہ تکثیر کو حدیث کا ایک احتمال مان کر اس کی تائید میں دوسری حدیث کا سہارا لیتے ہیں۔ ۱۲ منہ

(۲) سنن ابن ماجه، ص: ٢١٠، كتاب النكاح / باب المُحلِّل والمُحلَّل له، رقم الحديث: ١٩٣٦.

یہ حدیث حسن، صحیح، قابلِ حجت ہے: جیسا کہ امام ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس تنقیح سے عیاں ہے:

قَالَ عَبْدُ الْحَقِّ : إِسْنَادُهُ حَسَنٌ . وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ فِي "عِلَلِهِ الْكُبْرَىٰ" عَنْ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ : مَا أَرَاهُ سَمِعَ مِنْ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ وَلَا رُوِيَ عَنْهُ . وَدُفِعَ بِأَنَّ قَوْلَهُ فِي الْإِسْنَادِ "قَالَ لِي أَبُو مُصْعَبٍ مِشْرَحٌ" يَرُدُّ ذَلِكَ .

وَرَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ مُعَنْعَنًا عَنْ أَبِي صَالِحٍ كَاتِبِ اللَّيْثِ عَنْ اللَّيْثِ بِهِ، وَلِذَلِكَ حَسَّنَهُ عَبْدُ الْحَقِّ فَإِنَّهُ رَوَاهُ مِنْ جِهَةِ الدَّارَقُطْنِيِّ ، وَإِلَّا فَالْحَدِيثُ صَحِيحٌ عِنْدَ ابْنِ مَاجَه لِأَنَّ شَيْخَ ابْنِ مَاجَه يَحْيَى بْنَ عُثْمَانَ ذَكَرَهُ ابْنُ يُونُسَ فِي تَارِيخِ الْمِصْرِيِّينَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِعِلْمٍ وَضَبْطٍ، وَأَبُوهُ عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ الْمِصْرِيُّ ثِقَةٌ ، أَخْرَجَ لَهُ الْبُخَارِيُّ، وَمِشْرَحٌ: وَثَّقَهُ ابْنُ الْقَطَّانِ، وَنُقِلَ عَنْ ابْنِ مَعِينٍ أَنَّهُ وَثَّقَهُ . وَالْعِلَّةُ الَّتِي ذَكَرَهَا ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ لَمْ يُعَرِّجْ عَلَيْهَا ابْنُ الْقَطَّانِ وَلَا غَيْرُهُ .[1]

اس حدیث میں حضور سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "حلالہ کرنے والے" کو "سانڈ" سے تشبیہ دی ہے اور وجہِ شبہ ظاہر ہے کہ سانڈ جفتی زیادہ کرتا ہے، اور وہ اسی کے لیے مخصوص ہوتا ہے، اور اُسے جُفتی کے سوا اور کچھ مقصود بھی نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ جُفتی کے بعد اپنی مادہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس حیثیت سے دیکھا جائے تو یہ توجیہ خود حدیثِ سابق کی مراد اور حدیث صحیح سے ثابت ہے اور بجائے خود بہت قوی و مناسب بھی ہے۔

فقہ کا ضابطہ ہے: "المعروفُ کالمشروط"[2] جو بات مشہور ہو وہ شرط کی مانند ہوتی ہے۔ اور جس شخص نے اپنے کو حلالہ کے لیے خاص کر رکھا ہے اس کے حال سے معروف و مشہور یہی ہے کہ جماع کے بعد وہ عورت کو چھوڑ دے گا کیوں کہ اس کا مقصود بس جماع ہے اور کچھ نہیں، اسے

---

(۱) فتح القدير، ج: ٤، ص: ١٦٢، كتاب الطلاق / فصلٌ فيما تحِلّ به المطلّقةُ، دار الكتب العلمية، بيروت.

(۲) شرح السير الكبير، ج: ٤، ص: ٢٣ .

اس موضوع پر کتاب و سنت کی روشنی میں تحقیق ہماری کتاب "فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول" میں ہے۔ ۱۲ منہ

سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے "تَیسِ مُستَعار" اور ملعون قرار دیا۔

یہاں چھوڑنے کی شرط نہیں ہے، ہاں اس کا حال اس شرط پر دلالت کرتا ہے پھر بھی وہ زبانِ نبوت پر ملعون ہوا، تو جہاں مُحَلِّل چھوڑنے کی شرط لگائے وہاں وہ بدرجہ اولی تَیسِ مُستعار اور ملعون ہوگا۔

اور جب "عاریت پر لیے ہوے سانڈ" سے تشبُّہ اختیار کرنے کا یہ حکم ہے تو "اجرت پہ لیے ہوئے سانڈ" سے تشبُّہ اختیار کرنے کا حکم بدرجہ اولیٰ یہی ہوگا، اس سے اُجرت طے کرکے حلالہ کرنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ تحلیل پر لعنت کی اصل علت "سانڈ سے تشبُّہ" ہے جس کا ذکر سُنَنِ ابن ماجہ کی حدیثِ حَسَن وصحیح میں ہے جس میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے "مُحلِّل" کو "تیس مُستعار" کہا ہے۔ پھر "لَعَنَ اللّٰہُ المُحَلِّلَ" فرماکر اسی "مُحلِّل" پر لعنت بھیجی ہے، جس سے روزِ روشن کی طرح آشکارا ہوجاتا ہے کہ یہاں مطلق مُحَلِّل پر لعنت نہیں وارد ہے جس کی بنا پر حلالہ کو مطلقاً حرام قرار دے دیا جائے، بلکہ یہاں لعنت "مُحلِّل مخصوص" پر وارد ہوئی ہے۔ اور "یہ وہ شخص ہے جس نے سانڈ کی طرح اپنے کو بس جُفتی کے لیے خاص کر رکھا ہو۔" ایسا مُحلِّل ملعون ہے تو اسے ہونا ہی چاہیے کہ انسان ہوکر بے عقل جانور بنتا ہے۔ یوں ہی اس کے سوا بھی جتنے مُحَلِّل "تیس مستعار" ہوسکتے ہیں وہ بھی اسی کی طرح ملعون قرار پائیں گے۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر ہم نے گزشتہ صفحات میں کیا ہے، یعنی:

(الف) جو حلالہ کی شرط پر نکاح کرے اور جماع کرکے چھوڑ دے۔

جب حلالہ کرنے والے کے حال سے جماع کے بعد چھوڑ دینا معروف وظاہر ہو جو شرط کی مانند ہے تو لعنت ہے تو جہاں چھوڑنے کی شرط صراحۃً مذکور ہو وہاں بدرجۂ اولیٰ لعنت ہوگی۔

(ب) جو شخص اجرت طے کرکے حلالہ کرے۔

غور فرمایئے جو خصلت اپنی قباحت کی وجہ سے بلا معاوضہ حرام ہے وہ بامعاوضہ بدرجہ اولیٰ حرام ہوگی کہ ایک تو کام قبیح، دوسرے بامعاوضہ۔

یہاں مُحلِّل در اصل "اجیرِ حلالہ" ہے، جب وہ مفت میں حلالہ کا عادی ہو تو ملعون ہے تو جہاں "بامعاوضہ حلالہ" ہوگا بدرجۂ اولیٰ ملعون ہوگا۔

(ج) جس نے اپنے کو جماعِ حلالہ کے لیے خاص کر رکھا ہو۔ اسی کے بارے میں حدیث کریم "لَعَنَ اللہُ المُحلِّل" وارد ہے اور سرکار نے اسی کو "تیس مستعار" کہا ہے۔

اس تشریح سے یہ امر اچھی طرح واضح ہو گیا کہ ہمارے فقہا نے حدیث حلالہ میں مذکور "محلِّل" کے تعین کے سلسلے میں جن تین اشخاص کا ذکر کیا ہے ان میں سے تیسرا تو حدیث کا اصل مصداق ہے اور باقی دو بطور دلالۃُ النص حدیث کے مصداق ہیں۔ انھوں نے دقتِ نظر سے کام لے کر حدیث کی مراد کو سمجھا ہے اور "محلِّل ملعون" سے مراد یہ تین اشخاص لیے ہیں۔

تدبرِ حدیث کا شاندار نمونہ:

اس مسئلے کو اب ایک دوسرے زاویے سے سمجھیے: مُحَلِّل (حلالہ کرنے والے) پر لعنت کے بارے میں دو حدیثیں وارد ہیں:

ایک جامع ترمذی کی حدیث: جس میں مُحلِّل کا کوئی وصف ذکر کیے بغیر اس پر لعنت کا ذکر ہے "لَعَنَ اللہُ المُحَلِّلَ" [اللہ کی لعنت مُحلِّل پر] یہاں مُحلِّل کا لفظ مطلق ہے جو اپنے اطلاق کی وجہ سے ہر طرح کے محلِّل کو عام ہے۔ لہٰذا اگر کوئی تقویٰ شعار اپنے کسی قرابت دار کی خیر خواہی میں خالص ارادۂ خیر سے اس کا اُجڑا گھر بسانے کے لیے نکاحِ حلالہ کرے گا تو بھی وہ ملعون ہو گا اگرچہ اس میں درج بالا تینوں قباحتوں میں سے کچھ بھی نہ ہو۔

یہ حاصل ہے وہابیہ کے زور استدلال کا۔

دوسری حدیث سنن ابن ماجہ کی ہے جس میں مُحَلِّل (حلالہ کرنے والے) کا وصف "تَیسِ مستعار" سے بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد "لعنَ اللہُ المُحَلِّلَ" فرما کر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ لعنت کا تعلق ایسے مُحَلِّل سے ہے جو شکلِ انسانی میں تَیس مستعار ہو، مطلق مُحلِّل پر یہ لعنت نہیں وارد ہوئی ہے، لہٰذا جو مُحلِّل اوصافِ اسلامی کا جامع، تقویٰ شعار، خیر خواہ ہو اور بغیر شرط و معاوضہ صرف اُجڑا گھر بسانے کے لیے نکاحِ حلالہ کرے وہ حکم لعنت میں شامل نہ ہو گا۔

وہابیہ اہل حدیث نے پہلی حدیث کو اپنے مذہب کی دلیل بنا لیا اور دوسری حدیث کو چھوڑ دیا، اس کے بر خلاف اہل سنت و جماعت نے دونوں حدیثوں کے پیش نظر ایک متوازن موقف اختیار کیا کہ جو محلِّل تیسِ مُستعار کے اوصاف کا حامل ہو وہ ملعون ہے اور جو ان سے کنارہ کش رہ کر اخلاقِ اسلامی

سے متصف ہو وہ ممدوح وماجور ہے۔

محدثین نے محل ومقام کے لحاظ سے حدیثوں کو ٹکڑوں میں روایت کیا ہے:

اہل سنت وجماعت کا ماننا یہ ہے کہ راویانِ حدیث اور محدثین نے حدیثوں کو ہر محل ومقام کے لحاظ سے حسب حاجت الگ الگ اقتباسات اور ٹکڑوں میں روایت کیا ہے، کہیں کوئی اقتباس چھوٹا اور کہیں بڑا ہوتا ہے اور جب سب کو اکٹھا کیجیے تو پوری حدیث سامنے آتی ہے۔ اہل سنت کے ایک ترجمان امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

"احادیث مرویہ بالمعنیٰ صحیحین، وغیرہما صحاح وسنن، مسانید ومعاجیم وجوامع واَجزا، وغیرہا میں دیکھیے صدہا مثالیں اس کی پایئے گا کہ ایک ہی حدیث کو رُواۃ بالمعنیٰ کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں۔ کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا، کوئی کسی طرح، کوئی کسی طرح۔ جمعِ طُرق سے پوری بات کا پتہ چلتا ہے، ولہذا امام الشان ابوحاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں:

"ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اُس کی حقیقت نہ پہچانتے۔" (۱)

اسی سلسلۂ بیان میں مزید لکھتے ہیں:

"ہر محل وموقعِ کلام میں وہاں کی قدر حاجت پر اقتصار (ہوتا) ہے۔۔۔۔ روایات بالمعنیٰ کے یہی انداز آتے ہیں، خصوصًا امام بخاری تو بذاتِ خود اپنی جامع صحیح میں اس کے عادی ہیں، حدیث کو ابوابِ مختلفہ میں بقدر حاجت پارہ پارہ کر کے لاتے ہیں، اس سے ایک پارہ، دوسرے کو رد نہیں کرتا، بلکہ وہ مجموع حدیث کامل ٹھہرتی ہے۔" (۲)

اس تجزیہ کی روشنی میں ہمارے نزدیک حدیثِ ترمذی پوری حدیثِ نبوی کا ایک ٹکڑا ہے اور حدیثِ ابن ماجہ پوری حدیث، لہذا دونوں کے پیش نظر جو موقف اختیار کیا جائے گا وہ مناسب ہوگا اور وہی در اصل عمل بالحدیث بھی ہوگا، ہم اہل سنت نے یہی کیا ہے اور اس طور پر دوسرے دلائلِ

---

(۱) الفتاوی الرضویة، ج:۲،ص:۴۰۲، کتاب الصلاۃ/ باب الأوقات، رسالہ: حاجزُ البحرین، مکتبہ نعیمیہ، سنبھل.

(۲) الفتاوی الرضویة، ج:۲،ص:۴۰۴، کتاب الصلاۃ/ باب الأوقات، رسالہ: حاجزُ البحرین، مکتبہ نعیمیہ، سنبھل.

کتاب وسنت سے بھی موافقت رہتی ہے۔ جب کہ وہابیہ اہل حدیث نے حدیث کے ایک ٹکڑے پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھ دی جس کے باعث حدیثِ کامل کا ترک لازم آیا، ساتھ ہی دلائل کتاب وسنت سے تعارض بھی۔

حلالہ کی نزاعی صورت کو سفاح وبدکاری قرار دینا بے جا ہے: اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر: "كُنّا نَعُدُّ هٰذا سفاحاً علىٰ عهد رسول الله -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ- "[1] کے الفاظ کا مقتضا یہ ہے کہ وہ نکاح باطل یا کم از کم فاسد کے متعلق ہے کیوں کہ "سفاح" وہی ہو سکتا ہے اور اس فعل کا مرتکب "تیس مستعار" [عاریت پر لیا ہوا سانڈ] نہیں ہے کہ سانڈ کا فعل "سفاح" نہیں ہے اس لیے کلماتِ حدیث " أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ " کے پیش نظر حدیثِ حلالہ کی جو توجیہ کی گئی ہے اس پر اس "اثر" سے کوئی نقض نہیں وارد ہوتا۔

واضح ہو کہ حدیثِ حلالہ میں "لعنت" سے اس کا حقیقی معنی نہیں مقصود ہے کہ وہ شخص اللہ کی رحمت سے دور ہے، بلکہ اس سے مراد "درجاتِ ابرار" سے دوری ہے چناں چہ رد المحتار حاشیہ در مختار میں ہے:

في لِعان القهستاني قال: اللعنُ في الأصل الطرد ، وشرعا . . . في حق المؤمنين: الإسقاط عن درجة الأبرار اھ

وفي لِعان البحر: وعن هذا قيل: إن المراد باللعن في مثل ذلك الطرد عن منازل الأبرار، لا عن رحمة العزيز الغفار . اھ[2]

یہاں سے معلوم ہوا کہ:

---

(۱) ● المستدرك علي الصحيحين، ج:۲،ص: ۱۹۹، كتاب الطلاق/ باب لعن الله المحل والمحل له. قال الحاكم النيسابوري: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه. وقال الذهبي في تلخيص المستدرك على شرط الشيخين.

● السنن الكبرى للبيهقي، ج:۷، ص: ۲۰۸، كتاب النكاح/ باب ما جاء في نكاح المحل، مجلس دائرة المعارف، حيدرآباد.

(۲) رد المحتار على الدُّر المختار، ج: ٥، ص: ٤٩، كتاب الطلاق/ مطلبٌ فى حكم لعنِ العُصاة، دارُ عالم الكتب لِلطّباعة والنشر.

● کوئی شخص تین طلاق والی عورت سے حلالہ کی شرط پر نکاح کرے۔

● یا اجرت طے کر کے حلالہ کرے۔

● یا سانڈ جیسے جانور سے مشابہت اختیار کرے کہ اپنے کو حلالہ کرنے کے لیے خاص کر لے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے وہ ابرار کے درجات سے دور کر دیا جائے گا۔

● اور اگر کوئی شخص ایک وقتِ خاص تک کے لیے نکاح کرے مثلاً کہے: "آج رات بھر کے لیے یا ایک دن کے لیے نکاح کرتا ہوں" تو یہ نکاح موقت ہے جو باطل ہے، یہی وہ نکاح ہے جسے سفاح کہا جاتا ہے۔

● اور اگر کوئی شخص تین طلاق والی عورت سے عقد صحیح کرے اور دونوں کا ارادہ ہمیشہ ایک ساتھ رہنے کا ہو، پھر کسی وجہ سے شوہر طلاق دے دے تو یہ حلالہ بلا شبہہ جائز ہے، اس میں کسی کو کلام نہیں ہونا چاہیے۔

● ہاں! اگر کوئی شخص تین طلاق والی عورت سے نکاح کرے اور وہ عقدِ نکاح میں حلالہ یا اجرت کی شرط نہ لگائے، نہ وہ حلالہ کا خواہاں رہتا ہو، ہاں! دل میں یہ ارادہ ہو کہ بعدِ جماع اسے چھوڑ دے گا تاکہ اس کا اجڑا ہوا گھر دوبارہ آباد ہو جائے اور یہ دونوں اور ان کے اہل و عیال سکون کے ساتھ زندگی گزاریں تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ حسنِ نیت پر وہ مستحق اجر ہو گا۔

چناں چہ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

(أما إذا أضمرا ذلك لا) يكره (وكان) الرجلُ (مأجورًا) لقصدِ الإصلاح. اھ[1]

ترجمہ: ہاں اگر دونوں دل میں حلالہ کا قصد رکھیں تو یہ مکروہ نہیں، بلکہ قصد اصلاح کی وجہ سے شوہر ثانی اجر کا حقدار ہو گا۔

شرط باطل حرام ہے مگر اس سے نکاح باطل یا فاسد نہیں ہوتا:

ہم اسے قطعاً جائز نہیں مانتے کہ کوئی شخص اجرت طے کر کے کسی عورت کے ساتھ نکاحِ

---

(۱) تنویر الأبصار مع الدر المختار المطبوعان مع رد المحتار، ج: ۵، ص: ۴۸، کتاب الطلاق/ باب الرجعة، دار الکتب العلمیة، بیروت

حلالہ کرے۔ یوں ہی اسے بھی جائز نہیں کہتے کہ کوئی شخص حلالہ کی شرط پر نکاح کرے کہ یہ شرائط کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ کے خلاف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس طرح کے شرائط پر حدیثِ نبوی میں لعنت فرمائی گئی ہے۔

مگر اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت واقعہ ہے کہ اس طرح کی شرائط سے نکاح کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیوں کہ حضور سید عالم ﷺ نے ایسے شرائط کو باطل قرار دیا ہے۔

عن عائشة قالت: ... قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ.(۱)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ میں کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کی، پھر ارشاد فرمایا: لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں، جو شرط بھی کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں۔

نکاح میں حلالہ کی شرط کتاب اللہ کے خلاف ہے اس لیے وہ سرکار کی حدیثِ صحیح کے مطابق باطل ہے اور جو شرط خود ہی باطل ہو اس کا نکاح کی صحت پر کیا اثر۔ لہٰذا شرطِ باطل کی وجہ سے نکاح کو باطل یا فاسد کہنا ارشادِ رسالت پر زیادتی ہے۔

اور نکاح کے وقت دل میں حلالہ کا ارادہ مضمر ہو تو اس کو ناجائز اور باعثِ لعنت قرار دینا زیادتی ہے، آخر کوئی عورت کتاب و سنت کے نصوص کے مطابق حلال ہونا چاہے اور دوسرے شوہر سے نکاح کرے تو ارادۂ حلالہ کے اِضمار سے کیوں کر بچے گی، وہ نکاح تو اسی لیے کر رہی ہے کہ حلال ہو جائے، کیا اللہ عزوجل اپنی کتابِ ہدایت میں اسے ایسی بات کی رہنمائی کر رہا ہے جس پر خود اس کی لعنت ہو۔

پھر ایک مسلمان ہمدردی و اصلاح کے جذبے سے حلالہ کرنا چاہتا ہے، اس کا قصدِ خیر یہ ہے کہ اُجڑا ہوا گھر پھر آباد ہو جائے اور زوجین و اہل و عیال راحت و مسرت کی زندگی گزاریں کیا یہ نیت و ارادہ بھی باعثِ لعنت ہے۔

(۱) صحیح البخاري، ج: ۱، ص: ۳۷۷، کتاب الشروط/ باب الشروط في الولاء، مجلس البرکات

حلالہ اصلاح کے ارادے سے ہو تو اجر و بشارت کا ذریعہ ہے:

ہم یہاں چند احادیث پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ اصلاح کے ارادے سے حلالہ اجر و ثواب اور بشارت کا ذریعہ ہے۔

(۱) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلّم: «إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى.»[1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال محض نیت کے ساتھ ہیں اور آدمی کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

اور مراد یہ ہے کہ اعمال کا ثواب محض نیت کے ساتھ ملے گا اور آدمی کے لیے وہی چیز یا وہی اجر ہے جس کی اس نے نیت کی۔ اس امر پر اجماع ہے کہ ثواب بغیر نیت کے حاصل نہیں ہوگا، تو حدیث پاک میں ثواب مراد ہونا اجماعی امر ہے۔

تو جس نے قصدِ خیر سے نکاح حلالہ کیا وہ اپنی نیت کے مطابق اجر و ثواب کا حق دار ہوگا۔

(۲) قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ وَسَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ لَدَغَتْ رَجُلاً مِنَّا عَقْرَبٌ وَنَحْنُ جُلُوسٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ -صلی اللہ علیہ وسلم-. فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرْقِي قَالَ «مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ».[2]

ترجمہ: ابو زبیر کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ ہم میں سے ایک شخص کو بچھو نے ڈنک مار دیا اور ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، تو ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں بچھو کا زہر جھاڑ دوں، تو حضور نے فرمایا:

"تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو راحت پہنچا سکے، پہنچائے۔"

جھاڑ پھونک کی بھی کچھ صورتیں ناجائز اور کچھ جائز ہیں لیکن ایک مسلمان کی تکلیف دور کرنے

---

(۱) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۲، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله -صلّى الله تعالى عليه وسلّم- مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) الصحيح لمسلم، ج: ۲، ص: ۲۲۳، كتاب السّلام/ باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة، مجلس البركات، مبارك فور.

اور اسے راحت پہنچانے کے لیے سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کی کھلی اجازت دی۔

سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ اجازت عمومی الفاظ سے دی ہے اس لیے یہ اجازت ہر دردمند مسلم کی راحت رسانی کے لیے ہے جس کے عموم میں حلالہ کی یہ صورت بھی شامل ہے۔

(۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ -رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ-، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-:إِنَّ أَحَبَّ الأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ بَعْدَ الْفَرَائِضِ إِدْخَالُ السُّرُورِ عَلَى الْمُسْلِمِ.[۱]

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک فرائض کے بعد سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ عمل مسلمان کو مسرور کرنا ہے۔

اور اس میں شک نہیں کہ ایک عورت جدائی کے بعد جب اپنے پہلے شوہر کے پاس واپس جاتی ہے تو اس سے اس کو اور اس کے پورے کنبے کو قلبی مسرت حاصل ہوتی ہے۔

(٤) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا - عَنِ النَّبِيِّ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- فِيمَا يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ : قَالَ إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ.

فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ.[۲]

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ عزوجل کا ارشاد روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالی نے نیکیوں اور برائیوں کی مقداریں لکھ دی ہیں۔

تو جس نے ایک حسنہ کا ارادہ کیا، مگر اُسے کیا نہیں، تو اللہ تعالی اپنے یہاں ایک کامل حسنہ لکھ دیتا ہے۔ اور اگر اس نے حسنہ کا ارادہ بھی کیا اور اسے کیا بھی، تو اللہ تعالی اپنے یہاں دس حسنہ سے سات سو گنا تک، بلکہ اس سے بھی زیادہ بہت گنا تک لکھ دیتا ہے۔

جس قدر نیکی میں اخلاص زیادہ، اسی قدر اس کا ثواب بھی زیادہ سے زیادہ، یا اس نیکی کی جس

---

(۱) المعجم الأوسط للطبراني، ج:۸، ص: ٤٥، من اسمه محمود، رقم الحديث: ۷۹۱۱.

(۲) ☆ صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۹٦۰، ۹٦۱، كتاب الرقاق/ باب مَن هَمَّ بحسنة أو سيئة، مجلس البركات، مبارك فور.

☆ الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۷۸، كتاب الإيمان/ باب بيان تجاوُزِ الله حديثَ النفس .... و بيان حكم الهمِّ بالحسنة، مجلس البركات

قدر ضرورت زیادہ اسی کے لحاظ سے اس کا اجر بھی زیادہ سے زیادہ لکھا جاتا ہے۔

اُجڑا گھر بسانا نیکی بھی ہے اور اس کی ضرورت بھی زیادہ ہے اس لیے اس نیتِ خیر پر اللہ کی رحمت برسنی چاہیے، نہ کہ اس پر لعنت اترنی چاہیے۔

نیتوں کا اعمال پر بڑا گہرا اثر پڑتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا: اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں۔ اور ایک جگہ فرمایا گیا:

(۵)" عن سَھلِ بن سعد السّاعدي، قال: قال رسولُ اللہ -صلی اللہ تعالی علیہ وسلم- نیۃ المؤمن خیر من عملہٖ"۔[1]

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اس لیے جب کوئی شخص مذموم خصلت اور مذموم شرائط سے بالاتر ہو کر اس نیت سے کسی عورت سے نکاح کرے کہ وہ حلالہ کے بعد اپنے پہلے شوہر کے پاس واپس ہو کر اپنا اجڑا گھر بسا سکے، اپنے بچوں کے لیے تسکین اور راحت کا سبب بن سکے، طلاق دینے والے شوہر کو اپنی غلطی کا احساس ہونے کے بعد اپنی اصلاح کا موقع مل سکے اور دنیا کو یہ پیغام ملے کہ شوہر کی سخت نادانی کے بعد بھی شریعت نے ان کی اصلاح اور فلاح کا دروازہ ایک حد تک کھلا رکھا ہے تو وہی حلالہ جو مختلف حیثیتوں سے قبیح ٹھہرایا گیا ہے وہ ان حیثیتوں سے حَسَن وباعث اجر قرار پائے گا۔

عقل سلیم کا تقاضا: احادیث نبویہ کے ساتھ ساتھ عقل سلیم بھی باور کرتی ہے کہ یہ نیتیں قابل ستائش ہیں، خیر ہیں، حَسَن ہیں اس لیے نکاحِ حلالہ کی یہ صورت جائز و درست ہے۔

---

(۱) ☆ المعجم الکبیر للإمام الطبرانی، ج: ٦، ص: ١٨٥، ١٨٦ـــــ یحیی بن قیس الکندي عن أبي حازم.

☆ شعب الإیمان للبیھقی، ج: ٥، ص: ٣٤٣، بابٌ فی إخلاص العمل للہ وترك الریاء.

یہ حدیث موصوف بصحت نہیں، اس کا افادہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشعۃ اللمعات، جلد اول میں کتاب الایمان سے پہلے فرمایا۔ ہم نے یہاں اسے احادیث صحیحہ کے ساتھ پیش کیا کہ ایک کو دوسرے سے قوت حاصل ہو گی۔ ۱۲ منہ

خاتمہ

ہمارے عقائد ہوں یا مسائل، سب کی بنیاد کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ پر ہے یہی وجہ ہے کہ اہل حق -اہل سنت و جماعت- نے ہمیشہ اپنے عقائد و مسائل کتاب و سنت سے لیے ہیں اور انھی سے تمسک کیا ہے اور ہم نے انھی کے ایک ادنیٰ ترجمان کی حیثیت سے چند عقائد و مسائل کا انتخاب کتاب و سنت کی روشنی میں پیش کر کے ان کی حقانیت واضح کی ہے، اب ابوابِ کتاب کا ایک بار جائزہ لیں۔

پہلا باب: عقائد کے بیان میں ہے جن سے اہل حق اور اہل باطل کے درمیان بنیادی طور پر فرق ہوتا ہے۔ ان عقائد کے ثبوت میں قرآن مقدس کی آیات اور احادیثِ نبویہ پیش کی گئی ہیں جن سے چمکتے ہوئے سورج کی طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ عقائد حق ہیں اور ان سے انحراف، حق سے انحراف ہے۔

دوسرا باب: فروعی عقائد کے بیان میں ہے جن سے اہل حق اور اہلِ باطل کی شناخت ہوتی ہے، یہ عقائد بھی کتاب و سنت کے دلائل سے لبریز ہیں جن کی روشنی میں حق اور باطل کے درمیان امتیاز ہوتا ہے۔

تیسرا باب: فروعی مسائل کے بیان میں ہے، ہم نے کتاب و سنت سے ان کے دلائل بھی پیش کیے ہیں تاکہ اربابِ انصاف و دیانت پر یہ امر بخوبی واضح ہو جائے کہ:

(الف) اہل حق کے فروعی مسائل کی بنیاد بھی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر ہے۔

(ب) اور یہ کہ ہم مقلدین اپنے ائمہ کی تقلید، دلائل کی روشنی میں کرتے ہیں، اندھی تقلید نہیں کرتے۔

امام اعظم سے مذہب منقول ہے، دلائل کی تخریج مقلدین نے کی ہے:

ہمارے امام سراج الامہ، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مسائل منقول ہیں، دلائل نہیں، دلائل کی تخریج بعد کے ادوار میں ان کے مقلد علما و فقہا نے کی ہے، متونِ مذہب میں ہزاروں مسائل،

بغیر دلائل ذکر کیے بیان کیے گئے ہیں مگر ہم ان کو اس ظن غالب کی بنا پر اختیار کرتے اور حق و صواب سمجھتے ہیں کہ فقیہ مجتہد کی نگاہ میں ان کے دلائل کتاب و سنت کے نصوص میں یقینی طور پر موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب مقلد علما ان کے دلائل کی تفتیش و تحقیق کرتے ہیں تو گوہر مقصود تک ان کی رسائی ہوتی ہے جیسا کہ شرح معانی الآثار، مبسوط سرخسی، فتح القدیر، بنایہ، عمدۃ القاری، فتح المنان، ارکان اربعہ، حاجز البحرین اور انتصار الحق، وغیرہ کتب مذہب سے ظاہر ہے اور اس کے کچھ نمونے پیش نظر کتاب کے تیسرے باب میں بھی ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کی دلیل صحیح بخاری وغیرہ سے اپنی دانست میں راقم الحروف جیسے بے مایہ نے تخریج کی ہے حالاں کہ اس کی حیثیت بس مقلد کی ہے اور اصحاب تمیز و ترجیح و تخریج کا مقام تو بہت ہی بلند و بالا ہے۔ اس لیے ائمہ اربعہ کی تقلید کو شرک کہنا بڑی زیادتی ہے۔

حدیثِ رسول کا احترام:

ہم نے عقائد، فروعی عقائد اور مسائل سب کی بنیاد "احادیثِ صحیحین" (صحیح بخاری و صحیح مسلم) پر رکھی ہے، ساتھ ہی بقیہ صحاحِ ستہ اور دیگر کتبِ صحاح کی حدیثوں کو بھی ثبوت میں پیش کیا ہے، حِسان سے بھی استناد کیا ہے کہ ہم انھیں بھی حجت مانتے ہیں۔

اور تائید و تشریح کے طور پر ضعاف کو بھی قبول کیا ہے تاکہ قارئین پر یہ حقیقت روشن رہے کہ ہم اہل حق حضور سید عالم ﷺ کی تمام حدیثوں کو سر اور آنکھوں پر رکھتے ہیں، صحاح کو بھی، حسان کو بھی، ضعاف کو بھی۔ اور سب پر ان کے مرتبے اور قوت کے لحاظ سے عمل کرتے ہیں۔

عقائد اہل سنت کے خلاف پیش کیے جانے والے نصوص کی وضاحت:

عقائد اہل سنت کے خلاف کتاب و سنت کے جو نصوص پیش کیے جاتے ہیں ہم نے انھیں بھی نقل کیا ہے، ساتھ ہی یہ واضح کیا ہے کہ ان کے درمیان گہری موافقت و مطابقت ہے تاکہ یہ حقیقت عیاں ہو سکے کہ کتاب و سنت کے نصوص میں باہم کوئی منافات و تعارض نہیں ہے اور ہم اہل حق ایسے تمام نصوص پر ان کے الگ الگ معانیِ مراد کے لحاظ سے عمل کرتے ہیں، ایسا نہیں کہ اہل باطل کی طرح بعض پر عمل کریں اور بعض کو چھوڑ دیں۔

تینوں ابواب کے مطالعہ سے یہ حقائق سامنے آئے:

الغرض ان ابواب کے مطالعہ سے یہ حقائق نمایاں ہوکر سامنے آتے ہیں:

(الف) ہمارا عمل "احادیثِ صحیحین" پر سلفاً، خلفاً ہمیشہ سے ہے، عقائد میں بھی، فروعی عقائد میں بھی، اور فقہی فروعی مسائل میں بھی۔

(ب) ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ عقائد و فروعی عقائد میں جو احادیثِ شریفہ سے الگ روش اپنائے وہ اسلام کے صراطِ مستقیم سے منحرف ہے اور اس بارے میں وہ اپنی الگ شناخت رکھتا ہے۔ یہی حال اس گروہ کا بھی ہے جو فروعی مسائل میں ہمارے تمسک بالکتاب والسُّنہ سے آگاہ ہوتے ہوئے "تقلید عرفی" کو شرک اور ہم مقلدین کو مشرک کہتا ہے۔

(ج) ہمارا عمل صحیحین کے سوا دیگر کتبِ صحاح کی احادیثِ صحیحہ وحسنہ پر بھی ہے کہ ہم ان احادیث کو بھی شریعت کی حجت و دلیل مانتے ہیں، مقامِ احتیاط میں اور تائید و تشریح کے لیے احترامِ حدیثِ رسول کے جذبے کے تحت ہم ایسی ضعیف حدیثوں کو بھی قبول کرتے ہیں جن کے طُرق کا مجموعہ درجۂ حسن تک پہنچ جاتا ہے۔

(د) اجماعِ امت اور قیاس کو بھی ہم حجت شرعی تسلیم کرتے ہیں کیوں کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے ان کا ثبوت فراہم ہوتا ہے اور یہ در اصل احکام شرع کے کاشف و مظہر ہوتے ہیں، یہی مذہبِ سوادِ اعظم ہے جس کی پیروی کا حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہے۔

(ہ) "سنتِ خلفاے راشدین" بھی ہمارے لیے حجت ہے کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں ان کی سنت کی پیروی کا حکم دیا ہے۔

اور حقیقت بیں نگاہوں سے دیکھا جائے تو سنتِ خلفاے راشدین کی پیروی سنتِ رسول اللہ کی پیروی ہے اور سنتِ رسول اللہ کی پیروی حکم الٰہی کی پیروی ہے۔

مسلکِ حق روزِ روشن کی طرح روشن ہوچکا:

"مسلکِ حق" قرآنِ حکیم کی آیتوں اور رسول اللہ کی حدیثوں سے روزِ روشن کی طرح روشن ہوچکا، جسے ہر صاحبِ انصاف و دیانت کھلی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے اس لیے اہل حق پورے اطمینانِ

قلب اور یقین کے ساتھ مسلکِ اہل سنت و جماعت پر قائم رہیں اور کسی کے اس بہکاوے میں نہ آئیں کہ "تمہارا عقیدہ احادیث صحیحین کے خلاف ہے۔"

میرے اسلامی بھائیو! آپ کے عقائد اور احادیث صحیحین، بلکہ دیگر کتب کی احادیث صحاح بھی آپ کے پیش نظر ہیں آپ خود اپنے عقائد اور احادیث شریفہ کو سمجھ کر پڑھیے اور فیصلہ کیجیے کہ کیا آپ کے عقائد ایک بال برابر بھی احادیث شریفہ سے خلاف ہیں؟، اللہ عزوجل آپ کو توفیق صواب اور ثابت قدمی نصیب فرمائے۔ اور فرقۂ وہابیہ کے کارکنوں سے بھی گزارش ہے کہ وہ ان احادیثِ شریفہ کے مطابق اپنی اصلاح کر کے حامی سنت بنیں۔

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

"وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى"[1]

ترجمہ: کسی قوم سے عداوت تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ انصاف کی بات نہ کہو، انصاف کی بات بولو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

حق یہ ہے کہ ان احادیث پر عمل رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری ہے اور ان سے روگردانی رسول اللہ کی نافرمانی۔ اور رسول اللہ کی نافرمانی در اصل اللہ عزوجل کی نافرمانی ہے اس لیے اللہ عزوجل سے ڈریں اور اطاعتِ الٰہی کی روش اپنائیں۔

واضح ہو کہ عقائد کے باب میں احادیث شریفہ سے روگردانی واقع میں دین میں فساد اور بگاڑ ہے جس سے سب کو بچنا چاہیے، ہمارا منصب ارشاد رسول "فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ"[2] کے مطابق زبان و قلم سے سمجھانا اور اصلاح کی کوشش کرنا ہے، خدا کرے یہ کوشش مقبول ہو۔

آگے آپ کو اختیار ہے کہ "مسلک حق" اپنائیں یا اپنی روش پر قائم رہیں، ہمارا مقصود تو اصلاح ہے "اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ"[3]

ہم یہاں آپ کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے چند آیات اور احادیث پیش کرتے ہیں:

---

(١) القرآن الحكيم، سورة المائدة:٥، الآية: ٨.

(٢) الصحيح لمسلم، ج:١، ص: ٥١، كتاب الإيمان / بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان، مجلس البركات، مبارك فور.

(٣) القرآن الحكيم، سورة هود:١١، الآية: ٨٨.

ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے چند آیات اور احادیث نبوی:

آیات:

(۱) اللہ عزّوجل ارشاد فرماتا ہے:

”وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ“(۱)

ترجمہ: اور بے شک یہ ہے میرا سیدھا راستہ، تو اس پر چلو۔

(۲) ارشاد باری ہے:

”وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا“ (۲)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر، اور آپس میں پھٹ نہ جانا (فرقوں میں نہ بٹ جانا)

(۳) فرمان خداوندی ہے:

”اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا ۝۱۹“(۳)

ترجمہ: بے شک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

حکام دنیا کی نافرمانی کرنے سے انسان ڈرتا ہے حالاں کہ ان کی گرفت اور تعزیر ہلکی ہے تو خدائے ذوالجلال کی نافرمانی سے ضرور ڈرنا چاہیے جس کی گرفت اور عذاب بہت ہی سخت ہے۔

احادیثِ نبوی:

① أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ- أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي.(٤)

---

(١) القرآن الحكيم، سورة الانعام:٦، الآية: ١٥٣.

(٢) القرآن الحكيم، سورة آل عمران:٣، الآية: ١٠٣.

(٣) القرآن الحكيم، سورة المزمل:٧٣، الآية: ١٩.

(٤) ● صحيح البخاری، ج:٢، ص:١٠٥٧، كتاب الأحكام/ باب قول الله وأطيعوا الرسول.
● صحيح البخاری، ج:١، ص: ١٥ ٤، مجلس البركات، مبارك فور.
● الصحيح لمسلم، ج:٢، ص١٢٤، كتاب الإمارة/ باب وجوب طاعة الأمر في غير معصية.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

(۲) عن أبي ذر - رضي الله عنه - قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: من أطاعني فقد أطاع الله و من عصاني فقد عصى الله و من أطاع عليًا فقد أطاعني و من عصى عليًا فقد عصاني.

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرّجاه، وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.[1]

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے علی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ اور امام ذہبی نے اپنی تلخیص میں فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳) حدّثنا سالم بن عبد الله بن عمر أنّ عبدَ الله بن عمر حدّثه أنّه كان ذات يوم عند رسول الله -صلى الله عليه و سلم- مع نفر من أصحابه فأقبل عليهم رسولُ الله -صلى الله عليه و سلم- فقال:

يا هؤلاء! ألستم تعلمون أني رسولُ الله إليكم، قالوا: بلىٰ، نشهد أنّك رسول الله، قال: ألستم تعلمون أن الله أنزل في كتابه ''مَن أطاعني فقد أطاع الله''، قالوا: بلى، نشهد أنّه مَن أطاعك فقد أطاع الله وإن مِن طاعة الله طاعتك. قال:

فإن من طاعة الله أن تطيعوني، وإن من طاعتي أن تطيعوا أئمّتكم. أطيعوا أئمتكم، فإن صلّوا قعودا فصلوا قعودا.[2]

---

(۱) المستدرك على الصحيحين، ج:٤، ص: ٨٨، كتاب معرفة الصحابة، باب من أطاع عليًا فقد أطاعني، رقم الحديث: ٤٦٧٥، دار المعرفة، بيروت.

(۲) مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص: ٤٤٢، مسند المكثرين/ مسند عمر، رقم الحديث: ٥٦٧٩.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں چند صحابۂ کرام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا، حضور ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ "اے لوگو! کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں یہ حکم نازل فرمایا ہے کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ ہم گواہی دیتے ہیں کہ جس نے آپ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت سے ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور اللہ کی اطاعت سے ہے کہ تم میری اطاعت کرو۔ اور میری اطاعت سے ہے کہ تم اپنے ائمہ کی اطاعت کرو ● اپنے ائمہ کی اطاعت کرو۔ اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھیں تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔

اس حدیث کا آخری فرمان کہ "ائمہ بیٹھ کر نماز پڑھیں تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔" صحیح بخاری شریف جلد اول اور صحیح مسلم شریف جلد اول کی ایک حدیث سے منسوخ ہے[1]، باقی احکام برقرار اور واجب العمل ہیں۔

④ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ ، حَدَّثَنَا - أَوْ - سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: جَاءَتْ مَلاَئِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ.

فَقَالُوا . . . وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا -صلى الله عليه وسلم- فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ ، وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا -صلى الله عليه وسلم- فَقَدْ عَصَى اللهَ

---

(۱) قال أبو عبد الله (البخاري) قال الحميدي (عبدُ الله بن الزبير شيخ الإمامِ البخاري): قوله: "وإذا صلّى جالساً فصلّوا جلوساً" هو في مَرضِهِ القديم. ثمّ صلّى بعد ذلك النبيُّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- جالساً والناس خلفَهُ قيامٌ، لم يأمرهم بالقعود، وإنما يؤخذ بالآخِرِ فالآخِرِ مِن فعل النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم-. (صحيح البخاري، ج:١، ص:٩٦، كتاب الأذان/ باب إنما جعل الإمام ليؤتمّ به، مجلس البركات.

وَمُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم فَرْقٌ.[۱] بَيْنَ النَّاسِ.[۲]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ فرشتے آئے اس وقت آپ سو رہے تھے تو بعض نے کہا کہ حضور سو رہے ہیں اور بعض نے کہا کہ آنکھیں سو رہی ہیں اور دل بیدار ہے۔۔۔

پھر انھوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اللہ کی طرف سے) داعی ہیں تو جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرماں برداری کرے وہ اللہ کا فرماں بردار ہے اور جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے وہ اللہ کا نافرمان ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیک و بد لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔

⑤ عن العرباض بن سارية قال: وَعَظَنَا رسول الله -صلى الله عليه و سلم- يومًا بعد صلاة الغداة موعظةً بليغةً ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال رجل: إن هذه موعظة مُودِّع، فماذا تعهد إلينا يا رسول الله ؟ قال:

أوصيكم بتقوى الله والسّمع والطاعة وإن عبدٌ حبشي، فإنه مَن يعش منكم يرى اختلافا كثيرا. وإياكم ومحدثاتِ الأمور فإنها ضلالة، فمن أدرك ذلك منكم فعليكم بسنّتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، عضّوا عليها بالنواجذ.[۳]

قال أبو عيسىٰ: هذا حديث صحيح.

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں ہے:
روي مشددا على صيغة الفعل ومخففا على المصدر كذا قاله الطيبي، وقال السيد جمال الدين: مصدر وصف به للمبالغة، أي: فارق بين المؤمن والكافر والصالح والفاسق، وقال ميرك شاه: كذا وقع عند أكثر رواة البخاري بسكون الراء والتنوين. [ج:۱، ص: ۳٤۱، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، دار الكتب العلمية، بيروت]

(۲) صحيح البخاري، ج:۲، ص: ۱۰۸۱، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة/ باب الاقتداء بسُنن رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-، مجلس البركات، مبارك فور.

(۳) ● جامع الترمذي، ج:۲، ص: ۹۲، أبواب العلم عن رسول الله ﷺ / باب الأخذ بالسنة واجتناب البدع، مجلس البركات، مبارك فور.
● مسند الإمام أحمد بن حنبل/مسند الشاميين /حديث العرباض بن سارية، ج:۲۸، ص: ۳۷۳، رقم الحديث: ۱۷۱٤۰، مؤسسة الرسالة، بيروت.
● السنن الكبرىٰ للبيهقي، ج: ۱۰، ص: ۱۱٤.
● المستدرك على الصحيحين، ج: ۱، ص: ۹۵، ۹٦، ۹۷.

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کی نماز کے بعد ہمیں نہایت بلیغ وعظ فرمایا جس کے باعث آنکھیں چھلک پڑیں اور دل لرز اٹھے۔ ایک شخص نے کہا یہ تو رخصت ہونے والے کا رقت خیز وعظ ہے۔ یارسول اللہ! آپ ہمیں کس بات کا حکم دیتے ہیں، فرمایا:

میں تمھیں اللہ سے ڈرنے، اپنے امیر کی بات سننے اور اطاعت کرنے کا حکم دیتا ہوں اگرچہ وہ حبشی غلام ہو۔ بے شک تم میں جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، نئی باتوں سے بچتے رہنا کیوں کہ یہ گمراہی ہے، تم میں سے جو شخص یہ زمانہ پائے وہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے خُلفا کی سنت اختیار کرے، تم لوگ سنت کو مضبوطی سے تھام لو۔

⑥ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: ''الْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي لَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ''. لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَطَاءٍ إِلا عَبْدُ الْعَزِيزِ بن أَبِي رَوَّادٍ، وَتَفَرَّدَ بِهِ ابْنُهُ عَبْدُ الْمُجِيدِ.[1]

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے بگاڑ کے وقت جو میری سنت پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اس کے لیے ایک شہید کا اجر ہے۔

⑦ عن ابن عباس عن النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- ''من تمسّك بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد.''[2]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے فساد امت کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما اس کے لیے سو شہیدوں کا اجر ہے۔

کلام اللہ کی یہ آیتیں اور رسول اللہ کی یہ حدیثیں ہم سب کی رہنمائی کے لیے کافی ہیں۔ بلاشبہ

---

(۱) ● المعجم الأوسط للطبراني، ج:۵، ص:۱۱۹، مَن اسمه محمد، رقم الحديث: ۵۴۱۴. دارُ الكتب العلمية، بيروت.
● حلية الأولياء، ج:۸، ص: ۲۰۰، عبد العزيز بن أبي رواد، دار الفكر، بيروت.
● مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج:۱، ص: ۴۱۸، كتاب العلم/ باب في اتباع الكتاب والسنة، رقم الحديث: ۸۰۰، دار الفكر، بيروت.

(۲) ● الترغيب والترهيب، ج:۱، ص: ۲۴، الترغيب في اتباع السنة، رقم الحديث: ۶۲، دار التقوى.
● ميزان الاعتدال، ج:۱، ص: ۵۱۲، حرف الحاء، من اسمه الحسن، دار الفكر، بيروت.

رسول اللہ ﷺ کی فرماں برداری اللہ عزوجل کی فرماں برداری ہے اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اللہ عزوجل کی نافرمانی ہے۔

فسادِ امت کے وقت سنت پر مضبوطی سے قائم رہنے کی ہدایت اور اس پر بشارت کی تشریح:

اور جب امت میں بگاڑ پیدا ہو جائے کہ سنت رسول اللہ کے خلاف عقیدے ظاہر ہونے لگیں اس وقت سنت پر مضبوطی سے قائم رہنے پر سو شہیدوں کے اجر کی بشارت ہے۔

مثلاً: کتاب و سنت سے ثابت ہے اور عقل سلیم بھی شاہد ہے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد سب سے سچا ہے اور سچائی میں بھی اس کا مقام یہ ہے کہ کسی انسان یا کسی مخلوق کا کلام وہاں تک نہیں پہنچ سکتا، اب اس کے بر خلاف کوئی فرد یا گروہ یہ عقیدہ رکھے کہ ”اللہ جھوٹ بولتا ہے —یا— بول سکتا ہے“ تو اس سے کنارہ کش رہ کر سنت پر مضبوطی سے قائم رہنا فرض ہوگا۔

یوں ہی کتاب اللہ اور احادیثِ متواترہ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے کہ اللہ کے پیارے رسول، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اس کے سب سے آخری نبی ہیں، حضور کے زمانے میں، یا حضور کے بعد کوئی نبی نہ پیدا ہوا نہ ہوگا، لہٰذا اب اس کے بر خلاف کوئی فرد یا گروہ یہ عقیدہ ظاہر کرے کہ ”یہ عوام اور کم فہموں کا خیال ہے، اللہ تعالیٰ کروروں نبی محمد ﷺ کے برابر پیدا کر سکتا ہے“ تو اس سے کنارہ کش رہ کر سنت رسول اللہ و سنتِ خلفاے راشدین اور سنتِ صحابہ کو مضبوطی سے تھامے رہنا فرض ہوگا۔ یہ وہ فرائض ہیں جن پر مضبوطی سے قائم رہنے پر اللہ کے رسول ﷺ نے سو شہیدوں کے اجر کی بشارت دی ہے۔

تمسّک بالسُّنہ کی اہمیت اور ضرورت سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا، اور حدیث ضعیف فضائل اعمال میں بالاتفاق مقبول ہے اس لیے ان احادیث میں سے کسی کو ضعیف ٹھہرا کر تمسّک بالسُّنّۃ سے اعراض نہ کیا جائے، بلکہ یہ دیکھا جائے کہ تمسّک بالسنّہ ذریعہ بخشش و نجات ہے اس لیے ممکن حد تک اس کی ترغیب دی جائے۔

گزشتہ صفحات میں اہل حق —اہل سنت و جماعت— کے جو عقائد بیان کیے گئے ہیں انھیں سنت رسول اللہ کی ایمان افروز دلیلوں سے مبرہن اور واضح و روشن کر دیا گیا ہے جنھیں قبول کرنا اطاعت ہے

اور ان سے انحراف معصیت۔ اب فیصلہ آپ کے اختیار میں ہے کہ ان احادیث وسنن کی اطاعت کرتے ہیں یا معصیت۔ ہاں اطاعت کریں گے تو اجر عظیم اور رضائے الٰہی کے حق دار ہوں گے جس کا انجام جنت ابدی کی راحت وفرحت ہے، ہم آپ کو ارشاد نبوی کے مطابق یہ بشارت دیتے ہیں:

(٨) عَن أنس، عن النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- قال: يسّروا ولا تعسّروا وبشّروا ولا تنفّروا.[1]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آسانی دو، دشواری میں مت ڈالو، اور بشارت دو، نفرت نہ دلاؤ۔

من آں چہ شرط بلاغ ست با تو می گویم
تو خواہ ازیں سخنم پند گیر، خواہ ملال

سُبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم، وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمّد واله وصحبه الكرام وعلى السّواد الأعظم من أمته وعلينا معهم أجمعين برحمتك يا أرحم الراحمين.

---

(١) صحيح البخاري، ج:١، ص:١٦، كتاب الإيمان/ باب ما كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يتخوّلهم بالموعظة والعلم كي لا ينفروا، مجلس البركات.

المراجع

القرآن الحکیم وتفاسیرہ:

ناشر/مطبع	ولادت/وفات	مصنف/مرتب	نام کتاب/رسالہ
مجلس البرکات، مبارک پور	حیّ قیوم	اللہ عزوجل کا مقدس کلام	القرآن الحکیم
دار احیاء التراث العربي، بیروت	.../۶۹۱ھ	ناصر الدین ابو الخیر عبد اللہ بن عمر الشیرازی البیضاوی	أنوار التنزیل وأسرار التاویل المعروف بہ تفسیر البیضاوی
دار المعرفۃ، بیروت	۷۰۱ھ/۷۷۴ھ	امام حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیر	تفسیر القرآن العظیم المعروف بہ تفسیر ابن کثیر
مکتبۃ الحدیثیۃ، بالریاض	۹۰۰ھ/۹۸۲ھ	الإمام أبو السعود محمد بن محمد العمادي	إرشاد العقل السلیم إلی مزایا الکتاب الکریم المعروف بہ تفسیر أبي السعود
دار الفکر، بیروت	۱۱۷۵ھ/۱۲۴۱ھ	العلامۃ احمد بن محمد صاوی المالکی الخلوتی	حاشیۃ الصاوی علی الجلالین
مجلس البرکات، مبارک پور	۱۳۰۰ھ/۱۳۶۷ھ	صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی	خزائن العرفان في تفسیر القرآن

متون وشروح الحدیث النبوی:

ناشر/مطبع	ولادت/وفات	مصنف/مرتب	نام کتاب/رسالہ
المکتبۃ العصریۃ	۹۳ھ/۱۷۹ھ	امام مالک بن الحسن الشیبانی	الموطا للإمام مالک
دار النور، دمشق	۱۳۱ھ/۱۸۹ھ	امام محمد بن حسن الشیبانی	کتاب الآثار
مجلس البرکات، مبارک پور	۱۳۱ھ/۱۸۹ھ	امام محمد بن الحسن الشیبانی	الموطا براویۃ محمد بن الحسن
دار ھجر للطباعۃ والنشر	۱۳۳ھ/۲۰۴ھ	سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی	مسند أبي داؤد الطیالسی
المجلس العلمی	۱۲۶ھ/۲۱۱ھ	حافظ کبیر ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام	المصنف
الدار السلفیہ	۱۵۹ھ/۲۳۵ھ	امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن أبي شیبہ الکوفی	کتاب المصنف في الأحادیث والآثار

کتاب	مصنف	سن پیدائش / وفات	ناشر
مسند الِامام أحمد بن حنبل	امام حافظ ابو عبد اللہ احمد بن حنبل	۱۶۴ھ/۲۴۱ھ	بیت الافکار الدولیۃ، الریاض
کتاب فضائل الصحابۃ	امام حافظ ابو عبد اللہ احمد بن حنبل	۱۶۴ھ/۲۴۱ھ	دار العلم للطباعۃ والنشر
الموطا بروایۃ یحیٰ بن یحیٰ	امام یحیٰ بن یحیٰ الاندلسی	۱۵۲ھ/۲۴۴ھ	دار الغرب الاسلامی، بیروت
مسند الدارمی	امام حافظ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی	۱۸۱ھ/۲۵۵ھ	دار المغنی والتوزیع
الأدب المفرد الجامع للآداب النبویۃ	الإمام الحافظ أبو عبد اللہ محمد بن إسماعیل البخاری	۱۹۴ھ/۲۵۶ھ	مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع
صحیح البخاری	الامام الحافظ ابو عبد اللہ محمد بن إسماعیل البخاری	۱۹۴ھ/۲۵۶ھ	مجلس البرکات، مبارک پور
الصحیح لمسلم	الإمام الحافظ أبو الحسن مسلم بن الحجاج القشیری	۲۰۶ھ/۲۶۱ھ	مجلس البرکات، مبارک پور
سنن ابن ماجہ	ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی	۲۰۹ھ/۲۷۳ھ	بیت الافکار الدولیۃ، الریاض
سنن ابی داؤد	ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی	۲۰۲ھ/۲۷۵ھ	بیت الافکار الدولیۃ، الریاض
کتاب السنۃ	الإمام أبو بکر أحمد بن عمرو بن ابو عاصم	۲۰۶ھ/۲۸۷ھ	دار الصمیعی للنشر والتوزیع
جامع الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۰۹ھ/۲۷۹ھ	مجلس البرکات، مبارک پور
البحر الذخار المعروف ب مسند البزار	حافظ ابو بکر احمد بن عمرو البزار	۲۱۰ھ/۲۹۲ھ	مؤسسۃ علوم القرآن
المجتبیٰ من السنن المشهور بسنن النسائی	ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی	۲۱۵ھ/۳۰۳ھ	بیت الافکار الدولیۃ، الریاض
مسند ابی یعلی الموصلی	امام حافظ احمد بن علی التمیمی	۲۱۰ھ/۳۰۷ھ	دار المعرفۃ للتراث
نوادر الأصول فی معرفۃ أحادیث الرسول	ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حسن المعروف بالحکیم الترمذی	نحو ۳۲۰ھ	دار النوادر، دمشق
شرح معانی الآثار	امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	۲۳۹ھ/۳۲۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
کتاب الضعفاء الکبیر	الإمام أبو جعفر محمد بن عمرو العقیلی	.../۳۲۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
سنن الدارقطنی	حافظ کبیر علی بن عمر الدارقطنی	۳۰۶ھ/۳۵۸ھ	مؤسسۃ الرسالۃ
المعجم الکبیر	الحافظ ابی القاسم سلیمان بن أحمد الطبرانی	۲۶۰ھ/۳۶۰ھ	مکتبۃ ابن تیمیہ القاہرہ
المعجم الأوسط	الحافظ ابی القاسم سلیمان بن أحمد الطبرانی	۲۶۰ھ/۳۶۰ھ	دار الحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع
المعجم الصغیر	الحافظ ابی القاسم سلیمان بن أحمد الطبرانی	۲۶۰ھ/۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
مسند الشامیین	الحافظ ابو القاسم سلیمان بن أحمد الطبرانی	۲۶۰ھ/۳۶۰ھ	مؤسسۃ الرسالۃ

عمل الیوم واللیلۃ	الحافظ أبو بکر أحمد بن محمد بن إسحاق الدینوری الشافعی المعروف بابن السینی	.../ ۳۶۴ھ	مکتبہ دار البیان، دمشق
الکامل لابن عدی	امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی	.../۳۶۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
شرح مذاہب أہل السنۃ	الإمام أبو حفص عمر بن أحمد بن شاہین	۲۹۷ھ/۳۸۵ھ	مؤسسۃ قرطبۃ، مصر
المستدرک علی الصحیحین	امام حافظ ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری شافعی	۳۲۱ھ/۴۰۵ھ	مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ
حلیۃ الأولیاء وطبقات الاصفیا	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی	۳۳۶ھ/۴۳۰ھ	دار الکتب الکلیہ
دلائل النبوۃ	حافظ کبیر ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبھانی	۳۳۶ھ/۴۳۰ھ	دار النفائس
شعب الإیمان للبیہقی	امام ابو بکر احمد بن حسین البیہقی	۳۸۴ھ/۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
دلائل النبوۃ ومعرفۃ أحوال الشریعۃ	امام ابو بکر احمد بن حسین البیہقی	۳۸۴ھ/۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
السنن الکبری للإمام البیہقی	حافظ ابو بکر احمد بن حسن ابن علی البیہقی	۳۸۴ھ/۴۵۸ھ	دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدرآباد
کتاب الفقیہ والمتفقہ	حافظ مورخ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۳۹۲ھ/۴۶۲ھ	دار ابن الجوزی
کتاب المتفق المتفرق	حافظ ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۳۹۲ھ/۴۶۲ھ	دار القاری
عارضۃ الاحوذی	امام حافظ ابن العربی المالکی	۴۳۵ھ/۵۴۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
جامع مسانید الإمام الأعظم	الإمام أبو المؤید محمد بن محمود الخوارزمی	۵۹۳ھ/۶۶۵ھ	الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور
المنہاج شرح الإمام النووی	امام محی الدین ابو زکریا ابن شرف النووی	۶۳۱ھ/۶۷۶ھ	مجلس البرکات، مبارک پور
صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان	امیر علاء الدین علی بن بلبان الفارسی المصری	۶۷۵ھ/۷۳۹ھ	مؤسسۃ الرسالۃ
مشکاۃ المصابیح	محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی	.../۷۴۱ھ	مجلس البرکات، مبارک پور
تلخیص المستدرک علی الصحیحین	حافظ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن عثمان الذھبی	۶۷۳ھ/۷۴۸ھ	دائرۃ المعارف
نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الہدایۃ	علامہ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف	.../ ۷۶۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
تقریب البغیۃ بترتیب احادیث الحلیۃ	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۷۳۵ھ/۸۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ
مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۷۳۵ھ/۸۰۷ھ	دار الفکر، بیروت
بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث	الإمام الحافظ نور الدین علی بن سلیمان الہیثمی الشافعی	۷۳۵ھ/۸۰۷ھ	مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ

تقریب التہذیب	الامام حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی	۷۷۳ھ/۸۵۲ھ	موسسۃ الرسالۃ
الدرایۃ فی تخریج أحادیث الہدایۃ	الحافظ أبو الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی	۷۷۳ھ/۸۵۲ھ	مجلس ابرکات، مبارک پور
فتح الباری	حافظ احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۷۷۳ھ/۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
عمدۃ القاری	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی	۷۶۲ھ/۸۵۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
ارشاد الساری	علامہ شہاب الدین احمد ابن محمد الخطیب القسطلانی	۸۵۱ھ/۹۲۳ھ	مطبعۃ الکبری الأمیریۃ
کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	علامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی برہان پوری	۸۸۸ھ/۹۷۵ھ	بیت الأفکار الدولیۃ، الریاض
مرقاۃ المفاتیح	علامہ شیخ علی بن سلطان محمد القاری	.../۱۰۱۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	علامہ محدث محمد المدعو بعبد الرؤف المناوی	۹۵۳ھ/۱۰۳۱ھ	دار المعرفۃ بیروت
مقدمۃ المشکوۃ	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	.../۱۰۵۲ھ	مجلس البرکات، مبارک پور
اشعۃ اللمعات، ج:۱	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	.../۱۰۵۳ھ	مکتبہ حبیبیہ پاکستان
الحواشی النافعۃ علی صحیح البخاری	علامہ احمد علی سہارن پوری	۱۲۲۵ھ/۱۲۹۷ھ	مجلس البرکات، مبارک پور
مرعاۃ المفاتیح	ابو الحسن عبید اللہ بن عبد السلام مبارک پوری	.../۱۳۲۷ھ	ادارۃ البحوث الاسلامیۃ
تحفۃ الأحوذی شرح جامع الترمذی	ابو العلی محمد عبد الرحمن بن عبد الرحیم المبارکفوری	۱۲۸۳ھ/۱۳۵۳ھ	بیت الأفکار الدولیۃ، الریاض
سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ	محمد ناصر الدین البانی	۱۳۳۳ھ/۱۴۲۰ھ	مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع
نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری	مفتی محمد شریف الحق امجدی	۱۳۴۰ھ/۱۴۲۱ھ	دائرۃ البرکات، گھوسی، مئو
الحواشی الجلیلۃ فی تائید مذہب الحنفیۃ	مفتی محمد نظام الدین رضوی	حیاہ اللہ تعالی	مجلس البرکات، مبارک پور

رسائل امام اہل سنت امام احمد رضا قادری برکاتی:

نام کتاب/رسالہ	مصنف/مرتب	ولادت/وفات	ناشر/مطبع
سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح	امام احمد رضا قادری	۱۲۷۲ھ/۱۳۴۰ھ	امام احمد رضا اکیڈمی

داماں باغ سبحان السبوح	امام احمد رضا قادری	۱۲۷۲ھ/۱۳۴۰ھ	امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی
جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ	امام احمد رضا قادری	۱۲۷۲ھ/۱۳۴۰ھ	قادری بک ڈپو، بریلی
تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین	امام احمد رضا قادری	۱۲۷۲ھ/۱۳۴۰ھ	رضوی دار الاشاعت، براؤں شریف
خالص الاعتقاد	امام احمد رضا قادری	۱۲۷۲ھ/۱۳۴۰ھ	رضا اکیڈمی
انباء المصطفیٰ بحال سر واخفی	امام احمد رضا قادری	۱۲۷۲ھ/۱۳۴۰ھ	رضوی کتب خانہ بریلی
الدولۃ المکیۃ	امام احمد رضا قادری	۱۲۷۲ھ/۱۳۴۰ھ	استانبول
اطائب الصیب علی أرض الطیب	امام احمد رضا قادری	۱۲۷۲ھ/۱۳۴۰ھ	رضا اکیڈمی

کتب الفقہ والاصول:

نام کتاب/رسالہ	مصنف/مرتب	ولادت/وفات	ناشر/مطبع
کتاب الام	الاِمام محمد بن اِدریس أبو عبد اللہ الشافعی	.../۲۰۴ھ	دار الفکر، بیروت
مختصر المزنی فی فروع الشافعیۃ	الاِمام أبو ابراہیم اِسماعیل بن یحیی المزنی	.../۲۶۴ھ	دار الفکر، بیروت
احکام القرآن لِلامام الجصاص الرازی	أحمد بن علی المکنی بابی الرازي الجصاص الحنفي	.../۲۷۰ھ	درا الکتب العلمیہ، بیروت
المستصفی من علم الاصول	الاِمام حجۃ الاِسلام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی	۴۵۰ھ/۵۰۵ھ	دار احیاء التراث العربی
مقدمات ابن رشد الملحق بالمدونۃ الکبری	أبو الولید محمد بن أحمد بن رشد المالکی القرطبي	.../۵۹۵ھ	درا الکتب العلمیہ، بیروت
بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد	أبو الولید محمد بن أحمد بن رشد المالکی القرطبي	.../۵۹۵ھ	تجار الکتب، مومبائی
فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن ہمام	.../۶۸۱ھ	برکات رضا پور بندر
کشف الأسرار عن أصول فخر الاسلام البزدوي	الاِمام علاء الدین عبد العزیز بن أحمد البخاری	.../۷۳۰ھ	الصدف پبلیشر، کراچی
نہایۃ السول فی شرح منہاج الوصول علی ہامش التقریر مسلم الثبوت	شیخ الاِسلام جمال الدین عبد الرحیم بن الحسن الاِسنوی	۷۰۴ھ/۷۷۲ھ	درا الکتب العلمیہ، بیروت
البنایۃ فی شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابو محمد بن احمد عینی	.../۸۵۵ھ	پاکستان
التقریر والتحبیر علی التحریر فی اصول الفقہ	أبو عبد اللہ محمد بن محمد الحلبی الحنفی المعروف بابن امیر حاج	۸۲۵ھ/۸۷۹ھ	درا الکتب العلمیہ، بیروت

تنویر الابصار مع الدر المختار	علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد	.../۱۰۰۴ھ	درالکتب العلمیہ، بیروت
فواتح الرحموت	علامہ عبد العلی محمد بن نظام الدین لکھنوی	.../۱۲۲۵ھ	دار احیاء التراث العربی
حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علی الدر المختار	سید احمد بن محمد طحطاوی الحنفی	.../۱۲۳۱ھ	دار المعرفہ، بیروت
رد المحتار	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی	.../۱۲۵۲ھ	مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ
قمر الاقمار لحاشیۃ نور الانوار	الشیخ عبد الحلیم بن امین الدین اللکنوی الفرنجی محلی	۱۲۳۹ھ/۱۲۸۵ھ	مجلس البرکات، مبارک پور
حاشیۃ الحسامی	الشیخ أبو محمد عبد الحق بن محمد أمیر الحنفی الدہلوی	۱۲۶۷ھ/۱۳۳۵ھ	مجلس البرکات، مبارک پور

کتب العقائد والکلام:

نام کتاب/رسالہ	مصنف/مرتب	ولادت/وفات	ناشر/مطبع
الاقتصاد فی الاعتقاد	ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی	۴۵۰ھ/۵۰۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
شرح المقاصد	امام مسعود بن عمر بن عبد اللہ الشہیر بسعد الدین التفتازانی	۷۱۲ھ/۷۹۳ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
شرح المواقف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	.../۸۱۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
شرح العقائد الجلالی	محمد بن أسعد الصدیق جلال الدین الدوانی	۸۳۰ھ/۹۱۸ھ	مکتبہ یوسفی، لکناؤ
سلوک اقرب السبل بالتوجہ إلی سید الرسل	شاہ عبد الحق محدث دہلوی	.../۱۰۵۲ھ	کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند
تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی	علامہ فضل حق خیر آبادی	.../۱۲۷۸ھ	المجمع الاسلامی، مبارک پور
امتناع النظیر	علامہ فضل حق خیر آبادی	.../۱۲۷۸ھ	امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی
الانتقاد الرجیح فی شرح الاعتقاد الصحیح	قاضی محمد بن علی الشوکانی	.../۱۲۵۰ھ	دار ابن حزم، بیروت
جامع الشواہد	علامہ وصی احمد محدث سورتی	۱۲۵۲ھ/۱۳۳۴ھ	کتب خانہ امجدیہ

متفرق کتب:

نام کتاب/رسالہ	مصنف/مرتب	ولادت/وفات	ناشر/مطبع
معرفۃ الصحابۃ لأبی نعیم	احمد بن عبد اللہ بن احمد الصبہانی	۳۳۹ھ/۴۳۰ھ	دار الوطن للنشر

المحلی لابن حزم	علی بن احمد بن سعید ابن حزم الظاہری	۳۸۴ھ/۴۵۶ھ	دار الفکر، بیروت
تاریخ بغداد	حافظ ابو بکر احمد علی بن خطیب البغدادی	.../۴۶۳ھ	دار الفکر، بیروت
لسان العرب/المفردات فی غریب القرآن	ابو القاسم الحسین محمد المعروف بہ "الراغب الاصفہانی"	.../۵۰۲ھ	مکتبہ نزار مصطفی الباز
کیمیائے سعادت	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی	.../۵۰۵ھ	استانبول
احیاء علوم الدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی	.../۵۰۵ھ	دار الشعب، قاہرہ
الشفا بتعریف حقوق المصطفی	ابی الفضل عیاض بن موسی	.../۵۴۴ھ	دار الکتب العربی
تاریخ مدینۃ دمشق	علامہ علی بن حسن	.../۵۷۱ھ	در الفکر، بیروت
الخیرات الحسان	شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ھیتمی	.../۹۷۳ھ	استانبول ترکی
الانصاف فی بیان سبب الاختلاف	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	.../۱۱۷۶ھ	استانبول، ترکی
صراط مستقیم	مولوی اسماعیل دہلوی	.../۱۲۴۶ھ	راشد کمپنی دیوبند
الادلۃ الرضیۃ	قاضی محمد بن علی الشوکانی	.../۱۲۵۰ھ	دار الہجرۃ، صنعاء
معیار الحق	میاں نذیر حسین دہلوی	.../۱۳۲۰ھ	جامعہ تعلیم القرآن والحدیث
عرف الجادی من جنان ہدی الہادی	نواب نور الحسن خان	.../۱۳۳۶ھ	جمعیت اہل سنت، لاہور
رسالہ یک روزی فارسی	مولوی اسماعیل دہلوی	.../۱۳۳۸ھ	فاروقی کتب خانہ، ملتان
تقویۃ الایمان	مولوی اسماعیل دہلوی	.../۱۳۳۸ھ	راشد کمپنی، دیوبند
نزل الابرار من فقہ النبی المختار	نواب وحید الزماں حیدر آبادی	.../۱۳۳۸ھ	جمعیت اہل سنت، لاہور
کنز الحقائق من فقہ خیر الخلائق	نواب وحید الزماں حیدر آبادی	.../۱۳۳۸ھ	جمعیت اہل سنت، لاہور

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

مصنّفِ کتاب

سراج الفقہا علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی دام ظلہ العالی

بقلم: حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی
شیخ الادب جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی دام ظلہ العالی کا نام سنتے ہی ایک ایسے جلیل القدر عالمِ ربّانی کا سراپا ذہن کے پردہ پر ابھرتا ہے جو مذہبی علوم و فنون خصوصاً فقہ و اصولِ فقہ میں مہارت و کمال کی وجہ سے جدید پیچیدہ شرعی و فقہی مسائل کے حل کرنے کا ملکہ رکھتے ہیں، اور میدانِ تحقیق و تدقیق میں امتیازی شان اور علاحدہ شناخت کے حامل ہیں، بیماری کے باوجود برابر تدریس و افتا، تصنیف و تالیف اور دعوت و ارشاد کے کاموں میں مصروف، اور الجھے ہوئے ملی و جماعتی مسائل کی عقدہ کشائی کے لیے فکر مند نظر آتے ہیں، آپ حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمان ”زمین کے اوپر کام، زمین کے نیچے آرام“ کی عملی تصویر ہیں۔ برصغیر ہندو پاک میں اہلِ سنت و جماعت کی سب سے عظیم اور بافیض درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور کے صدر المدرسین، شیخ الحدیث، صدر شعبۂ افتا اور مجلسِ شرعی مبارک پور جیسے علمی و تحقیقی ادارے کے ناظم ہیں۔ ذیل میں ان کا قدرے تعارف نذرِ قارئین کیا جاتا ہے۔

اس مضمون کے بنیادی طور پر تین گوشے ہیں:

(۱) گوشۂ حیات (۲) گوشۂ اوصاف و خدمات (۳) تعارفِ کتاب

(۱) گوشۂ حیات

نام و نسب اور خاندانی حالات:

آپ کا نام محمد نظام الدین، والد کا نام خوش محمد انصاری اور دادا کا نام سخاوت علی ہے۔ آپ کا

نسب نامہ کچھ اس طرح ہے:

"محمد نظام الدین، بن خوش محمد انصاری، بن سخاوت علی، بن فتح محمد، بن خدا بخش۔"

آپ کے جدِ اعلیٰ خدا بخش مرحوم بھڑنگواں (Bharangwan)، تحصیل ہاٹا، ضلع گورکھ پور کے رہنے والے تھے۔ (اب یہ موضع ضلع دیوریا میں ہے)۔ ان کے ایک لڑکی تھی اور دو لڑکے۔ بڑے لڑکے کا نام غلام محمد میاں (عرف غلامن میاں) اور چھوٹے لڑکے کا نام فتح محمد میاں (عرف پھتنگن میاں) تھا۔

جد اعلیٰ (خدا بخش مرحوم) کے انتقال کے بعد ان کی اہلیہ کچھ لوگوں کی زیادتی سے تنگ آکر اپنے دونوں فرزندوں کو لے کر رام کولا، ضلع دیوریا (حال ضلع کشی نگر، Kushi Nagar) آگئیں۔ لیکن وہاں رہائش کا مناسب انتظام نہ ہو پایا، اس لیے کچھ دن وہاں رہ کر پڈرونہ (Padrauna) چلی آئیں اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔ تقریباً ڈیڑھ سال وہاں رہنے کے بعد ضلع دیوریا کے ایک غیر معروف دیہات بھوجولی پوکھرا ٹولہ (Bhujauli, Pokhara Tola) منتقل ہو گئیں۔ (یہ بستی اس وقت ضلع کشی نگر، Kushi Nagar میں ہے)۔ اور وہاں زمیں دار بابو جھگڑو رائے سے ایک مختصر سی زمین لے کر ایک جھونپڑی بنائی اور اپنے دونوں فرزندوں (غلام محمد میاں اور فتح محمد میاں) کے ساتھ اسی میں رہنے لگیں۔ لگ بھگ ۱۹۳۰ء میں غلام محمد میاں کا انتقال ہو گیا۔ اور چھوٹے بھائی فتح محمد میاں تقریباً ۱۹۳۸ء میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

یہ دونوں بھائی بڑے دین دار، پرہیز گار، بات کے سچے، قول کے پکے اور نماز کے پابند تھے۔ انھی لوگوں نے اس چھوٹی سی بستی میں ایک مسجد قائم کی اور پنج وقتہ نماز اور اذان کا اہتمام کیا۔ الحمد للہ، آج وہ مسجد توسیعِ جدید کے بعد علاقے کی سب سے بڑی مسجد ہے جس کا نام "امام احمد رضا جامع مسجد" ہے۔ یہ توسیعِ جدید حضرت سراج الفقہاء دام ظلہ نے کرائی ہے۔

فتح محمد میاں مرحوم کے ایک فرزند اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ فرزندِ ارجمند کا نام سخاوت میاں تھا، یہ حضرت سراج الفقہا دام ظلہ العالی کے دادا مرحوم ہیں۔ ان کا انتقال پچاس برس کی عمر میں ۱۱ر نومبر ۱۹۴۵ء بروز یک شنبہ ہوا۔

سخاوت میاں مرحوم کے چار لڑکے تھے:

(۱) خوش محمد میاں (۲) محمد دین میاں (۳) علی حسن میاں (۴) عبد السبحان میاں۔ اور پانچ لڑکیاں تھیں، یہ سب مرحوم ہو چکے ہیں سب سے آخر میں سب سے چھوٹی لڑکی مجید النسا مرحومہ کا انتقال ۲۵ر ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۶ر فروری ۲۰۱۴ء بروز بدھ ہوا۔

حضرت سراج الفقہا مد ظلہ کے والد گرامی خوش محمد میاں مرحوم، بھائیوں میں سب سے بڑے اور علاقے کے چند تعلیم یافتہ، دور اندیش اور ذہین و فطین لوگوں میں سے تھے۔ اور صوم و صلاۃ کے پابند، علم دوست، باہمت، حاضر جواب، مذہب اہل سنت و جماعت پر مضبوطی سے قائم رہنے والے، مسلمانوں کے بے لوث خادم، جفاکش، محنتی اور کتب بینی کے بہت شوقین تھے۔ صبح تڑکے ہی بیدار ہو جاتے، اور گھر کے لوگوں کو بھی بیدار کر دیتے، پھر کام میں لگ جاتے، نماز کے پابند اور ہر کام وقت پر کرنے کے عادی تھے۔ سعیِ پیہم اور جہدِ مسلسل ان کا خصوصی وصف تھا۔ دن بھر کام کرتے اور بعد نمازِ عشا مٹی کے چراغ یا لالٹین کی روشنی میں دینی کتابیں لے کر مطالعہ کے لیے بیٹھ جاتے، عام طور پر روزانہ کچھ لوگوں کو مدعو کیے رہتے، اور حاضرینِ مجلس کے سامنے بلند آواز سے کتاب پڑھتے اور کچھ دیر کے بعد رک کر اس کا مطلب سمجھاتے۔

خود انھی کا بیان ہے کہ پہلے گاؤں اور علاقے کے بہت سے مسلمان مشرکانہ کام کرتے تھے، وہ غیر مسلموں کے ساتھ دیواستھان جاکر منتیں مانتے، بتوں پر چڑھاوے چڑھاتے، کڑھائی پوجتے تھے، ان پر جہالت اس قدر غالب تھی کہ انھیں توحید و شرک اور ایمان و کفر کے درمیان کوئی امتیاز نہ تھا، اور نہ ہی اس کی کوئی فکر تھی۔ آپ اپنا کام کاج چھوڑ کر ایسے بھٹکے ہوئے لوگوں کے یہاں جاتے اور انھیں اسلام کی پاکیزہ تعلیمات و ہدایات سے آگاہ کرتے۔ آپ کی ان تبلیغی اور اصلاحی کوششوں کا اثر یہ ہوا کہ ان لوگوں نے بہت سی بری جاہلانہ رسموں کو چھوڑ دیا اور نمازِ جمعہ اور بعض لوگ پنج گانہ نمازیں بھی ادا کرنے لگے۔

علاقے کے کئی مسلم قبرستانوں پر ہندووں نے ناجائز قبضہ کر لیا تھا اور عرصہ سے ان پر کاشت کر رہے تھے، آپ نے ان سے قانونی لڑائی لڑ کر مسلمانوں کو قبضہ دلایا، اپنے گاؤں میں ابتدائی مذہبی تعلیم کے لیے ایک مکتب قائم کیا، یہ مکتب آج بھی بنام مدرسہ فیض العلوم جاری ہے جس کے مصارف کا انتظام حضرت سراج الفقہاء دام ظلہ فرماتے ہیں، مفتی صاحب کی ابتدائی تعلیم اسی مکتب میں ہوئی، آپ

کے والد گرامی اس کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے اپنی ذاتی جد و جہد سے مالیات کا انتظام کرتے رہے، اور کوئی سینتالیس سال پہلے اپنے آبا و اجداد کی قائم کی ہوئی مسجد کی توسیع اور جدید تعمیر کرائی۔ وہ بھی بوسیدہ و تنگ ہوگئی تو حضرت سراج الفقہاء نے اس کی توسیع و تعمیر چار گنا سے زیادہ زمین پر کرائی جو اب "امام احمد رضا جامع مسجد" کے نام سے جانی جاتی ہے۔

حضرت سراج الفقہاء دام ظلہ کے والد مرحوم آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے: **"اللہ تعالیٰ نے مجھ ناچیز سے اپنے دین کے بہت سے کام لیے، اور میری زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ میں نے تمھیں عالمِ دین بنایا۔ یہ مجھ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے اور مجھے تم پر ناز ہے۔ تمھاری ترقی کے لیے ہمیشہ دعائیں کرتا رہتا ہوں۔"**

ولادت و مسکن:

حضرت سراج الفقہا کی ولادت ۲۹ر شوال ۱۳۷۷ھ / ۲ر مارچ ۱۹۵۷ء ایک بجے شب جمعرات میں ہوئی، موصوف کا آبائی مسکن ضلع دیوریا (یو۔پی۔) کا ایک غیر معروف گاؤں بھوجولی پوکھرا ٹولہ ہے۔ یہ بستی اب ضلع کشی نگر میں آتی ہے۔ لیکن اب حضرت کی مستقل رہائش مبارک پور ہی میں ہے۔ محلّہ ملت نگر، مبارک پور میں آپ کا ذاتی مکان (کاشانۂ برکات) ہے۔

تعلیمی میدان میں:

ایک اندازے کے مطابق گیارہ سال کی عمر میں ۱۹۶۸ء کے اوائل میں مولوی خلیل احمد مرحوم نے بسم اللہ شریف پڑھا کر آپ کو قاعدۂ بغدادی شروع کرایا۔ موصوف ضلع موتیہاری، صوبۂ بہار کے رہنے والے تھے، ان کی سسرال سِسواں بازار ضلع گورکھپور (حال ضلع مہراج گنج) میں تھی، وہ موضع غلامی چھپرہ کے مکتب میں مدرس تھے، یہ موضع حضرت سراج الفقہاء کے وطن "بھوجولی پوکھرا ٹولہ" سے تقریباً ڈیڑھ کلو میٹر دور جانب مغرب واقع ہے۔ آپ روزانہ اپنے گاؤں کے بچوں کے ہمراہ اس مکتب میں پڑھنے کے لیے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ ذہن اور مضبوط قوت حافظہ سے نوازا تھا، چند دنوں میں ہی قاعدۂ بغدادی، پھر "یسّرنا القرآن" ختم کر کے عَمَّ پارہ شروع کر دیا۔ حافظہ اتنا قوی تھا کہ اس وقت آپ جو بھی سورتیں پڑھتے آسانی کے ساتھ بغیر یاد کیے ہی یاد ہو جاتیں۔ تھوڑے ہی دنوں

میں ناظرہ قرآن پاک ختم ہوگیا۔ اس وقت تک آپ کی ذہانت اور یادداشت کی پختگی کا چرچا مکتب کی چہار دیواری سے نکل کر اس آبادی کے باشندوں تک پہنچ چکا تھا۔ جب آپ گھر سے مکتب آتے یا مکتب سے گھر جاتے تو وہاں کے کچھ لوگ آپ کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرکے کہتے: ''یہی وہ لڑکا ہے، پڑھنے میں بہت تیز ہے، تھوڑے ہی دنوں میں پہلے کے بہت سے لڑکوں سے آگے ہوگیا ہے۔'' اس طرح بچپن ہی سے آپ کی پیشانی پر کامیابی اور سربلندی کے آثار نمایاں تھے، بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

بالائے سرش ز ہوش مندی　　　می تافت ستارۂ سربلندی

پھر اس کے بعد جب آپ کے گاؤں (بھوجولی پوکھرا ٹولہ) کے مکتب میں ایک معلم آگئے تو آپ وہیں تعلیم حاصل کرنے لگے، کچھ دنوں موضع کہرگڈی، ضلع دیوریا (حال ضلع کشی نگر) کے مکتب میں بھی تعلیم پائی۔ یہ موضع آپ کے گاؤں سے کوئی ۵ر کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، آپ صبح کو پیدل جاتے اور شام کو اسی طرح واپس آتے۔ ان مکاتب میں درجۂ دوم کے معیار کی اردو، فارسی کی پہلی کتاب اور میزان الصرف کے کچھ اسباق پڑھے۔ پورے علاقے میں نہ کوئی اچھا مدرسہ تھا اور نہ تعلیمی ماحول۔ اس لیے ابتدائی تعلیم برائے نام ہی ہوسکی، ناظرہ قرآن، اردو زبان، اور کچھ میزان وبس۔

اس کے بعد ۷۳-۱۹۷۲ء میں انجمن معین الاسلام، پرانی بستی (بستی شہر) میں داخلہ لے کر درس نظامی کی ابتدائی کتابیں: نحو میر، پنج گنج، ہدایۃ النحو وغیرہ پڑھیں، وہیں معلوم ہوا کہ مدرسہ عزیز العلوم، نانپارہ، ضلع بہرائچ میں حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی مصباحی علیہ الرحمہ کا درس بہت اچھا اور معیاری ہوتا ہے اس لیے طلبِ علم کے شوق کے ہاتھوں مجبور ہوکر ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۳ء میں نانپارہ چلے گئے اور حضرت مفتی شبیر حسن صاحب کے درس سے بہت متاثر ہوئے۔ مفتی صاحب کے پاس کافیہ ابن حاجب، شرح جامی اور تفسیر جلالین وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ آپ نے تین سال تک مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ میں تعلیم پائی۔ حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب کے علاوہ عزیز العلوم میں درج ذیل اساتذۂ کرام سے تعلیم حاصل کی:

(۱) حضرت مولانا عبد الوحید صاحب (۲) حضرت مولانا حبیب رضا صاحب (۳) حضرت مولانا سمیع اللہ صاحب۔ اخیر کے دونوں اساتذہ نے بعد میں آپ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ کی اجازت و خلافت بھی حاصل کی۔

نانپارہ ہی میں آپ نے برصغیر میں اہل سنت کی سب سے عظیم، اور بافیض درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ کا تعلیمی شہرہ سنا تو دل میں وہاں داخلہ لے کر علمی تشنگی بجھانے کا حد درجہ اشتیاق پیدا ہوا۔ اسی دوران اطلاع ملی کہ جامعہ اشرفیہ کی روحِ رواں استاذ العلما، حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اللہ کو پیارے ہوگئے تو آپ کو بڑا قلق ہوا۔ آخر کار شوال ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء کو جامعہ اشرفیہ آگئے اور درجۂ سابعہ (فضیلت سال اول) میں داخلہ لیا، اور یہاں کے ماحول، معیارِ تعلیم، طرز تدریس اور تعلیمی نظم ونسق سے اس قدر متاثر ہوئے کہ پھر یہیں کے ہو کے رہ گئے۔ جامعہ اشرفیہ میں آپ نے درجۂ سابعہ سے درجۂ تخصص فی الفقہ تک چار سال تعلیم حاصل کی اور تمام امتحانات میں اعلیٰ درجے سے کامیاب ہوتے رہے۔ ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں یہیں آپ کی تعلیم کی تکمیل ہوئی اور سند ودستار سے نوازے گئے۔

جامعہ اشرفیہ میں حضرت سراج الفقہاء نے درج ذیل اساتذۂ کرام سے تعلیم حاصل کی:

(۱) حضرت مولانا افتخار احمد قادری (۲) حضرت مولانا نصیر الدین عزیزی (۳) حضرت مولانا عبد الشکور قادری مصباحی (۴) حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی، مبارک پوری۔ (۵) حضرت علامہ عبد اللہ خاں عزیزی (۶) حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری (۷) بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی مبارک پوری (۸) شارحِ بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

فتویٰ نویسی کی تربیت حضرت شارحِ بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل کی۔ ان کے علاوہ اپنے اساتذۂ کرام میں سب سے زیادہ استفادہ شیخ القرآن حضرت علامہ عبد اللہ خاں عزیزی سے کیا۔ آپ ان کی شخصیت اور طریقۂ تعلیم وتربیت سے حد درجہ متاثر ہیں اور ان کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔

حضرت شیخ القرآن کے تعلق سے اپنے قلبی تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ہمارے جملہ اساتذہ الحمد للہ مشفق ہی ملے۔ لیکن شخصیت سازی میں جن کا کردار کسی بھی حیثیت سے نمایاں رہا ان میں حضرت شیخ القرآن سرفہرست ہیں۔

حضرت شیخ القرآن ایک اچھے مشیر اور بہتر مربی ہیں۔ مشیر کا ایک خصوصی وصف یہ ہے کہ وہ امین وخیر خواہ ہو، اس لحاظ سے میں حضرتِ والا کو ایک صائب الرائے مشیر سمجھتا ہوں۔ خود راقم الحروف

(محمد نظام الدین رضوی) کو حضرت نے متعدّد امور میں مشورے دیے جو بہت مفید اور گراں بہا تھے۔ بسا اوقات حضرت نے از خود کسی مشورہ سے سرفراز فرمایا اور میں نے صرف آپ کے استاذ ہونے کے احترام میں ہاں، ہوں کر لیا، لیکن افادیت کے لحاظ سے مجھے اس پر عمل آوری میں کوئی خوبی نظر نہ آتی تھی، مگر حضرت نے بار بار اصرار کر کے اپنے مشورہ پر عمل کرانے میں جب کامیابی حاصل فرمالی تو بعد میں مجھے بھی اس کی ضرورت و افادیت کا شدت سے احساس ہوا۔ میرے ساتھ حضرت کے مفید مشوروں کے کئی ایک واقعات ہیں۔

حضرت (شیخ القرآن) نے تربیت کا طریقہ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سیکھا ہے۔ آپ کے لیل و نہار کا مطالعہ فرمائیے تو آپ کی زندگی حسنِ سلوک اور اعلیٰ تربیت کا مجسم نمونہ نظر آئے گی۔ آج بھی آپ کے سیکڑوں تلامذہ اس پر گواہ ہیں اور حضرت شیخ القرآن کے آئینۂ اخلاق میں تو آپ اس کے جلوؤں کا مشاہدہ بھی کر سکتے ہیں کہ آپ کی تربیت اسی اخلاقِ عالیہ کا نمونہ ہوتی ہے۔"(۱)

(۲) گوشۂ اوصاف و خدمات

فتویٰ نویسی:

حضرت سراج الفقہاء دام ظلہ یوں تو مختلف علمی و فنی میدانوں میں کمال رکھتے ہیں، لیکن آپ کا خاص میدان فقہ و افتا ہے۔ اس میدان میں آپ اس قدر ممتاز و نمایاں ہیں کہ معاصرین میں دور دور تک کوئی آپ کا ثانی نظر نہیں آتا۔ آپ نے بہت سے نئے فقہی مسائل کی تحقیق فرمائی، نہایت وقیع اور بیش قیمت ابحاث و تحقیقات قوم کے سامنے پیش فرمائیں، ہزاروں فتاویٰ لکھ کر امتِ مسلمہ کی الجھنوں کو دور کیا۔

آپ نے فتویٰ نویسی کی مشق فقیہ اعظم ہند، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء) سے کی۔ در اصل فتویٰ نویسی کے لیے صرف اسلامی علوم و فنون میں مہارت کافی نہیں ہوتی، بلکہ اس کے ساتھ کسی ماہر تجربہ کار فقیہ و مفتی کی بارگاہ میں زانوے

(۱) مقدمۂ معارف التنزیل شرح مدارک التنزیل، ص:۲۵، ۲۶۔ ملتقطاً۔

تلمذ تہ کرنا اور اپنے تحریر کردہ فتاویٰ سنا کر اصلاح لینا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اس طرح اس فن کو بڑی حد تک علمِ طب و جراحت سے مشابہت ہے جو صرف پڑھ لینے اور مطالعہ کر لینے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ کسی طبیب حاذق کی نگرانی میں باضابطہ مشق و ممارست ضروری ہوتی ہے۔

اسی لیے کوئی شخص کتنا ہی بڑا عالم و فاضل ہو، دقیق النظر، ژرف نگاہ اور وسیع المطالعہ ہو مگر فقہاے کرام اسے فتویٰ نویسی کی اجازت اس وقت تک نہیں دیتے جب تک کہ وہ کسی ماہر تجربہ کار مفتی کی خدمت میں رہ کر فتویٰ لکھنے کی مشق نہ کرے۔ اسے یوں سمجھیے کہ ایک ڈاکٹر کئی اہم ڈگریاں حاصل کر چکا ہے لیکن اسے آپریشن کرنے کی اجازت نہیں ملتی، جب تک کہ وہ کسی ماہر سرجن کے ساتھ رہ کر سرجری کی مشق کر کے سرجری کے فن میں کامل نہ بن جائے۔ بلکہ ڈاکٹر کو صرف تعلیم سے فراغت کے بعد مطب کرنے کی اجازت بھی نہیں ملتی جب تک کہ وہ ''ہاؤس جاب'' نہ کر لے، یعنی کسی اسپتال میں جا کر کہنہ مشق ڈاکٹروں کی نگرانی میں وہ ایک مدت تک امراض کی تشخیص اور نسخہ نویسی کی مشق نہ کر لے۔ یہی حال فتویٰ نویسی کا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''ردِّ وہابیہ اور افتا، یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے، ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک حاذق ڈاکٹر کے مطب میں سات برس بیٹھا۔ مجھے وہ وقت، وہ دن، وہ جگہ، وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں۔ میں نے ایک بار نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش و جاں فشانی سے نکالا، اور اس کی تائیدات مع تنقیح آٹھ ورق میں جمع کیں، مگر جب حضرت والد ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا تو انھوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ردّ ہو گئے۔''(۱)

فقیہ الہند حضرت شارح بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے فقیہ اعظم حضرت صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی (متوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) اور مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفی رضا قادری نوری (متوفی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) سے فتویٰ نویسی کی تربیت پائی تھی اور سراج الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین

(۱) الملفوظ، ج:۱، ص:۴۷، رضا اکیڈمی، ممبئی، ۲۰۰۳ء۔

رضوی نے حضرت شارح بخاری سے فقہ و افتا کی تربیت حاصل کی، اس طرح صرف دو واسطوں سے آپ فقہ و افتا میں فیضان رضا سے بہرہ ور اور مستفیض ہیں، اور آپ کے فتاویٰ میں امام احمد رضا قدس سرہ کی علمی تحقیق اور فقہی بصیرت کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔

۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں جامعہ اشرفیہ، مبارک پور سے فراغت کے بعد جامعہ کے ارباب حل و عقد نے تدریس کے ساتھ افتا کے کام کے لیے آپ کا انتخاب کیا، اور حضرت شارحِ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیر نگرانی آپ نے فتویٰ نویسی کا کام شروع فرمایا، ابتدا میں آپ شارح بخاری کے پاس بیٹھ کر ملک و بیرون ملک سے آئے ہوئے سوالات پڑھ کر سناتے، اور حضرت جو جواب بولتے آپ اسے لکھا کرتے، پھر حضرت آپ کو کچھ سوالات بھی دینے لگے اور ان کے جوابات لکھ کر سنانے کی تلقین فرمانے لگے۔ چند سالوں تک حضرت شارحِ بخاری کی بارگاہ میں اصلاح و تربیت کے عمل سے گزرنے کے بعد آپ کو اس فن میں خاصی مہارت اور کمال حاصل ہوگیا۔ مندرجہ ذیل سطور میں حضرت شارح بخاری سے تربیت و اصلاح لینے کی کہانی خود حضرت سراج الفقہا کی زبانی ملاحظہ فرمائیں، آپ اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں:

''ہم سبھی لوگوں نے فتویٰ نویسی اس طور پر سیکھی کہ سوال پڑھ کر حضرت کو سناتے، اور حضرت اس کا جواب املا کراتے، املا کے دوران حوالے کے لیے فقہی عبارتوں کی تلاش کبھی املا نویس کرتے، اور کبھی خود حضرت۔ اس دوران ہم الگ سے کچھ مسائل کا جواب اپنے طور پر بھی لکھ کر سناتے اور اصلاح لیتے۔ جب حضرت کو یہ محسوس ہوتا کہ اب یہ خود سے فتویٰ لکھ سکیں گے تو املا نویسی بند کر کے اپنے طور پر فتوے لکھنے کا کام سپرد فرماتے، پھر ان کی اصلاح کر کے اپنی تصدیق کے ساتھ جواب جاری کرتے۔

فتوے کی اصلاح کا کام بہت مشکل ہوتا ہے۔ خود میرا حال یہ ہے کہ سوال بار بار بغور پڑھتا ہوں، پھر مطالعہ کر کے اس کا جواب لکھتا ہوں، لکھنے کے بعد ایک بار پھر سوال و جواب پر نظر ثانی کرتا ہوں ان مراحل سے گزر کر پھر اصلاح کے لیے حضرت کو سناتا ہوں، حضرت پورا سوال و جواب بہت غور سے حاضر دماغی کے ساتھ سنتے اور اصلاح فرماتے ہیں، کبھی کبھی فرماتے ہیں کہ سائل نے ایک بات یہ بھی دریافت کی ہے اس کا جواب نہیں ہوا ہے۔ میرے ہزاروں فتاویٰ ہیں، اور ان پر حضرت کی قیمتی

اصلاحات بھی۔ نہ سب یاد ہیں، نہ سب کو اس وقت پیش کر سکتا ہوں۔

مفتی پر لازم ہے کہ نقول مذہب پر سختی کے ساتھ قائم رہ کر اسی کے مطابق فتوے لکھے، لیکن ساتھ ہی حالات زمانہ کی رعایت، عرف و عادات ناس سے واقفیت اور صورت مسئلہ کی تبدیلی پر بھی نظر رکھنی ضروری ہوتی ہے، میں اس باب میں جامدِ محض تھا، مگر اب جامد نہیں۔ یہ تبدیلی مکمل طور پر حضرت (شارح بخاری) دام ظلہ العالی کی اصلاح و تربیت کا فیض ہے، جدید مسائل میں عصری اسلوب پر میری جو بھی تصانیف ہیں وہ اسی فکری پیداوار کی دین ہیں، ورنہ کہاں وہ جمود اور کہاں یہ شعور۔"(۱)

اس طرح آپ نے ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء سے لے کر ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء تک مسلسل بیس سال حضرت صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی اور مفتی اعظم علامہ مصطفی رضا نوری علیہما الرحمہ کے نظر کردہ و پروردہ باکمال فقیہ و مفتی حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگرانی و سرپرستی میں پوری محنت اور لگن کے ساتھ فتویٰ نویسی کا کام کیا۔ اور حضرت کی زندگی ہی میں برصغیر کے ایک جلیل القدر فقیہ و مفتی اور جدید شرعی مسائل کے ایک عظیم محقق کی حیثیت سے مشہور ہوگئے، اور اپنے استاذ و مربی کا مکمل وثوق و اعتماد حاصل کر لیا۔ خود حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی عمر کے دور اخیر میں اس کا برملا اعتراف و اظہار فرماتے تھے اور آپ کے فتاویٰ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور کھلے دل سے ان کی تعریف و تحسین فرماتے تھے۔ حضرت شارح بخاری آپ کی کتاب "جدید بینک کاری اور اسلام" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"جب یہ ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں فارغ ہوگئے تو ان کے سر پر ہوش مندی کے درخشاں ستارے کو میرے علاوہ اس وقت کے (جامعہ اشرفیہ کے) ارباب حل و عقد نے بھی دیکھا۔ میرے مبارک پور پہنچنے کے بعد دارالافتا کا کام بہت بڑھ گیا تھا، دارالافتا میں بھی ایک آدمی کی ضرورت تھی۔ میری درخواست پر ارباب حل و عقد نے انھیں تدریس واِفتا دونوں کاموں پر مشترک رکھا۔ اور اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ میں نے یا ارباب حل و عقد نے انھیں منتخب کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی تھی، بلکہ ایسا انتخاب کیا تھا جو بالکل صحیح اور بجا تھا۔ تدریس و افتا دونوں شعبوں میں یہ ہر طرح کامیاب رہے، شعبۂ اِفتا میں ان کی کامیابی کی دلیل یہ کتاب تو ہے ہی، ان کے ہزاروں فتاویٰ بھی ہیں اور ان

(۱) معارف شارح بخاری، ص:۸۷۳-۸۷۵ [ملخصًا]، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئی، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء۔

کی دوسری تصانیف بھی۔

اس وقت جب کہ میں بہ تقاضاے سن، اِضمحلالِ قُویٰ وضعف بصارت کی وجہ سے، نیز بعض شدید ترین ذہنی الجھنوں کی وجہ سے اہم فتاویٰ لکھنے سے معذور ہوں، یہی اس قسم کے تمام اہم فتاویٰ لکھتے ہیں، اور بہت غور وخوض اور کامل مطالعہ کے بعد لکھتے ہیں جس سے مجھے ان پر مکمل اعتماد ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ رہے گا۔"(۱)

حضرت سراج الفقہا دام ظلہ نے اب تک دس ہزار سے زائد فتاویٰ تحریر فرمائے، اور تادم تحریر تسلسل کے ساتھ فتویٰ نویسی کا کام جاری وساری ہے۔ ۶ر صفر ۱۴۲۱ھ/۱۱ر مئی ۲۰۰۰ء میں حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رحلت کے کچھ عرصے ہی کے بعد آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے صدر شعبۂ افتا کے منصب جلیل پر فائز ہوگئے، اور اِس وقت نصف درجن مفتیان کرام آپ کی نگرانی میں فتویٰ نویسی کا کام کر رہے ہیں، اور آپ فتویٰ نویسی کے ساتھ ہی ان کے فتاویٰ کی اصلاح اور تصدیق وتائید کی ذمہ داری بھی نبھاتے ہیں۔ شعبۂ تخصّصِ فقہ کے طلبہ بھی برابر آپ سے قضا وافتا کی تربیت لیتے اور فتویٰ نویسی کی مشق کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال (۳ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ) کے بعد شوال ۱۴۲۲ھ سے ایک زمانے تک(۲) مرکز تربیت افتا کے صدر اعلیٰ کی حیثیت سے وہاں کے شعبۂ افتا کے طلبہ کی اصلاح وتربیت بھی فرماتے رہے ہیں۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ آپ کے زیر نگرانی لکھے گئے فتاویٰ تقریباً ۱۳۵۰ صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں منظر عام پر آچکے ہیں جن میں اکہتر ابواب کے ایک ہزار تین سو تیرہ مسائل ہیں۔ یہ حضرت مفتی صاحب کی مخلصانہ خدمات کا بہترین ثمرہ ہے۔ اس طرح اس میدان میں آپ کی شخصیت بے نظیر اور آپ کی خدمات آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین۔

بحث وتحقیق اور مقالہ نگاری:

بحث وتحقیق اور مقالہ نگاری میں بھی آپ منفرد عالمانہ اسلوب کے مالک ہیں۔ جامعہ اشرفیہ

(۱) جدید بینک کاری اور اسلام، "تصدیق جلیل از شارح بخاری" ص: ۱۷، ۱۸، ناشر مکتبہ برہان ملت، مبارک پور۔

(۲) شوال ۱۴۲۲ھ تا ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ چودہ سال سے زائد۔

کے شعبۂ تخصص فی الفقہ میں داخلہ کے بعد آپ نے بحث وتحقیق اور مقالہ نگاری کی طرف توجہ فرمائی اور بڑی محنت، لگن اور کوشش سے اس فن میں مہارت وکمال حاصل کیا۔ تخصص فی الفقہ کے لیے آپ کے مقالہ کا موضوع تھا ”فقہ حنفی کا تقابلی مطالعہ: کتاب وسنت کی روشنی میں۔“ اور اس مقالہ کے نگراں شیخ القرآن حضرت علامہ عبد اللہ خان عزیزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے جو بڑے روشن فکر، وسیع النظر، عالی دماغ اور جید عالم دین تھے، بحث وتحقیق اور قرطاس وقلم کا بھی اچھا ذوق اور وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ حضرت سراج الفقہاء نے باضابطہ ان سے یہ فن سیکھا اور اپنی فطری ذہانت اور خداداد صلاحیت سے اس میں کمال پیدا کیا، آپ نے بارہا راقم سطور سے اس کا اظہار فرمایا اور خود اپنے ایک مقالہ میں اس کی صراحت بھی کی ہے۔ آپ رقم طراز ہیں:

”کچھ مجبوریوں کی وجہ سے درجۂ سابعہ یا زیادہ سے زیادہ درجۂ فضیلت کے بعد ترک تعلیم اور ملازمت کا ارادہ تھا۔ حضرت شیخ القرآن کے حکم پر بادلِ ناخواستہ کسی طرح آمادہ ہوا۔ اور درجہ تحقیق میں آنے کے بعد جو حیرت انگیز تبدیلی میرے ذہن وفکر میں آئی وہ روایتی درس وتدریس سے نہیں، بلکہ مقالہ نویسی کے لیے جدوجہد سے آئی، سچ یہ ہے کہ تحریری حیثیت سے مجھے ایک خط لکھنے کا بھی جیسا سلیقہ ہونا چاہیے تھا، نہ تھا۔ مقالہ کے لیے مواد کی فراہمی کیسے کی جائے اس سے ناآشنا تھا، کسی مسئلہ کی تحقیق کیسے ہونی چاہیے اس کا شعور نہ تھا۔ میں اپنے مقررہ مقالہ کا ابتدائی مضمون لکھ کر مقالہ کے نگراں استاذ مکرم (حضرت شیخ القرآن) کو سترہ روز تک دکھاتا رہا۔ وہ ملاحظہ فرما کر مسکراتے ہوئے کچھ ہدایات کے ساتھ واپس فرمادیتے۔ ایک روز فرمایا کہ اب تمھارا یہی مضمون میں بولتا ہوں، تم لکھو۔ املا نویسی شروع ہوگئی، تقریباً پون گھنٹے کی املا نویسی سے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اندھیرے سے اجالے میں آگیا ہوں۔ یہ سلسلہ تدریجاً سال بھر یا اس سے زیادہ دنوں تک چلتا رہا۔ اور میرے پاس جو کچھ تحریری صلاحیت ہے وہ اسی املا نویسی کا فیض ہے، اور تحقیق کا جو کچھ بھی ذوق ہے وہ اسی مقالہ نویسی کی دین ہے۔ اس بابرکت مقالہ کا عنوان تھا: ”فقہ حنفی کا تقابلی مطالعہ، کتاب وسنت کی روشنی میں۔“ یہ مقالہ تو تیار نہ ہوسکا[1] لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اسی کی برکت سے میں کسی قابل ہوسکا، اور آج میرے پاس جو کچھ بھی سرمایہ ہے اس

---

(۱) کیوں کہ موضوع مبسوط ہونے کی وجہ سے وسیع مطالعہ اور کافی وقت درکار تھا دو سال کا زمانہ اصول فقہ اور فقہ کے منتخب موضوعات پر مطالعہ اور تقریباً ۱۵۰ صفحات پر مشتمل مقالہ مرتب کرنے میں گزر گیا۔ ۱۲ منہ

کا وسیلہ یہی مقالہ ہے، بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ حضرت شیخ القرآن علامہ عبد اللہ خان عزیزی کی کرم فرمائی اور ان کی ذہنی کاوش کا نتیجہ ہے۔"(۱)

آپ کے قلم سے بہت سے وقیع اور شان دار مقالات و مضامین منصہ شہود پر آئے اور آپ کے اشہب قلم نے جس میدان کارزار کا رخ کیا اسے سر کیے بغیر نہ چھوڑا، جس حق کو چاہا اس کا چہرہ نکھار کر روشن کر دیا، اور جس باطل پر کمند ڈالی اسے کھینچ کر روند ڈالا، اس طرح آپ کے قلم میں فیضان فاروق اعظم کی روشنائی رواں دواں اور علماے ربانیین کی حمایت حق اور استیصالِ باطل کی جلوہ آرائی اور کار فرمائی صاف جھلکتی نظر آتی ہے۔

آپ کے مقالات و مضامین اور قلمی نقوش و آثار، علمی و تحقیقی اسلوب کا خوب صورت رنگ لیے رہتے ہیں، باتیں نپی تلی اور پتے کی ہوتی ہیں، مضامین کی فراوانی بھی خوب ہوتی ہے، لیکن مفہوم کی ترسیل اور معانی کی تفہیم کہیں بھی متاثر ہوتی نظر نہیں آتی، آپ کے ان قلمی نقوش کا امتیازی وصف، تحقیق و تدقیق ہوتا ہے۔

مختلف دینی و علمی موضوعات پر آپ کی قیمتی اور جامع تحریریں، وقیع اور گراں قدر مقالے ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، جام نور دہلی، کنز الایمان دہلی، سہ ماہی سنی دعوت اسلامی ممبئی، ماہ نامہ تہذیب الاخلاق علی گڑھ، ماہ نامہ رفاقت پٹنہ، ماہ نامہ حجاز جدید دہلی، ماہ نامہ معارف رضا کراچی، سال نامہ "اہل سنت کی آواز" مارہرہ شریف، سال نامہ "یادگار ایوبی" بیپرا کنک، کشی نگر وغیرہ رسالوں میں شائع ہو کر عوام و خواص کے درمیان مقبول ہوتے رہے ہیں، ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور میں پابندی کے ساتھ آپ کے منتخب فتاویٰ اور گراں قدر مضامین چھپ کر ماہ نامہ کا وقار بلند کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی فکر و قلم کو مزید استحکام اور توانائی بخشے اور انھیں اپنے خاص فیضان و توفیق کا حسین سنگم بنائے۔

مسندِ تدریس و ارشاد پر:

جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے فراغت کے بعد جامعہ کے ذمہ داروں نے آپ کو افتا کے ساتھ تدریس کے لیے بھی منتخب فرمایا، اور بہ قول شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ

---

(۱) مقدمہ معارف التنزیل، ص:۲۵۔

"ان لوگوں نے اس انتخاب میں کوئی غلطی نہیں کی، بلکہ ایسا انتخاب کیا جو بالکل صحیح اور بجا ہے۔"(۱)

اس طرح ۱۹۸۱ء سے آج تک مسلسل چالیس سال سے پوری تیاری اور ذمہ داری کے ساتھ بڑی عرق ریزی اور جاں سوزی اور کمالِ مہارت کے ساتھ آپ تشنگانِ علوم کو سیراب کر رہے ہیں، زیادہ تر آپ کے ذمہ درجاتِ عالمیت و فضیلت اور تخصص کی کتابیں ہوتی ہیں۔ جنھیں آپ پوری حاضر دماغی کے ساتھ پڑھاتے اور صحیح معنوں میں حق تدریس ادا کرتے ہیں۔ آپ کے درس کی کچھ الگ ہی شان ہوتی ہے۔ اسی لیے طلبہ آپ کے درس میں بڑی رغبت اور شوق سے شریک ہوتے ہیں اور ہمہ تن گوش ہو کر سنتے اور استفادہ کرتے ہیں۔ تدریس کے باب میں آپ کی سوچ یہ ہے کہ طلبہ کو زدوکوب اور سختی کے ذریعہ درس کا پابند نہ بنایا جائے، بلکہ محنت اور کوشش کر کے اپنے درس کو اتنا دلچسپ بنا دیا جائے کہ طلبہ خود کشاں کشاں درس گاہ کی طرف چلے آئیں اور پوری توجہ سے درس سماعت کریں۔

ابتدا میں آپ نے اپنے درس کو دلچسپ بنانے کے لیے اپنے اساتذۂ کرام میں سے حضرت شیخ القرآن علامہ عبد اللہ خاں عزیزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خصوصی استفادہ کیا اور طلبہ کو اپنے درس کا گرویدہ بنا لیا۔ اس کی کہانی خود انھیں کی زبانی نذرِ قارئین ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"میری تدریس کے دوسرے سال، تفسیر کی عظیم الشان کتاب "جلالین شریف" میرے زیر درس آئی، (ابتدا میں) اس کتاب کے کئی صفحات کا مطالعہ کر لینے کے بعد بھی میں تشنہ ہی رہا، اور میرے ذہن میں کوئی ایسا طریقۂ تدریس و تعلیم نہ آسکا جس پر گام زن ہو کر میں تشفی بخش درس دے کر مطمئن ہو جاتا۔ اور طلبہ پورے ذوق و شوق کے ساتھ درس گاہ میں حاضر ہو کر میری درسی تقریر کامل توجہ کے ساتھ سماعت کرتے۔ میں اس بات کا قائل نہیں کہ طلبہ کو غیر حاضری پر زدوکوب کیا جائے، میرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ درس اتنا پر مغز، تسلی بخش اور دلچسپ بنا دیا جائے کہ طلبہ خود ہی کشاں کشاں درس گاہ میں حاضر ہو جائیں، مگر جلالین شریف کے پڑھانے کے لیے مجھے ایسے مواد فراہم نہیں ہو پا رہے تھے۔ اس لیے اپنے استاذ مکرم شیخ القرآن مد ظلہ العالی کی بارگاہ میں حاضری دی اور اپنی الجھن سے آگاہ کیا تو حضرت مسکرانے لگے، فرمایا کہ جلالین شریف کا درس تو بہت دلچسپ اور کامیاب ہو سکتا ہے۔ پھر حضرت نے کئی ایک قیمتی معلومات دیں، اور خاص کر طریقۂ تدریس کے تعلق سے فرمایا کہ "جلالین شریف میں تفسیر کا

---

(۱) تقدیم "جدید بینک کاری اور اسلام" ص:۱۸، ناشر مکتبہ برہان ملت، مبارک پور، اعظم گڑھ ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء۔

کوئی نقطہ بھی زائد نہیں ہے۔ ہر لفظ بقدرِ حاجت لایا گیا ہے اور ساتھ ہی اس لفظ کے ذریعہ تفسیر کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہے۔ آپ وجہِ تفسیر بتانے کا التزام کریں درس مقبول ہوگا۔" پھر حضرت نے تین چار سطریں پڑھ کر مختلف کلمات پر توجہ دلاکر ان کی وجہِ تفسیر بتائی۔ اب مجھے گوہر مقصود حاصل ہوگیا تھا اور قلب و فکر کے دریچے کھل چکے تھے، دل باغ باغ ہوگیا۔

اس کے مطابق درس شروع کیا تو طلبہ میں اس کا شہرہ پھیل گیا۔ دوسرے یا تیسرے روز حضرت صدر المدرسین بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ ﷫ میری درس گاہ میں تشریف لائے، اور فرمایا کہ کس طرح پڑھاتے ہو کہ طلبہ میں بے پناہ پذیرائی ہو رہی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ وجوہِ تفسیر کے بیان کا التزام کرتا ہوں۔ تو فرمانے لگے کہ سبحان اللہ، یہی طریقۂ تدریس حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تھا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ حضور حافظ ملت کے ایک تلمیذ کے ذریعہ مجھے ان کی (علمی) میراث کا نہایت قیمتی سرمایہ ملا، اور اب وہ میراث ان کے تلمیذ کے تلمیذ کے تلامذہ میں بغیر کسی "مناسخہ" کے تقسیم ہو رہی ہے۔"(۱)

آپ کی درسی تقریر بہت واضح، شستہ اور جامع ہوتی ہے جو درس کے تمام ضروری گوشوں کو محیط ہوتی ہے، اگر کتاب کی عبارت بظاہر قابل اعتراض اور پیچیدہ ہوتی ہے تو اختصار و جامعیت کے ساتھ اس کی ایسی توضیح و تشریح فرماتے ہیں کہ سرے سے اعتراض ہی نہیں پڑتا اور عبارت شکوک و شبہات کے گرد و غبار سے پاک و صاف معلوم ہوتی ہے۔ عام حالات میں آپ کی درسی تقریر اطناب و تفصیل سے خالی ہوتی ہے لیکن جہاں موقع محل، تفصیل کا تقاضا کرتا ہے، وہاں آپ اس مقام کے تقاضوں کی بھرپور رعایت فرماتے ہیں۔ اس طرح آپ تدریسی میدان میں ایک نہایت ذمہ دار، مخلص اور کامیاب استاذ نظر آتے ہیں۔

منصبِ شیخ الحدیث پر:

محدّث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے بعد محدّث جلیل حضرت مولانا عبد الشکور مصباحی مدظلہ العالی جامعہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر مقرر

---

(۱) مقدمہ معارف التنزیل، ص:۲۶، ۲۷۔

ہوئے، اور جب شدید علالت کی وجہ سے جنوری ۲۰۱۶ء میں وہ اپنے صاحب زادے کے گھر الہ آباد تشریف لے گئے تو حضرت سراج الفقہاء دام ظلہ نے یہ علمی منصب سنبھالا اور پابندی کے ساتھ صحیح بخاری کا درس دینے لگے، اور طلبہ کو اپنے علمی فیضان سے بہرہ ور کرنے لگے۔

آپ کا درسِ بخاری بہت موثر، جامع اور محققانہ ہوتا ہے، پہلے طلبہ سے سند کے ساتھ احادیث بخاری کی عبارت خوانی کرواتے ہیں، اور اسے غور سے سنتے ہیں، غلطی ہونے کی صورت میں اس کی اصلاح کرتے ہیں، پھر حسبِ ضرورت ترجمہ اور تشریح کرتے ہیں، اس دوران احادیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اور فقہ الحدیث پر خصوصی توجہ دیتے ہیں، مختصر لفظوں میں باب کا خلاصہ، وجہِ مطابقت اور احادیث سے جدید وقدیم مسائل کا استخراج وطریقۂ استخراج اور مشکل مقامات کی توضیح اور مناسب حل آپ کے درس کا خصوصی حصہ ہوتا ہے۔

گزشتہ چار سالوں سے جشن ختم بخاری شریف کے حسین موقع پر صحیح بخاری کی آخری حدیث کا درس بھی دے رہے ہیں اور کمال کی بات یہ ہے کہ ہر سال حدیث کی تقریر وتشریح الگ اسلوب اور چشم کشا مباحث پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس سے جہاں حضرت سراج الفقہاء کے علمی وتحقیقی کمال کا پتا چلتا ہے، وہیں حدیث رسول اللہ ﷺ کی حیرت انگیز معنویت اور بے مثال جامعیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

علمی مذاکرات میں شرکت:

حضرت سراج الفقہاء دام ظلہ بہت سے علمی مذاکرات (سیمیناروں) اور فقہی مجلسوں میں شرکت فرما چکے ہیں، اور ان تمام مذاکرات میں آپ کی شرکت موثّر، فعّال، باضابطہ اور بامقصد رہی۔ بحثوں میں بھرپور حصہ لینا، موضوعات کے تمام ضروری گوشوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ایسی محققانہ گفتگو فرمانا کہ شکوک وشبہات کے تمام بادل چھٹ جائیں اور حق کا چہرہ روشن اور تابندہ ہو جائے یہ آپ کا طرۂ امتیاز ہے، آپ جس سمینار میں شرکت فرماتے ہیں اس کے میرِ مجلس اور روحِ رواں نظر آتے ہیں، آپ کی بحثیں اور تنقیحات فیصلہ کی بنیاد بنتی ہیں۔ حسنِ استدلال، زور بیان، طرزِ استخراج اور جزئیات کا برمحل اور مناسب انطباق کرنے میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اب تک آپ درج ذیل سمیناروں میں شرکت فرما چکے ہیں:

(۱) سہ روزہ سمینار، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، منعقدہ ۱۵، ۱۶، ۱۷، جنوری ۱۹۸۶ء، موضوع: "مدارس اسلامیہ میں سائنس کی ضرورت۔"

(۲) یک روزہ فقہی سمینار شرعی بورڈ، منعقدہ ۱۵ر صفر ۱۴۰۶ھ / ۳۰ر اکتوبر ۱۹۸۶ء، بمقام: جامعہ حمیدیہ بنارس۔

(۳) دو روزہ فقہی سمینار شرعی بورڈ، منعقدہ ۳ر ۴ر ذی قعدہ ۱۴۰۶ھ / ۱۱ر ۱۲ر جولائی ۱۹۸۷ء، بمقام: سنٹرل بلڈنگ، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ (یو۔پی۔)

(۴) چار روزہ فقہی سمینار شرعی بورڈ، ۲۶ر ۲۷ر ۲۸ر ۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ مطابق ۲۷ر ۲۸ر ۲۹ر ۳۰ر جنوری ۱۹۸۷ء بموقع عرس عزیزی، بمقام: جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔

(۵) یک روزہ فقہی سمینار شرعی بورڈ، اوائل ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ، بمقام: سنٹرل بلڈنگ، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ (یو۔پی۔)

شرعی بورڈ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے ان چار سمیناروں میں متعدد پیچیدہ مسائل کے ساتھ مندرجہ ذیل دو اہم موضوعات پر بحث و مذاکرہ ہوا:

(۱) رویتِ ہلال (۲) لاؤڈ اسپیکر پر نماز

ان میں آپ کے مقالہ "لاؤڈ اسپیکر پر نماز" کی بڑی پذیرائی ہوئی۔ یہی مقالہ بعد میں کچھ ترمیم و اضافہ کے ساتھ "لاؤڈ اسپیکر کا شرعی حکم" کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔

(۶) تیسرا فقہی سمینار زیر اہتمام مجمع الفقہ الاسلامی (انڈیا)، منعقدہ ۸ تا ۱۱ر جون ۱۹۹۰ء، بمقام: دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور (کرناٹک)۔

موضوعات: (۱) اسلامی بینکنگ (۲) بیع مرابحہ (۳) حقوق کی بیع

(۷) چوتھا فقہی سمینار زیر اہتمام مجمع الفقہ الاسلامی (انڈیا)، منعقدہ ۹ تا ۱۲ر اگست ۱۹۹۱ء، بمقام: دارالعلوم سبیل السلام، حیدرآباد (دکن)

موضوعات: (۱) دو ملکوں کی کرنسیوں کا ادھار تبادلہ (۲) بیمۂ جان و مال۔

ان دونوں سمیناروں میں تقریباً ڈھائی سو دیوبندی علما نے شرکت کی۔ حضرت سراج الفقہاء دام ظلہ نے ان میں شرکت فرما کر فقہی اصول و جزئیات کی روشنی میں اپنے موقف کو نہ صرف ثابت

فرمایا، بلکہ اپنے خلاف موقف رکھنے والے دیوبندیوں کے اکابر علما کو اپنے موقف پر نظر ثانی کرنے کے لیے مجبور کردیا اور اہل سنت و جماعت کا سر فخر سے اونچا کردیا۔ ان دونوں سمیناروں کی قدرے تفصیل حضرت شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی کتاب ''جدید بینک کاری اور اسلام'' کے مقدمہ میں بیان فرمائی ہے۔[۱]

(۸) علمی مذاکرہ، منعقدہ جامعہ قادریہ، رچھا، بریلی شریف، ستمبر ۱۹۸۹ء

موضوع: ''مدارس کے اسباب زوال اور ان کا علاج۔''

(۹) امام احمد رضا سمینار اور کانفرنس، منعقدہ ۱۰-۱۱/ شوال ۱۴۱۲ھ/۱۴-۱۵/ اپریل ۱۹۹۲ء، بمقام: لکھنؤ۔

موضوع مقالہ: ''امام احمد رضا کا ذوقِ عبادت مکتوبات کے آئینے میں۔''

(۱۰) صدر الافاضل سمینار، منعقدہ نومبر ۱۹۹۲ء، بمقام: تلشی پور، ضلع گونڈہ۔

موضوع مقالہ: ''صدر الافاضل بہ حیثیت مفسر قرآن۔''

(۱۱) صدر الشریعہ سمینار، منعقدہ ۲-۳/ ذوقعدہ ۱۴۱۷ھ/۱۱-۱۲/ مارچ ۱۹۹۷ء، بمقام: جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، مئو۔

موضوع مقالہ: ''بہار شریعت کا فقہی مقام۔''

(۱۲) اسلام اور تصوف سمینار، منعقدہ اکتوبر ۱۹۹۸ء، بمقام: مدرسہ فیض الرسول رچھا، بریلی شریف۔ موضوع مقالہ: ''اسلام اور تصوف۔''

(۱۳) البرکات سمپوزیم، منعقدہ ۲۲-۲۳/ جولائی ۲۰۰۰ء، بمقام: مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔ اس کے لیے آپ نے دو مقالے تحریر کیے:

۱- جامعۃ البرکات میں مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کی عصری تعلیم و تربیت۔

۲- فی الوقت سنّی جامعات کس نہج پر ہیں؟

(۱۴) مسائل قضا سے متعلق سمینار، منعقدہ ۱۵/ شعبان ۱۴۲۲ھ/۲/ نومبر ۲۰۰۱ء، بمقام: جامعہ قادریہ، دودھی، ضلع سون بھدر (یو۔پی۔)

---

(۱) دیکھیے مقدمہ ''جدید بینک کاری اور اسلام'' ص:۱۸، تا ۲۳، ناشر مکتبہ برہانِ ملت، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

موضوعِ مقالہ: ''عصر حاضر میں دار القضاء کی ضرورت اور چند مسائل۔''

(۱۵) دو روزہ سمینار و کانفرنس، منعقدہ ۲۴-۲۵/ مارچ ۲۰۰۴ء، بمقام: مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

موضوعِ مقالہ: ''اتر پردیش کے مسلمانوں کے مسائل اور ان کا حل۔''

(۱۶-۲۲) فقہی سمینار بورڈ دہلی کے مذاکرات:

فقہی سمینار بورڈ دہلی کے سات سیمینار منعقد ہوئے آپ نے پوری تیاری کے ساتھ ان میں شرکت فرمائی، بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ سبھی سمینار آپ کی ہی بدولت کامیابی سے ہم کنار ہوئے۔ یہ سمینار جولائی ۲۰۰۳ء سے جولائی ۲۰۰۵ء تک الگ الگ تاریخوں میں مختلف مقامات پر منعقد ہوئے۔ ان میں کل پچیس اہم موضوعات زیر بحث آئے اور بحث و مذاکرہ کے بعد ان کے شرعی احکام پر اتفاق ہوا۔

(۲۳) دوسرا سمینار، شرعی کونسل آف انڈیا، منعقدہ ۱۵-۱۶/ رجب ۱۴۲۶ھ/ ۲۱-۲۲/ اگست ۲۰۰۵ء بمقام: جامعۃ الرضا، متھرا پور، بریلی شریف۔

موضوعات: (۱) جدید ذرائع ابلاغ، ثبوتِ ہلال میں معتبر ہیں یا نہیں؟ (۲) جمرات کی موجودہ شکل میں رمیِ جمرات کا حکم (۳) انٹرنیٹ وغیرہ جدید آلات کے ذریعہ بیع و شرا کی حیثیت۔

(۲۴) دو روزہ فقہی سمینار، منعقدہ ۲۵-۲۶/ شعبان ۱۴۲۸ھ/ ۸-۹/ ستمبر ۲۰۰۷ء بمقام: کے کے بی فنکشن ہال، آدونی (حیدرآباد)

موضوع مقالہ: ''تقلید کی شرعی حیثیت۔''

(۲۵) سہ روزہ کل ہند فقہی سمینار و کانفرنس منعقدہ ۱۳-۱۴-۱۵/ اپریل ۲۰۰۷ء بمقام: اردو گھر، مغل پورہ، حیدرآباد (دکن)۔ یہ سمینار عصر حاضر کے ۱۹/ اہم مسائل پر ہوا۔

(۲۶) پانچ روزہ سمینار و تربیتِ اساتذہ کیمپ، منعقدہ ۷/ مارچ تا ۱۱/ مارچ ۲۰۰۸ء بمقام: امام احمد رضا لائبریری، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

موضوع مقالہ: ''تدریس فقہ و اصول فقہ۔''

(۲۷) اصلاحِ معاشرہ سمینار، منعقدہ ۲۵/ مئی ۱۹۹۴ء بمقام: الجامعۃ الاسلامیہ سکٹھی، مبارک پور۔

موضوع مقالہ: ”مسلم معاشرہ کی خرابیاں اور ان کی اصلاح کے راستے۔“

(۲۸) سہ روزہ کل ہند فقہی سیمینار و کانفرنس، جامعۃ المومنات حیدر آباد۔ ۲۰/ ۲۱/ ۲۲/ فروری ۲۰۰۹ء جمعہ، ہفتہ، اتوار۔ یہ سیمینار عصر حاضر کے تیس سے زیادہ مسائل پر ہوا۔

حیدر آباد کے پہلے اور بعد کے تمام سیمیناروں میں آپ کی شرکت بہت کامیاب اور اہم رہی، مندوبین کی بحثیں سن کر آپ سب کے دلائل پر گفتگو کرتے، پھر محاکمہ کے انداز میں ایک فیصلہ سناتے جس پر سب کا اتفاق ہوتا اور وہی قولِ فیصل قرار پاتا۔

۲۰۱۵ء والے سیمینار میں آخری روز آپ کو پونہ (مہاراشٹر) کے ایک اجلاس میں شریک ہونا تھا، اس لیے جب آپ معذرت کر کے مجلس مذاکرہ سے رخصت ہونے لگے تو مندوبین نے افسوس کا اظہار کیا اور کہنے لگے کہ ”یہاں سے آپ نہیں جا رہے ہیں، سیمینار کی روح جا رہی ہے، خدا آپ کو سلامت رکھے۔“

(۲۹) یک روزہ امام اعظم سیمینار، بارہ دری، لکھنؤ۔ ۲۴/ مارچ ۲۰۱۳ء۔

(۳۰ - ۵۵) مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سیمینار:

دور جدید کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل پیش کرنے اور نوجوان علمائے کرام کی فقہی تربیت کے لیے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ارباب حل و عقد نے مجلس شرعی مبارک پور کے نام سے ایک علمی و تحقیقی ادارہ قائم کیا، اس کے قیام میں حضرت سراج الفقہاء دام ظلہ کا بہت اہم اور بنیادی کردار ہے۔ اس مجلس کے زیر اہتمام اب تک مختلف موضوعات پر چھبیس فقہی سمینار ہو چکے ہیں۔ حضرت سراج الفقہاء ان علمی و فقہی مذاکرات کے روح رواں رہے ہیں، آپ مقررہ موضوعات پر تحقیقی مقالات بھی لکھتے ہیں اور مذاکرات کی نشستوں کی نظامت بھی فرماتے ہیں اور بحث و مذاکرہ میں حصہ لے کر مسائل کو حل کی منزل تک پہنچاتے ہیں۔ اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ **صدر مجلس شرعی، صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ ناظم تعلیمات و سابق صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا بیان بھی پڑھتے چلیں**، آپ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کے **خصوصی شمارہ ”تیرہواں فقہی سمینار نمبر“** میں تحریر فرماتے ہیں:

”نواں مرحلہ مذاکرات کی مجلسوں کا ہوتا ہے۔ انھی کی کامیابی سمینار کی کامیابی کہلاتی ہے

مندوبین کے علاوہ بہت سے مشاہدین بھی ان مجالس کے مناظر سے روشناس ہیں۔ اس لیے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں، تاہم یہ اشارہ ضروری ہے کہ اس مقام پر ناظم اجلاس حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی، صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ و ناظم مجلس شرعی کا کلیدی کردار ہوتا ہے۔ وہ زیر بحث موضوعات و مسائل کے علاوہ دیگر جزئیات واصول پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں اور زیر بحث مسائل پر پوری تیاری کے ساتھ شریک ہوتے ہیں، اس لیے بیش تر اختلافات ان کی تقریر و تدبیر سے بہت جلد سمٹ جاتے ہیں اور جو چند گوشے باقی رہ جاتے ہیں، ان میں ہمارے مندوبین کی بحثیں قابل ستائش نظر آتی ہیں جو مسائل پر اچھی گرفت رکھتے ہیں۔"(۱)

اور ماہ نامہ اشرفیہ، جون ۲۰۰۷ء کے خصوصی شمارے "فقہی سیمینار نمبر" میں فرماتے ہیں:

"گرامی مرتبت حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی، صدر شعبہ افتا الجامعۃ الاشرفیہ کی محنت و کاوش محتاجِ بیان نہیں، اب مجلس شرعی کی نظامت کی وجہ سے ان کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ سیمینار کی نظامت اور بحثوں کو سمیٹنے، پھر فیصلے کی منزل تک پہنچانے میں بھی ان کی علمی و تحقیقی مہارت کا خاص کردار ہوتا ہے۔ جو مشاہدین سے مخفی نہیں۔"(۲)

(۵۶-۶۴) خانقاہ قادریہ ایوبیہ کے سیمینار:

خانقاہ قادریہ ایوبیہ بیپراکنک، کشی نگر کے زیر اہتمام "امام اعظم ابو حنیفہ سیمینار" ۷/۸/۹ صفر ۱۴۳۴ھ/۲۱/۲۲/۲۳/ دسمبر ۲۰۱۲ء کو شہر ممبئی میں منعقد ہوا۔ اس میں آپ نے "فقہ حنفی کا مطالعہ کتاب و سنت کی روشنی میں" کے عنوان پر اپنا مقالہ پیش کیا، دوسرا سیمینار ۳/ جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ/ ۱۵/ مارچ ۲۰۱۳ء کو "فیضان برکات" کے عنوان پر منعقد ہوا، اس میں سراج الفقہا نے "عقائد نوری۔ سراج العوارف کے حوالے سے" کے زیر عنوان مقالہ پڑھا۔ تیسرا "فیضانِ خواجہ غریب نواز سیمینار" ۳/ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ/ ۵/ مارچ ۲۰۱۴ء کو ہوا، آپ کا مقالہ "حضرت خواجہ غریب نواز کا فقہی مذہب" کے عنوان پر تھا۔ چوتھا سیمینار "فیضان غوث اعظم" ۳/ جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ/ ۲۲/ فروری ۲۰۱۵ء کو ہوا، اس میں سراج الفقہا نے "حضرت غوث اعظم کا فقہی مسلک" کے عنوان پر مقالہ پیش

---

(۱) ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، شمارہ جون ۲۰۰۶ء، ص:۸۔

(۲) اداریہ، ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، شمارہ جون ۲۰۰۷ء، ص:۴۔

کیا۔ پانچواں سیمینار ''شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی'' ۳ر جمادی الاولی ۱۴۳۷ھ/۲۲ر فروری ۲۰۱۶ء اور چھٹا ''بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی سیمینار'' ۳ر جمادی الاولی ۱۴۳۸ھ/یکم فروری ۲۰۱۷ء کو منعقد ہوا۔ اس میں انھوں نے ''فن اصول فقہ میں حضرت بحر العلوم فرنگی محلی کی مہارت'' کے عنوان پر مقالہ پیش کیا۔ ساتواں ''شیخ عبد الحق محدث دہلوی سیمینار'' ۲۹ر جمادی الآخرہ ۱۴۳۹ھ/۱۸ر مارچ ۲۰۱۸ء کو منعقد ہوا۔

آٹھواں ''امام احمد رضا سیمینار'' ۲۸، ۲۹ر ربیع الآخر ۱۴۴۰ھ/۵،۶ر جنوری ۲۰۱۹ء کو ممبئی شہر میں منعقد ہوا، اس میں انھوں نے ''امام احمد رضا اور فقہی ضوابط کی تدوین'' کے زیر عنوان تفصیلی مقالہ پیش فرمایا۔ نویں سیمینار ''انوار قرآن (۱)'' میں آپ شریک نہ ہو سکے، لیکن دسواں ''انوار قرآن سیمینار (۲)'' ۴ر شعبان ۱۴۴۲ھ/۱۸ر مارچ ۲۰۲۱ء میں شرکت ہوئی اور قرآن کریم اور تنزیہ و تقدیس باری تعالیٰ'' کے عنوان پر مقالہ پڑھا، جو بہت پسند کیا گیا۔

تکریم نامے:

حضرت سراج الفقہا مدظلّہ کی دینی اور علمی خدمات کے اعتراف میں کئی تنظیموں اور خانقاہوں کی جانب سے متعدّد اعزازات بھی مل چکے ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) صدر الشریعہ ایوارڈ — (از: مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن، لکھنؤ)

(۲) حافظی ایوارڈ — (از: خانقاہ چشتیہ صمدیہ، پھپھوند شریف)

(۳) شبیہِ نعل پاک — (از: خانقاہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ شریف)

(۴) قائد اہلِ سنت ایوارڈ اور سراج الفقہا کا تکریمی خطاب

(از: علامہ ارشد القادری چیریٹیز انٹرنیشنل، جمشید پور)

(۵) شمس مارہرہ ایوارڈ — (از: جامعہ قادریہ حیات العلوم، شہزادپور، امبیڈکر نگر)

(۶) امام احمد رضا ایوارڈ — (از: تنظیم حسان رسول، قصبہ مبارک پور، اعظم گڑھ)

(۷) قبلہ عالم ایوارڈ — (از: خانقاہ چشتیہ صمدیہ، پھپھوند شریف)

(۸) امام اعظم ایوارڈ اور عمدۃ المحققین کا تکریمی خطاب

(از: علمائے کشی نگر و انجمن اسلامیہ پڈرونہ، ضلع کشی نگر)

(۹) امام احمد رضا ایوارڈ، مینائی ایجوکیشنل سوسائٹی، لکھنؤ۔

(۱۰) سرکار شاہ میراں ایوارڈ، آستانہ سرکار میراں، کھمبات، گجرات

(۱۱) سید شاہ عبدالحی اشرفی ایوارڈ (از: خانقاہ اشرفیہ، کچھوچھا شریف)

(۱۲) حافظ ملت ایوارڈ (از: تنظیم ابنائے اشرفیہ، مبارک پور)

(۱۳) حافظ ملت ایوارڈ (از: ارباب حل و عقد، قصبہ مبارک پور)

(۱۴) امام احمد رضا ایوارڈ مع اکیاون ہزار روپے (از: مدرسہ ضیاء العلوم، التفات گنج، امبیڈکر نگر)

(۱۵) پاسبان اہل سنت ایوارڈ (از: تحریک پاسبان اہل سنت، رسول پور، گورکھ ناتھ، گورکھ پور)

سفرِ حج وزیارت:

۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء اور ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء میں دوبار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۷ء پھر ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۳ء میں دوبار عمرہ کیا۔

غیر ملکی اسفار:

حضرت سراج الفقہا نے برطانیہ، اسکاٹ لینڈ، پاکستان، ماریشش کے دورے کیے۔ یہ اسفار خالص دینی و تبلیغی نوعیت کے ہیں۔

تصنیفات و تالیفات:

حضرت سراج الفقہا دام ظلہ کا قلم بڑا سیّال اور برق رفتار واقع ہوا ہے، اب تک آپ کے قلمِ زر نگار سے مختلف عنوانات پر سوا سو سے زائد مضامین اور مقالات معرضِ وجود میں آچکے ہیں۔ ان میں سے کچھ خاص مقالے یہ ہیں:

(۱) قیاس حجت شرعی ہے (۲) اتر پردیش کے مسلمانوں کے مسائل اور ان کا حل (۳) امام احمد رضا اور جدید فقہی مسائل (۴) امام احمد رضا کا ذوقِ عبادت مکتوبات کے آئینے میں (۵) تقلید عرفی کی شرعی حیثیت (۶) پرنٹنگ ایجنسی کے احکام (۷) سرکار غوث اعظم کا فقہی مسلک (۸) تصوف اور اسلام (۹) حضور مفتی اعظم بحرِ فقاہت کے درِ شاہوار (۱۰) قضاۃ اور ان کے حدود و ولایت (۱۱) بہار شریعت کا

مختصر تعارف (۱۲)حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی مذہب (۱۳) اسلامی درس گاہوں کے اسبابِ زوال اور ان کا علاج (۱۴)مساجد میں مدارس کا قیام (۱۵)میوچول فنڈ کی شرعی حیثیت (۱۶) پرافٹ پلس کی شرعی حیثیت (۱۷)درآمد برآمد ہونے والے گوشت کا حکم (۱۸) زینت کے لیے قرآنی آیات کا استعمال (۱۹)فیضانِ رسالت (۲۰)مصطفی جانِ رحمت اور حقوقِ انسانی (۲۱)مذہبی چینل کا شرعی حکم فتاوی رضویہ کی روشنی میں (۲۲)لغزشِ زبان سے صادر ہونے والے کلمات کب کفر ہیں، کب نہیں؟ (۲۳) مسلکِ اہلِ سنت ہی مسلکِ اعلیٰ حضرت ہے (۲۴)حدیثِ افتراقِ امت اور بہتر فرقے (۲۵)نماز کے احکام پر ریل کے بدلتے نظام کا اثر (۲۶)انٹر نیٹ کے مواد و مشمولات کا شرعی حکم (۲۷)غیر رسمِ عثمانی میں قرآن حکیم کی کتابت (۲۸)ڈی این اے ٹیسٹ شرعی نقطۂ نظر سے (۲۹)قومی و ملی مسائل میں اہلِ سنت کا کردار- ضرورت اور طریق کار (۳۰) جینیٹک ٹیسٹ اور اس کی شرعی حیثیت (۳۱)جدید ذرائعِ ابلاغ سے نکاح کب جائز، کب ناجائز؟ (۳۲)بلیک برن وغیرہ بلادِ برطانیہ میں عشا، وتر اور صوم کے وجوب کی تحقیق (۳۳)روزہ میں گل لگانے کی شرعی حیثیت (۳۴)سفر میں جمع بین الصلاتین (۳۵)صدقۂ فطر کا وزن ۲ر کلو ۴۷ر گرام ہے (۳۶)مسجد دوسری جگہ منتقل نہیں ہو سکتی (۳۷)قربانی کے فضائل و مسائل (۳۸)نماز کی اہمیت مسائل کی روشنی میں (۳۹)آج کل سنی جامعات کس نہج پر ہیں (۴۰)اختلافی مسائل رحمت یا زحمت؟ (۴۱) سنّی دار الافتا کا کردار اور مفتیانِ عظام (۴۲)بیمۂ جان و مال کی تحقیق (۴۳)الکحل آمیز دواؤں کا استعمال (۴۴) جھوٹ بولنے کا دردناک انجام (۴۵)دینِ حق اور اس کی بے بہا تعلیمات (۴۶)فلمی گانوں کا ہول ناک منظر (۴۷)میوزک نماذکر کے ساتھ نعتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنا اور سننا (۴۸)ایڈز زدہ حاملہ عورت کو حمل ساقط کرانے کی اجازت نہیں (۴۹)چیک اور پرچی کی کٹوتی کا شرعی حکم (۵۰)ڈیوٹی اور ان کے منافع پر زکوۃ (۵۱) دیہات میں جمعہ و ظہر با جماعت (۵۲) باغات و تالاب کا رائج اجارہ (۵۳)غیر مسلم ممالک میں جمعہ و عیدین (۵۴)تقلیدِ غیر کب جائز، کب ناجائز؟ (۵۵) چھت سے سعی و طواف کا مسئلہ (۵۶)حاجی مقیم پر قربانی واجب ہے (۵۷)معاملہ کرایہ فروخت شرعی نقطۂ نظر سے (۵۸)بیت المال، مسلم کالج اور اسکول کے نام پر تحصیلِ زکوۃ (۵۹)یورو کائنیز انجیکشن سے علاج کا شرعی حکم (۶۰)صاحبِ زمین پر قربانی و صدقۂ فطر کا وجوب (۶۱)انجکشن مفسدِ صوم ہے، یا نہیں (۶۲)واشنگ مشین میں دھلے گئے کپڑے پاک ہیں، یا

ناپاک؟ (۶۳)حالتِ احرام میں خوشبو دار مشروبات پینے کا حکم (۶۴)عصر حاضر میں دار القضا کی ضرورت (۶۵)تمنائے موت شرعاً ممنوع ہے (۶۶)استمداد و استعانت پر ایک تحقیقی بحث (۶۷)اسلامی تصورِ توحید اور ائمۂ کرام (۶۸)مدارس میں طریقت اور خانقاہوں میں شریعت کا نفاذ ہو (۶۹)اسماء و صفاتِ باری تعالیٰ (۷۰)حافظِ ملت اپنی تعلیمات کے آئینے میں (۷۱)حضور احسن العلما بحیثیت شیخ کامل (۷۲)حضرت صدر الافاضل بحیثیت مفسرِ قرآن (۷۳)حضرت صدر العلما میرٹھی بشیر القاری کے آئینے میں (۷۴)مسلم معاشرے کی خرابیاں اور ان کی اصلاح کے راستے (۷۵)اصولِ تدریسِ فقہ و اصولِ فقہ (۷۶)جبری جہیز کی لعنت (۷۷) الإمام الترمذی ومآثره العلمية (عربی) (۷۸) المحدث أحمد علی السهارن فوري (عربی) (۷۹) ترجمة صاحب الصحيح: الامام أبي الحسن مسلم بن الحجاج القشيری- رحمة الله تعالی عليه- (عربی) (۸۰) ترجمة الشارح: الإمام أبي زكريا يحيي بن شرف النووی شارح صحيح مسلم (عربی)

ان میں سے دو مقالات [۱- اور- ۵] شامل کتاب ہیں۔

مقالات کے علاوہ درج ذیل علمی و تحقیقی کتابیں آپ کے قلم سے اب تک معرضِ تحریر میں آچکی ہیں، ان میں کچھ مطبوعہ ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ:

(۱) الحواشی الجليّه فی تاييد مذهب الحنفيّة علی شرح صحيح مسلم (۲) فقہ حنفی کا تقابلی مطالعہ کتاب و سنت کی روشنی میں (۳)عصمت انبیا (۴)لاؤڈ اسپیکر کا شرعی حکم (۵)شیئر بازار کے مسائل (۶)جدید بینک کاری اور اسلام (۷)مشینی ذبیحہ مذاہب اربعہ کی روشنی میں (۸) مبارک راتیں (۹)عظمت والدین (۱۰)امام احمد رضا پر اعتراضات-ایک تحقیقی جائزہ (۱۱)ایک نشست میں تین طلاق کا شرعی حکم (۱۲)فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول (۱۳)دو ملکوں کی کرنسیوں کا ادھار، تبادلہ و حوالہ (۱۴)انسانی خون سے علاج کا شرعی حکم (۱۵)دکانوں، مکانوں کے پٹے اور پگڑی کے مسائل (۱۶)تحصیل صدقات پر کمیشن کا حکم (۱۷)خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام (۱۸)تعمیر مزارات احادیث نبویہ کی روشنی میں (۱۹)خسر، بہو کے رشتے کا احترام اسلام کی نگاہ میں (۲۰)اعضا کی پیوند کاری (۲۱)فلیٹوں کی خرید و فروخت کے جدید طریقے (۲۲)بیمہ وغیرہ میں ورثہ کی نامزدگی کی شرعی حیثیت (۲۳)فقدان زوج کی مختلف صورتوں کے احکام (۲۴)کان اور آنکھ میں دوا ڈالنا مفسدِ صوم

ہے، یا نہیں (۲۵) جدید ذرائع ابلاغ اور رویت ہلال (۲۶) الوبل البعاء، قرض اور ان کے احکام (۲۷) طبیب کے لیے اسلام اور تقوی کی شرط (۲۸) نیٹ ورک مارکیٹنگ کا شرعی حکم (۲۹) فسخ نکاح بوجہ تعسر نفقہ (۳۰) فقہ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت فتاوی رضویہ کے حوالے سے (۳۱) مسلک اعلی حضرت عصر حاضر میں مسلک اہل سنت کی مترادف اصطلاح (۳۲) جداگانہ احکام اور فقہی اختلافات کے حدود حقائق و شواہد کے اجالے میں (۳۳) چلتی ٹرین میں نماز کا حکم فتاوی رضویہ اور فقہ حنفی کی روشنی میں (۳۴) مساجد کی آمدنی سے اے سی وغیرہ کے اخراجات کا انتظام (۳۵) تعدی مرض شرعی نقطہ نظر سے (۳۶) خلافت شرعی اور فضائل خلفاے راشدین (۳۷) جلوس عید میلاد النبی ﷺ سنت صحابہ کی یادگار (۳۸) برقی کتابوں کی خرید و فروخت شرعی نقطہ نظر سے (۳۹) مسئلۂ کفاءت عصر حاضر کے تناظر میں (۴۰) بینکوں کی ملازمت شریعت کی روشنی میں (۴۱) اجتہاد کیا ہے اور مجتہد کون؟ (۴۲) تہتر میں ایک کون؟ (۴۳) ترک تقلید اور غیر مقلدین کے اجتہادی مسائل (۴۴) ثبوت ہلال کی نو صورتیں (۴۵) اور ۱۵/ جلدوں میں آپ کے لکھے ہوئے فتاوی، جو دار الافتا، جامعہ اشرفیہ کی امانت ہیں۔

مرتب کردہ کتابیں:

☆ صحیفہ مجلس شرعی جلد اول (یکے از مرتبین) ☆ صحیفہ مجلس شرعی جلد دوم ☆ مجلس شرعی کے فیصلے جلد اول و دوم ☆ انوار امام اعظم (یکے از مرتبین) ☆ جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے (تین جلدیں) جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے (دو جلدیں) ان کے سوا سب کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

برکاتی فیضان

دیار اولیا، مارہرہ مطہرہ کے مشائخ کرام سے حضرت سراج الفقہا کی قلبی عقیدت اور وابستگی جبرامت حضور سیدی مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میراث میں ملی ہے اور وہاں پر حاضری کا سلسلہ اکتوبر ۱۹۹۲ء سے شروع ہوا ہے۔

حضرت سراج الفقہاء بچپن میں حضرت سید العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا چرچا سنتے تھے مگر ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوا، آپ مدرسہ عزیز العلوم نان پارہ ضلع بہرائچ میں زیر تعلیم تھے، وہیں آپ کو اطلاع ملی کہ حضرت سید العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وصال فرما گئے تو آپ کو بڑا قلق ہوا۔

وہاں کے اکابر میں آپ کی سب سے پہلی ملاقات اپریل ۱۹۹۲ء میں حضرت سیدی احسن العلما مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ممبئی میں ہوئی اور خانقاہ برکاتیہ میں پہلی حاضری کا شرف اُسی سال ماہِ اکتوبر میں حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ حاصل ہوا۔

ملاقات کی تقریب یہ ہوئی کہ آپ کسی ضرورت سے ممبئی تشریف لے گئے تھے وہیں معلوم ہوا کہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے سجادہ نشین احسن العلما حضرت مولانا سید مصطفی حیدر حسن (رحمۃ اللہ علیہ) بمبئی تشریف لائے ہوئے ہیں اور کھڑک مسجد کے حجرے میں قیام ہے، آپ تو مشتاق دید پہلے ہی سے تھے، اشتیاق اور بڑھ گیا، اپنے ایک تلمیذ مولانا مفتی جلال الدین نوری امام سنی نئی مسجد گھٹرپ دیو (سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور) سے فرمائش کی کہ حضرت سے ملاقات کرائیں، نماز عشا کا وقت قریب تھا، اس لیے انھوں نے عشا تک کی مہلت چاہی، بعد عشا وہ مفتی صاحب کو لے کر کھڑک مسجد پہنچے تو دیکھا کہ وہاں عجیب منظر ہے پورا حجرہ عقیدت مندوں کے ہجوم سے بھرا ہوا ہے اور ایک تخت پر حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسند لگائے سب کو خطاب فرمارہے ہیں۔ حضرت نے دیکھتے ہی اشارہ فرمایا، سراج الفقہا قدموں میں حاضر ہوئے، سلامِ مسنون و دست بوسی کے بعد جب نوری صاحب نے تعارف کے لیے ”حضرت مفتی نظام الدین“ کہا تو حضرت نے بڑی شفقت کے ساتھ آپ کو اپنے ساتھ تخت پر مسند کے قریب بٹھایا اور فرمایا کہ:

”آپ کا غائبانہ تعارف تو پہلے ہی سے ہے، میں نے آپ کی کتاب ”لاؤڈاسپیکر کا شرعی حکم“ پوری پڑھی ہے، ماشاء اللہ خوب تحقیق فرمائی ہے، مسئلے کو منقح کر دیا ہے یہ الگ بات ہے کہ میرا موقف عدم جواز کا ہے مگر آپ کی تحقیق کی ستائش کرتا ہوں۔“

پھر حضرت احسن العلما پورے طور پر حضرت سراج الفقہا کی طرف متوجہ ہوگئے اور حاضرین سے فرمایا:

”آپ لوگ جاسکتے ہیں اب میں مفتی صاحب سے کچھ علمی مسائل پر باتیں کروں گا“ پھر حضرت نے حدائق بخشش کے کچھ اشعار کے تعلق سے دریافت کیا اور مفتی صاحب نے مختصراً تشریح فرمائی تو حضرت بہت خوش ہوئے۔ فرمایا: میں بھی یہی مطلب سمجھتا ہوں، اس کے بعد دیر تک قیمتی معلومات سے نوازتے رہے اور علمی مذاکرے کا یہ سلسلہ تقریباً ایک گھنٹہ ۴۵ ر منٹ تک جاری رہا،

جب مفتی صاحب رخصت ہونے لگے تو حضرت نے نوازش فرماتے ہوئے دو سو روپے عطا فرمائے اور مفتی صاحب نے تبرک سمجھ کر فوراً قبول فرمالیا مگر آپ کو اس نوازش پر حیرت ہوئی کہ یہ آپ کی توقع کے برخلاف تھا مگر دل نے اطمینان دلایا کہ یہ آلِ رسول کی شانِ کریمانہ کے خلاف نہیں، مفتی صاحب نے وہ روپے نجی استعمال میں لانے کے بجائے ایک اہم اور مفید کتاب "مفتاح کنوز السنۃ" کی خریداری میں لگائے اور اس پر "عطیہ حضور احسن العلما دامت برکاتہم القدسیہ" لکھ کر بطور تبرک و یادگار اپنی لائبریری کی زینت بنالیا۔

یہ حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کی پہلی ملاقات تھی اور پہلی ہی ملاقات میں آپ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علم و فضل، عالی ظرفی، حسن اخلاق، حوصلہ افزائی اور نوازش سے بہت متاثر ہوئے۔

پھر اسی سال اکتوبر ۱۹۹۲ء میں عرس قاسمی کے مبارک موقع پر حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ مارہرہ شریف حاضر ہوئے تو حضرت کی خرقہ پوشی کی محفل میں بھی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، سلام و دست بوسی کے وقت حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تعارف کرانا چاہا تو حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "مفتی صاحب سے تعارف ہے اور ممبئی کی ملاقات میں مفتی صاحب کے ساتھ ایک چھوٹا سا سیمینار بھی ہوا ہے۔" یہ حضرت سے دوسری ملاقات تھی، اس وقت حضرت کا چہرہ چاند کی طرح کھل رہا تھا۔

اس کے بعد پھر برابر بلاناغہ مارہرہ شریف کی آمد و رفت شروع ہوگئی، عرس قاسمی میں ایک بار ضرور تشریف لے جاتے ہیں اور کبھی کبھی سال میں متعدّد بار جانے کا بھی اتفاق ہوا ہے۔ اس دوران حضرت پر سادات مارہرہ کی کیا کیا بارش فیض و کرم ہوئی اور ان کی نگاہوں میں آپ کس قدر مقبول ہوئے اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

بیعت:

۱۹۷۵ء میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم، مولانا شاہ مصطفیٰ رضا نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدرسہ عزیز العلوم، نان پارہ، بہرائچ تشریف لائے تو حضرت سراج الفقہا وہیں ان سے مرید ہوئے۔

اجازت و خلافت:

بریلی شریف میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرسِ چہلم کے موقع پر ایک ملاقات میں

خلیفۂ امام احمد رضا حضرت برہان ملت مولانا شاہ محمد برہان الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

شہزادۂ احسن العلما حضرت امین ملت دام ظلہ العالی کی دعوت پر حضرت سراج الفقہا عرسِ قاسمی برکاتی میں تشریف لے گئے۔ حضرت امینِ ملت دام ظلہ العالی نے ۲۳؍ رجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۲؍ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو عرس قاسمی برکاتی کی نورانی محفل میں سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور حضرت سراج الفقہا کو خلیفہ منتخب کر کے اور اس کے چند سالوں بعد "برکاتی مفتی" کے منصب پر فائز کر کے حضرت شارح بخاری کے وصال سے پیدا ہونے والے خلا کو پر کر دیا۔ اس وقت سے حضرت سراج الفقہا مسلسل خانقاہ برکاتیہ میں منعقد ہونے والی اہم تقریبات میں شرکت کرتے ہیں۔ حضرت رفیق ملت سیّد شاہ نجیب حیدر قادری برکاتی دام ظلہ کی رسم سجادگی ہو یا جامعہ احسن البرکات کے افتتاح کی محفل، البرکات اسلامک ریسرچ سینٹر کے قیام سے قبل کی مشاورتی نشست ہو یا فکر و تدبیر کانفرنس ہر تقریب میں شریک ہوئے۔ حضرت سراج الفقہا کو حضرت احسن العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بہت عقیدت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنی تمام اولاد اور اپنی اہلیہ کو حضور احسن العلما سے بیعت کرایا۔

ان کے علاوہ پیر طریقت حضرت مولانا سید شاہ کمیل اشرف اشرفی مصباحی کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے بھی خلافت بخشی۔

بزم سوال وجواب:

بزم سوال و جواب دین کے مسائل سیکھنے اور سکھانے کا ایک اہم طریقہ ہے۔ بلکہ یہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کریمہ بھی ہے۔ حدیث جبرئیل اس کی شاہد ہے۔ خانقاہ برکاتیہ نے اس کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ۲۰۰۷ء میں بزم سوال و جواب کا آغاز فرمایا۔ اس اہم سیشن میں حضرت سراج الفقہا عوام و خواص کے مسائل کا شریعت اسلامیہ کی رو سے جواب دیتے ہیں۔ بزم سوال و جواب میں حضرت امین ملت، حضرت رفیق ملت اور حضرت سید افضل میاں جیسی شخصیتیں بھی اپنے سوالات کا شرعی حل معلوم کرتی ہیں۔

اس بزم کا انعقاد حضرت شارحِ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی ہو گیا تھا، جب فلمی گانوں کے تعلق سے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک اہم فتویٰ ماہ نامہ اشرفیہ میں شائع ہوا تھا اور مختلف علاقوں

میں اس کے خلاف ایک شورش بپا ہوگئی تھی تو حضرت سراج الفقہا نے ان تمام مقامات پر تحقیقی خطاب فرمایا اور ساتھ ہی اہل اسلام کے بہت سے سوالات کے تشفی بخش جوابات دیے۔ اس طرح وہ شورش ختم ہوگئی اور حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سراج الفقہا کو دعاؤں سے نوازا۔

جب ماحول پر سکون ہوگیا تو بزم خطاب اور سوال و جواب کا سلسلہ بھی موقوف ہوگیا۔ پھر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد اگست ۲۰۰۰ء سے اس کا باضابطہ آغاز بولٹن (برطانیہ) کی سرزمین سے ہوا، جو بڑی کامیابیوں کے ساتھ برابر جاری ہے اور اب تک اس بزم سے کوئی ایک کرور، ساٹھ لاکھ سے زیادہ سامعین استفادہ کر چکے ہیں۔ سنی دعوت اسلامی، ممبئی کے زیر اہتمام ملک بھر میں منعقد ہونے والے سنی اجتماعات میں بزم سوال و جواب منعقد ہوتی ہے۔ عرس عزیزی جامعہ اشرفیہ میں بھی یہ سلسلہ پوری کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ ان مقامات کے علاوہ ملک کے طول و عرض میں مختلف جلسوں میں یہ سلسلہ کامیابی کے ساتھ برابر جاری و ساری ہے۔ رب کریم اس کا فیض و نفع عام سے عام تر فرمائے اور اس مجلس کو قبولِ دوام عطا فرمائے۔ آمین۔

(۳) تعارفِ کتاب

سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ العالی کو اللہ تعالیٰ نے ذہنِ رسا اور فکرِ دقیق عطا فرمائی ہے، ساتھ ہی ان کا محققانہ طرز بیان اور مسائل و مباحث کے ضروری گوشوں کے احاطے کے ساتھ آسان لب و لہجے میں سمجھانے کا ہنر انھیں موجودہ عہد کے اربابِ فتویٰ اور محققین سے ممتاز کرتا ہے۔ ان کی تقریباً تمام تصنیفات و تحقیقات میں یہ رنگ دور ہی سے پہچانا جا سکتا ہے۔ فقہی و علمی مباحث پر مشتمل کتابوں پر انھوں نے جو گراں قدر، تاریخی اور تحقیقی مقدمے تحریر فرمائے وہ خود ان کے تحقیقی مزاج اور علمی تبحر کا پتا دیتے ہیں بطور خاص مجلس شرعی کے فیصلے جلد اول، جلد دوم، صحیفہ مجلس شرعی جلد دوم، جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے (تین جلدیں) پر آپ نے جو مقدمے لکھے وہ مستقل ایک علمی و تحقیقی رسالے کی حیثیت رکھتے ہیں اور فقہ و افتا کے قدیم و جدید سلسلوں کی تفہیم میں ایک محقق کے لیے ان مقدموں سے مدد نہ لینا تحقیق و تفتیش میں تشنگی کا احساس دلائے گا۔

زیر نظر کتاب "احادیث صحیحین سے غیر مقلدین کا انحراف" پندرہویں صدی کا ایک اہم علمی

اور تاریخی کارنامہ ہے جو حضرت سراج الفقہا کے قلم حقیقت نگار سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوا ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے علم و تحقیق کے ہفت اقلیم اس طرح سر کیے ہیں جس سے پیش رَو فقہاے محققین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

اس کتاب کا سببِ تصنیف حضرت مصنف دام ظلہ العالی نے اپنے مقدمے میں بیان کر دیا ہے۔ اس لیے اس پر کچھ لب کشائی سے گریز کرتے ہوئے کتاب کے تعارف کی جانب قلم کا رخ موڑتے ہیں۔

یہ کتاب موجودہ عہد کی ایک ایسی علمی و دینی ضرورت ہے کہ اگر اس کا احساس جامعہ اشرفیہ کے ارباب حل و عقد نے نہ کیا ہوتا تو شریعت مخالف اور احادیث نبویہ سے متصادم فکر و خیال کے پرچارک غیر مقلّدوں کو مطمئن کرنا کافی مشکل ہوتا۔ یہ لوگ دنیا کو یہ باور کراتے ہیں کہ صحیحین (بخاری و مسلم) پر صرف وہی عمل کرتے ہیں۔ یہ گروہ جب کوئی عقیدہ یا مسئلہ عوام یا علما کے سامنے پیش کرتا ہے تو بخاری و مسلم کا نام لیتا ہے اگرچہ وہ مسئلہ یا عقیدہ سراسر بخاری و مسلم کی مسلم الثبوت احادیث کے خلاف ہو۔ وہ اہل سنت کے عوام اور علما سے بار بار حدیث صحیح کا مطالبہ بھی کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی یہ شرط بھی کہ وہ حدیث صحیح بخاری و مسلم کی ہونی چاہیے۔

اس لیے ضرورت پیش آئی کہ اہل سنت کے عقائد و معمولات کی تصدیق و تصویب اور غیر مقلدین کی تغلیط و تردید کے لیے احادیث صحیحین کا ایک ایسا انتخاب پیش کیا جائے جو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دے۔ فاضل مصنف حضرت سراج الفقہا دام ظلہ العالی اپنے اس حسن انتخاب میں کامیاب بھی ہیں اور سرخ رو بھی۔ اس میں انتخاب احادیث کے لیے تین طرح کے مسائل کو رکھا گیا ہے:

(۱) عقائد (۲) فروعی عقائد (۳) فروعی مسائل

ان تینوں زمروں میں بتیس (۳۲) مسائل کو احادیث صحیحہ کی روشنی میں نمایاں کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ان پر محققانہ انداز میں گفتگو بھی کی گئی ہے۔ حضرت سراج الفقہا نے اس کتاب میں علمی استدلال اور فقہی استنباط کے وہ جواہر غالیہ پیش کیے ہیں جن کا دیدار بھی نگاہوں کو خیرہ کر دیتا اور دلوں کو طمانیت کے نور سے بھر دیتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر حضرت سراج الفقہا کے خصوصی استدلال کی ایک جھلک دکھا دی جائے۔

دو جلدوں پر مشتمل اس کتاب میں کل ۳۰/ ابواب ہیں۔ پہلا باب "عقائد کے بیان میں" ہے اس کا پہلا مسئلہ ہے: "امتناع کذب باری کا عقیدہ کتاب وسنت کی روشنی میں"۔ قارئین کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ امتناع کذب باری کے دلائل عموماً عقلی ہیں۔ حضرت سراج الفقہا نے اس مسئلے کو کتاب وسنت کی روشنی میں منقح فرمایا ہے۔ پہلے چند سطری تمہید میں یہ بتایا ہے کہ امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جھوٹ محال (ناممکن) ہے۔ پھر وہابیہ کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ کذب باری کے امکان کا قول کرتے ہیں اور ان کی دلیل بھی مذکور ہے، پھر اس پر مختصر تبصرہ اور اہل سنت کے دلائل عقلیہ ونقلیہ کا تفصیلی ذکر ہے۔

دلائل کی ترتیب یوں ہے:

(۱) تنزیہ باری کا ثبوت عقلی حیثیت سے:

اس عنوان کے تحت دو ثبوت عقلی اور امتناع کذب باری پر علمائے اہل سنت کی تصریحات کے ذکر میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز کے ایک رسالہ "دامانِ باغ سبحان السبوح" کے چند ضروری اقتباسات پیش کیے ہیں جن میں امام احمد رضا قادری نے سات طرح سے کذب باری کے محال ہونے کی تفہیم کی ہے اور مثالوں سے چشم کشا وضاحتیں کی ہیں۔ اس مقام پہ حضرت سراج الفقہا کی یہ تین سطریں پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں:

"ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ "یہ اہل حدیث" صحیح بخاری وصحیح مسلم سے امکان کذبِ باری کے ثبوت میں کم از کم دو چار احادیثِ نبویہ ایسی پیش کرتے جو احتمالِ تاویل سے محفوظ اور محکم ہوتیں، کچھ دوسری صحاحِ ستّہ وغیرہ (کی احادیث) سے بھی استناد کر سکتے تھے کہ ہم اہل سنت کے خلاف استدلال کے لیے یہ بھی کافی ہے، مگر ایسا نہ کر سکے۔" (ص:۶۱)

(۲) تنزیہ باری کا ثبوت کتاب اللہ سے:

اس میں کل چار نوع کے ثبوتی حقائق کی جلوہ گری ہے۔ پہلا ثبوت: اللہ سے زیادہ کوئی سچا نہیں، دوسرا ثبوت: کلام باری انتہائے درجات صدق پر ہے، تیسرا ثبوت: تسبیح باری کے تعلق سے آیات واحادیث اور چوتھا ثبوت: اللہ کے جیسی کوئی چیز نہ ہونے کا اعلان۔

حضرت سراج الفقہا نے ان چاروں انواع کو قرآنی آیات، احادیث نبویہ، کتب لغات اور عقلی

شواہد سے اتنا روشن کر دیا ہے کہ چشم بینا دیکھتی رہ جائے اور گوش شنوا سنتا رہ جائے۔ بطور خاص تبیح اور سبحان کی تحقیق اور امتناع کذب باری پر اس کا انطباق مصنف کے اخاذ ذہن اور عالمانہ تحقیق کا ناقابل فراموش حصہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۳) تنزیہ باری کا ثبوت احادیث نبویہ سے:

یہاں سراج الفقہا نے ۲۳ر احادیث نبویہ مع تقریر استدلال و قابل قدر افادہ درج فرمائی ہیں اور مسئلہ مذکور کا ہر گوشہ منور کر دیا ہے۔

(۴) تنزیہ باری کا ثبوت اجماع مسلمین سے:

اس طرح کتاب و سنت، دلائل عقلیہ اور اجماع مسلمین سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ کے لیے کذب بھی محال ذاتی ہے اور امکان کذب بھی۔

یہ پوری بحث چالیس صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے ہر صفحے پر حضرت سراج الفقہا ایک خاص فقیہانہ، محققانہ اور عالمانہ شان کے ساتھ موجود ہیں۔

امتناع کذب باری کا مسئلہ باب الٰہیات کا ہے، باب نبوت میں ختم نبوت، امتناع نظیر، تعظیم رسول ﷺ، بارگاہ الٰہی میں رسول اللہ ﷺ اور مومنین کی عزت، شفاعت، علم غیب رسول، عقیدہ حاضر و ناظر، توسل و ندا، تصرفات انبیا، شارع اسلام کے تشریعی اختیارات وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں جن پر الگ الگ مباحث ہیں اور دلائل عقلیہ و نقلیہ کی رنگارنگی میں عقائد اہل سنت کا چہرہ آفتاب نیم روز کی طرح چمک رہا ہے اور باطل عقائد و نظریات کی روسیاہی بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور غیر مقلدین کا پانی کے بلبلوں کی طرح بنا ہوا شیش محل لحہ لحہ پانی میں تحلیل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔

غیر مقلدین اجماع امت اور قیاس شرعی کو بھی نہیں مانتے، حالاں کہ یہ دونوں مسائل شرعیہ کا اہم ماخذ ہیں، اس لیے حضرت سراج الفقہا نے باب اول کے سولہویں اور سترہویں مسئلے میں اجماع امت اور قیاس پر علمی اور تحقیقی بحث کی ہے اور کتاب و سنت کی روشنی میں حقیقت نگاری کا بھرپور ثبوت پیش کیا ہے۔ ان دونوں مسئلوں کے بیان میں دلائل و شواہد کا ذکر پہلے اور فرقہ وہابیہ کا اس کے برخلاف موقف بعد میں رکھا ہے۔

"اجماع امت خطا سے پاک اور حجت شرعی ہے"، اس موقف پر اہل سنت کی پانچ دلیلوں کا

ذکر ہے اور احادیث اجماع کو پانچ انواع میں تقسیم کیا گیا ہے، پھر لکھا ہے کہ احادیث متواترہ کے مقابل فرقہ وہابیہ کا موقف یہ ہے۔ اخیر میں ''آگاہی'' کے ذیلی عنوان سے مصنف کتاب لکھتے ہیں:

''ہم یہاں اپنے برادران دینی کی آگاہی کے لیے یہ وضاحت بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ اجماع کی حُجیت پر تمام اہل قبلہ کا اتفاق عہد سلف میں ہی ہو چکا ہے، اس لیے اس کے بعد کے زمانے میں کبھی کوئی اس کی مخالفت کرے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا کہ یہ خرقِ اجماع ہے جو شرعاً بہت معیوب اور ناقابل اِعتنا ہے۔'' (ص:۴۸۸)

فقہ کی چوتھی دلیل ''قیاس شرعی'' ہے۔ اس لیے احادیث نبویہ کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ قیاس در اصل کتاب اللہ یا سنت اللہ یا اجماع سے ماخوذ ہوتا ہے اس لیے یہ کتاب و سنت و اجماع کے احکام کا مظہر اور فقہ کی دلیل رابع ہے۔

سترہ (۱۷) مسائل کی تحقیق و تنقیح سے متعلق مباحث پر **جلد اول** مکمل ہو جاتی ہے۔

جلد دوم باب دوم: فروعی عقائد کے بیان سے شروع ہوتی ہے۔ فروعی عقائد میں احادیث نبویہ کی روشنی میں بدعت اور کتاب و سنت کے اجالے میں محفل میلاد النبی ﷺ اور صلاۃ و سلام بہ حالت قیام تین مسائل پر دلائل و شواہد کی روشنی میں تفصیلی محققانہ گفتگو کی گئی ہے۔ مباحث میں تقریب استدلال بھی ہے اور جرح و نقد بھی، احقاق حق بھی اور ابطال باطل بھی، فاضل مصنف کی عالمانہ ژرف نگاہی اور ناقدانہ نکتہ رسی کے جلوے قدم قدم پر نظر آتے ہیں۔ اس جلد میں بھی حضرت سراج الفقہا دام ظلہ العالی نے ایک بسیط مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ تابش اول اور تابش دوم علی الترتیب ''فقہی مذاہب پر فہم احادیث اور خیر القرون و مابعد کے رُواۃ کا اثر واقعات اور احادیث کے اجالے میں'' اور ''اجتہادی مسائل میں اہل سنت کا موقف احادیث نبویہ کی روشنی میں'' کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت سراج الفقہا دام ظلہ العالی علم حدیث، اصول حدیث، تاریخ تدوین حدیث، اسماء الرجال، نقد حدیث، جرح و تعدیل اور محدثین و ائمہ کرام کے نقطہ ہائے نظر پر عالمانہ دست رس رکھتے ہیں اور ایک فقیہ متبحر کے لیے علوم حدیث کا علم ہونا بے حد ضروری ہے۔ اس مقدمے کو دیکھ کر یہ بھی یقین ہو جاتا ہے کہ آپ نے فقیہ اسلام امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی تحقیقات و فتاویٰ اور کتب و رسائل کو فقیہانہ، ناقدانہ، عارفانہ اور محدثانہ بصیرت افروز نگاہ سے پڑھا ہے اور اس بحر بے کراں سے بیش قیمت موتی چنے ہیں۔

تیسرا باب فروعی مسائل کے بیان سے سجا ہوا ہے اس میں کل بارہ مسائل پر شاندار تحقیق دی گئی ہے جو ترتیب وار اس طرح ہیں:

(۱) وضو میں نیت فرض ہے یا سنت، احادیث نبویہ کی روشنی میں

(۲) نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، احادیث نبویہ سے ثبوت

(۳) صبح روشن میں نماز پڑھنے کا استحباب

(۴) سایہ ایک مثل ہونے پر بھی وقت ظہر باقی رہتا ہے

(۵) سفر میں جمع بین الصلاتین

(۶) نماز میں رفع یدین جائز، غیر مستحب ہے

(۷) پست آواز سے آمین کہنا افضل ہے یا بلند آواز سے؟

(۸) مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہ کرے

(۹) استخارہ، احادیث نبویہ کی روشنی میں

(۱۰) بالغ کو دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ہوگی، یا نہیں؟ احادیث نبویہ سے شافی بیان

(۱۱) ایک نشست میں تین طلاق- تین یا ایک؟

(۱۲) حلالہ، حلال یا حرام؟ کتاب وسنت سے شافی جواب

مذکورہ بارہ مسائل پر گفتگو سے قبل حضرت سراج الفقہا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صفحے میں چند مقدماتی حقائق سپرد قلم کیے ہیں۔

”یاد رکھیں! چاروں مذاہب کی بنیاد کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر ہے اور سب کا مقصد اتباعِ سنتِ رسول ہے۔ عامۂ امت مسلمہ نے اجتہادی مسائل میں ان ائمۂ کرام کی پیروی کی ہے اور تقلید ائمہ کی راہ سے کتاب وسنت کا اتباع کیا ہے۔ لیکن ان مذاہب حقہ کے چند فقہی فروعی مسائل ایسے ہیں جن میں ان بزرگوں کے درمیان اجتہادی اختلاف ہے، ان میں سے بعض مذاہب کو وہابیہ غیر مقلدین نے اختیار کر لیا ہے اور باور کرایا ہے کہ ان کی بنیاد مضبوط اور مستحکم حدیثوں پر ہے۔“

حضرت سراج الفقہا نے بیان مذاہب میں ان ائمہ کرام کے فقہی واجتہادی نقطہ ہائے نظر کا ذکر کیا اور ان کے دلائل بھی پیش کیے ہیں اور پھر حنفی مذہب کی حقانیت پر مستقل شواہد درج کیے ہیں۔

ساتھ ہی ان مدعیان احادیث کو بھی آئینہ دکھایا جو تقلید ائمہ سے بیزار اور ائمہ مجتہدین کی بارگاہ ادب سے آزاد ہیں۔ حضرت سراج الفقہا ان مقامات پر ایک بالغ نظر فقیہ، مایہ ناز محقق، نکتہ رس عالم و مصنف اور زبردست قوت استدلال کے مالک دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت سراج الفقہا دام ظلہ العالی نے ماضی قریب وبعید کے فقہا و محققین اور ناقدین کے عالمانہ وناقدانہ نکات آفریں مباحث سے خوشہ چینی کی ہے اور متعدد مقامات پر خود اپنے خصوصی استدلال کی جھلک بھی نمایاں کی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے۔

مثال کے طور پر دسویں فرعی مسئلے میں رضاعت کا بیان ہے، رضاعت کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ دو سال یا اس سے کم عمر کا بچہ کسی اجنبی عورت کا دودھ پی لے تو وہ نسبی اولاد کی طرح دودھ پلانے والی عورت پر حرام ہو جاتا ہے۔ یہ اس کا رضاعی بیٹا اور وہ اس کی رضاعی ماں ہو جاتی ہے۔ اس مسئلے میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ رضاعت ڈھائی سال کی عمر تک دودھ پینے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ یعنی صغیر کی مدتِ رضاعت میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے لیکن بڑا لڑکا یا لڑکی اگر کسی عورت کا دودھ پیے تو سارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن وہابیہ غیر مقلدین کا مذہب ان سب کے برخلاف ہے ان کے یہاں کبیر کو بھی دودھ پلانا جائز ہے اور بالغ کو دودھ پلانے سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ حضرت سراج الفقہا نے اس مسئلے پر فقہاے امت کے قرآنی و حدیثی دلائل ذکر کیے ہیں۔ چوتھے نمبر پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ایک حدیث پاک پیش کی ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے: فإنما الرضاعة من المجاعة (رضاعت تو دودھ کی سخت بھوک پر ہی ہوتی ہے۔) اس حدیثِ نبوی سے حضرت سراج الفقہا نے جو خصوصی استدلال کیا ہے وہ انھی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

”اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ایک شرعی ضابطہ مقرر فرما دیا ہے:

إِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ. یہاں المَجَاعَة سے مراد مجاعةُ اللبن ہے۔ اس کا قرینہ الرَّضاعة کا لفظ ہے کہ رضاعت طعام کی نہیں لَبن کی ہوتی ہے اور دودھ کی سخت بھوک اور تڑپ کم سن بچوں کو ہوتی ہے، بڑوں کو نہیں۔ تو اس حدیث پاک کا حاصل یہ ہوا کہ کم سنی میں دودھ پینے سے ہی رشتۂ رضاعت ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے غور کر لو کہ اس شخص نے کم سنی میں تمھاری ماں کا دودھ پیا ہے

جب بچے کو دودھ کی سخت بھوک اور تڑپ ہوتی ہے اور وہ اس کے لیے روتا ہے، یا یہ عمر گزر نے کے بعد دودھ پیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عمر زیادہ ہونے کے بعد بھوک اور تڑپ کھانے کی ہوتی ہے اور دودھ کا صرف شوق رہ جاتا ہے۔

کلمۂ إنّما بالاتفاق حصر کے لیے ہوتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے کلمۂ حصر کے ساتھ ضابطہ بیان کر کے رہنمائی فرمائی ہے کہ رضاعت کا یہ رشتہ صرف صغیر کے دودھ پینے سے ہی ثابت ہوتا ہے، کبیر کے دودھ پینے سے اس کا ثبوت نہیں ہوتا۔" (ص:۱۸۷)

مدت رضاعت سے متعلق تین آیات قرآنیہ اور چھ احادیث نبویہ ذکر کرنے کے بعد حضرت سراج الفقہا نے ایک حدیث پیش کی ہے جس میں یہ ہے کہ سرکار اقدس ﷺ نے حضرت سہلہ بنت سہیل کو ایک جوان شخص سالم کو دودھ پلانے کی اجازت دی تھی۔ فاضل محقق دام ظلہ العالی نے متعدد شواہد کے اجالے میں اس حدیث کے دو جواب دیے ہیں:

اول یہ کہ یہ حکم حضرت سہلہ اور سالم کے لیے خاص ہے اور یہ حضور سید عالم ﷺ کے تشریعی اختیارات کا حصہ ہے، دوم یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

حلالہ، حلال یا حرام؟ یہ کتاب کا اکتیسواں مسئلہ ہے۔ اس مسئلے پر بھی وہابیہ غیر مقلدین کافی شور و غوغا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حلالہ بالکل خلاف شرع اور ناجائز و حرام ہے۔ اس لیے حضرت مصنف نے یہ مسئلہ بھی اٹھایا ہے اور اس کے ہر گوشے پر محققانہ کلام کیا ہے۔ سب سے پہلے حلالہ کی جائز و ناجائز چھ صورتیں ذکر کی ہیں۔ ان میں چار صورتیں ناجائز اور دو صورتیں جائز ہیں۔ پوری بحث کتاب میں پڑھیں۔ یہاں ذکر یہ کرنا ہے کہ حلالہ کی جو چھٹی جوازی صورت ہے اسے غیر مقلدین نے نزاعی بنادیا ہے۔ جس میں یہ ہے کہ عورت سے نکاح حلالہ کے لیے کیا، مگر نہ حلالہ کی شرط رکھی نہ معاوضہ کی، نہ مقررہ وقت کی اور نہ ہی وہ حلالہ کا خواہاں ہے۔ یہ صورت ہم اہل حق کے نزدیک جائز ہے اور وہابیہ غیر مقلدین اسے ناجائز بتاتے ہیں۔ یہ نکاح بھی صحیح ہے اور دل میں جو ایک مقصد پوشیدہ ہے وہ بھی حدیث پاک کی روشنی میں جائز ہے۔

حضرت سراج الفقہا نے اس کے بعد تنقیح مبحث پیش کی ہے اور پھر نکاح حلالہ کے جواز کے دلائل دیے ہیں۔ یہ پوری بحث مصنف دام ظلہ کے فقہی جلال و جمال کا دل کش عکس پیش کرتی ہے اور

اس سے ان کی تحقیق انیق کا کامل ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے۔

وہابیہ اہل حدیث نے اپنے موقف پر جو بنیادی حدیث پیش کی ہے، وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی یہ حدیث: "لعن رسول اللہ ﷺ المحلِّل والمحلَّل له" ہے۔ (اللہ کے رسول ﷺ نے حلالہ کرانے والے پر بھی لعنت فرمائی اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے اس پر بھی۔)

حضرت سراج الفقہا نے اس حدیث کا تشفی بخش مفہوم پیش کیا ہے کہ حدیث کا یہ حکم خاص محلّل پر ہے، مطلق محلل پر نہیں۔ اس مسئلے پر فقہ کی امہات الکتب سے متعدد جزئیات درج کیے ہیں اور کئی مثالوں سے اپنا موقف مؤثق فرمایا ہے۔ ساتھ ہی یہاں تدبر حدیث کا جو شان دار نمونہ نظر آتا ہے اس سے حضرت سراج الفقہا کی حدیث فہمی کا جوہر نمایاں ہوتا ہے اور مراد رسول ﷺ تک رسائی کا سبق ازبر کراجاتا ہے۔

یہ پوری بحث چوبیس صفحات پر مشتمل ہے اور مستقل رسالے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ورنہ اس پوری بحث کی تلخیص اور فاضل مصنف کا استدلالی رنگ پیش کیا جاتا۔ لیکن قارئین ان بحثوں سے بالکل دور نہیں، آگے بڑھیں اور فقہ و حدیث کے سمندر میں اتر کر بیش بہا موتیاں نکال کر سنجیدہ علمی دنیا کے روبرو حقیقت پیش کرنے والے فقیہ و محقق کا قلم چوم لیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حضرت سراج الفقہا دام ظلہ العالی کو عمر خضر عطا فرمائے اور ان کے علم و فن کی روشنیاں مزید عام و تام کرے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم.

نفیس احمد مصباحی
جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
۱۱ر شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ/۲۵ر مارچ ۲۰۲۱ء

الفهارس

مُحتويات الفهرس

فہرس اٰیات الکتاب علی ترتیب الأبواب

الرقم .... الآیة .... الصفحة

﴿المجلد الأول- المقدمة﴾

﴿الباب الأوّل﴾

﴿المجلد الثاني - الباب الثاني﴾

﴿الباب الثالث﴾

﴿الخاتمۃ﴾

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

فهرس أطراف الأحاديث على ترتيب الأبواب

﴿المجلد الأوّل - المقدمة﴾

﴿الباب الأول﴾

(٩٠)	هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ ﷺ.	عبد الله	١٥٥
(٩١)	مَا يَنْبَغِي لأَحَدٍ أَنْ يُصَلِّيَ حِذَاءَكَ وَأَنْتَ رَسُولُ اللهِ.	ابْن عَبَّاس	١٥٦
(٩٢)	فَوَاللهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ نُخَامَةً إِلاَّ وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ	أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ	١٥٨
(٩٣)	اشْرَبَا مِنْهُ وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا.	أبو مُوسَى	١٦٠
(٩٤)	لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ.	السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ	١٦١
(٩٥)	أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ،.	ابْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ	١٦١
(٩٦)	أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُؤُوسِهِمُ الطَّيْرُ، فَسَلَّمْتُ، ثُمَّ قَعَدْتُ.	أُسَامَةَ بْنَ شَرِيكٍ	١٦٢
(٩٧)	لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَالْحَلاَّقُ يَحْلِقُهُ وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ .	أَنَسٍ	١٦٣
(٩٨)	يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ، فَقُلْ إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلاَ نَسُوءُكَ.	عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ	١٦٨
(٩٩)	أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهَلْ تَدْرُونَ مِمَّ ذَلِكَ.	أبو هريرة	١٦٩
(١٠٠)	أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ نَهَسَ نَهْسَةً أُخْرَى.	أَبُو هُرَيْرَةَ	١٦٩
(١٠١)	أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.	أَبُو هُرَيْرَةَ	١٧٠
(١٠٢)	أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ فَخْرَ.	أَبو سَعِيدٍ	١٧٠
(١٠٣)	وَأَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ فَخْرَ.	أَنَس بْنِ مَالِكٍ	١٧١
(١٠٤)	أنا سيِّد وُلد آدم في الدنيا وفي الآخرة .	ابن عباس	١٧١
(١٠٥)	أَلاَ وَأَنَا حَبِيبُ اللهِ وَلاَ فَخْرَ ... وَأَنَا أَكْرَمُ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ وَلاَ فَخْرَ .	ابْنِ عَبَّاسٍ	١٧٣

(۱۱۹)	كم أشعث أغبر ذي طمرين لا يو به لو أقسم على الله	أنس بن مالك	۲۰۰
(۱۲۰)	فإذا حببته فكنت سمعه الذي يسمع به	أبو أمامة	۲۰۰
(۱۲۱)	لَقَد خَطَبَنَا النبيُّ ﷺ خُطبَةً، مَا تَرَكَ فِيهَا شَيْئًا إِلى قِيَام السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ»	حُذَيْفة بن يمان	۲۱۰
(۱۲۲)	حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ.	حُذَيْفَة بن يمان	۲۱۱
(۱۲۳)	ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا.	أبو زَيْد	۲۱۱
(۱۲٤)	إنَّ اللهَ -عزَّ و جلّ- قد رَفَعَ لِيَ الدُّنيا، فَأنَا أنظُرُ إِلَيْها.	ابن عُمر	۲۱۲
(۱۲٥)	مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلاَّ قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ.	أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ	۲۱٤
(۱۲٦)	إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُودًا، وَلَوْ أَصَبْتُهُ.	عَبْدِ الله بْن عَبَّاس	۲۱٥
(۱۲۷)	ما من شيء توعدونه إلا قد رأيته في صلاتي هذه	جَابِر بن عبد الله	۲۱۷
(۱۲۸)	فَرَأَيْتُهُ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَامِلِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ.	مُعَاذ بن جبل	۲۱۸
(۱۲۹)	رَبِّ لاَ أَدْرِي، فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حتى وَجَدْتُ.	ابْنِ عَبَّاسٍ	۲۱۹
(۱۳۰)	فَعَلِمتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الأرض"	ابن عباس	۲۲۰
(۱۳۱)	إِنَّ اللهَ زَوَى لِيَ الأَرْضَ حَتّى رَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا."	ثَوْبَان	۲۲۱
(۱۳۲)	لَقَدْ تَرَكَنَا رَسُولُ الله ﷺوَمَا فِي السَّمَاءِ طَيْرٌ يَطِيرُ بِجَنَاحِهِ إِلاَّ ذَكَّرَنَا مِنْهُ عِلْمًا.	أبو الدرداء	۲۲۱
(۱۳۳)	تَرَكَنَا رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا طَائِرٌ يُقَلِّبُ جَنَاحَيْهِ فِي الْهَوَاءِ.	أبو ذَرٍّ	۲۲۱

(١٣٤)	هَذَا جِبْرِيلُ، جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِينَهُمْ.	أبو هُرَيْرَةَ	٢٢٢
(١٣٥)	يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ.	عبد الله بن عمرو	٢٢٣
(١٣٦)	أَرْبَعُونَ يَوْمًا، يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ.	نواس بن سمعان	٢٢٥
(١٣٧)	إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ ، وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ» .	حسن البصرى	٢٢٧
(١٣٨)	لأعطينّ الراية أو ليأخذن الراية غدا رجلاً تحبه الله ورسوله	سلمة	٢٢٩
(١٣٩)	مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هٰذَا».	أبو هُرَيْرَةَ	٢٣٠
(١٤٠)	أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ.	أنس بن مالك	٢٣١
(١٤١)	هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ. وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الأَرْضِ هٰهُنَا وَهٰهُنَا.	أنس بن مالك	٢٣٢
(١٤٢)	هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ .	عمر بن الخطاب	٢٣٣
(١٤٣)	هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هٰهُنَا، وَاللهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ.	أبو هُرَيْرَةَ	٢٣٤
(١٤٤)	أَقِيمُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، فَوَاللهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي.	أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ	٢٣٤
(١٤٥)	يُعَذَّبَانِ ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ.	ابْنِ عَبَّاس	٢٣٥
(١٤٦)	أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُهُمْ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ.	عبد الله بن سلام	٢٣٦
(١٤٧)	اثْبُتْ أُحُدُ! فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ.	أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ	٢٣٧
(١٤٨)	دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ.	أبو سَعِيدٍ	٢٣٨

(١٦٦)	انطلق ثلاثة رحط ممن كان قبلكم حتى أووا المبيت إلى غار	عبد الله بن عمر	٢٨٥
(١٦٧)	اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا- قَالَ: فَيُسْقَوْنَ.	أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ	٢٨٦
(١٦٨)	وأبيض يستسقى الغمام بوجهه	ابن عمر	٢٨٨
(١٦٩)	اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ، وَأَتوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ.	عُثْمَانَ بْن حُنَيْفٍ	٢٨٨
(١٧٠)	اللّٰهُمَّ إني أسألك وأتوجّه إليكَ بنبيّنا محمّد ﷺ نبيّ الرحمة.	عثمان بن حُنَيف	٢٩١
(١٧١)	فَفَعَلُوا، فَمُطِرْنَا مَطَرًا حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ .	أوس بن عبد الله	٢٩٥
(١٧٢)	يَا رَبِّ، لَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ.	مَالِكِ الدَّارِ	٢٩٩
(١٧٣)	إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرَى لِلْعَبَّاسِ مَا يَرَى الْوَلَدُ لِوَالِدِهِ .	ابْنِ عُمَرَ	٣٠٢
(١٧٤)	اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا ، وَلاَ عَلَيْنَا.	أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ	٣٠٣
(١٧٥)	التَّحِيَّاتُ للهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ''السَّلَامُ عَلَيْكَ.	ابن مسعود	٣٠٥
(١٧٦)	بِأَبِي أَنْتَ يَا نَبِيَّ اللهِ ! لاَ يَجْمَعُ اللهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ.	عائشة	٣٠٦
(١٧٧)	إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ بِأَرْضِ فَلاةٍ فَلْيُنَادِ:.	عَبْدِ الله بن مَسْعُودٍ	٣٠٧
(١٧٨)	يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيثُونِي، يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيثُونِي.	عُتْبَةَ بن غَزْوَانَ	٣٠٨
(١٧٩)	شَاهَتِ الْوُجُوهُ. فَمَا خَلَقَ اللهُ مِنْهُمْ إِنْسَانًا.	سَلِمَةَ بن الأَكْوَع	٣١٧
(١٨٠)	ابْسُطْ رِجْلَكَ» فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا.	براء بن عاذب	٣١٨
(١٨١)	إنّي فرط لكم و أنا شهيد عليكم و إني والله لأنظر.	عقبة بن عامر	٣١٩
(١٨٢)	بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ.	أَبو هُرَيْرَةَ	٣١٩
(١٨٣)	واعْلَمُوا أَنَّ الأَرْضَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ.	أَبو هُرَيْرَةَ	٣٢٠

(۲۱٦)	ما هذا المعروف الذي لا ينبغي لنا أن نعصيك فيه ؟ قال: لا تنحن.	أم سلمة الأنصارية	٣٦٠
(۲۱۷)	اذْهَبِي فَأَسْعِدِيهَا، ثُمَّ تَعَالَيْ فَبَايِعِينِي.	ابْن عَبَّاس	٣٦١
(۲۱۸)	تَسلَّبِي ثَلاثًا ، ثُمَّ اصْنَعِي مَا شِئْتِ..	أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْس	٣٦١
(۲۱۹)	قال أما تُحسن سورة من القرآن فأصدقها السورة، ولا تكون لأحد بعدك مهرا."	ابو النعمان الأزدي	٣٦٢
(۲۲۰)	فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ شَهَادَةَ خُزَيْمَةَ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ.	عمارة بن خُزَيْمَةَ	٣٦٣
(۲۲۱)	من شهدله خزيمة أو شهد عليه فحسبه.	خزيمة	٣٦٤
(۲۲۲)	فجعل رسولُ الله ﷺ شهادته بشهادة رجلين.	نعمان بن بشير	٣٦٥
(۲۲۳)	فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ: أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ.	أبو هريرة	٣٦٦
(۲۲٤)	انطلق فَكُلْهُ أنتَ وَعيالُكَ ، فقد كفّر الله عنك.	علي	٣٦٧
(۲۲٥)	إن النبيّ ﷺ أمر رجلاً افطر في رمضان أن يعطق رقبة.	أبوهريرة	٣٦٨
(۲۲٦)	أَرْضِعِيهِ حَتَّى يَدْخُلَ عَلَيْكِ.	أم سلمة	٣٦٩
(۲۲۷)	وَاللَّهِ مَا نَرَى هَذَا إِلاَّ رُخْصَةً أَرْخَصَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِسَالِمٍ خَاصَّةً	أم سلمة	٣٧٠
(۲۲۸)	فَزَعَمَتْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمَرَهَا أَنْ تُرْضِعَهُ فَأَرْضَعَتْهُ.	سهلة	٣٧٠
(۲۲۹)	رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فِي الْقُمُصِ الْحَرِيرِ فِي السَّفَرِ.	أنس بن مالك	٣٧١
(۲۳۰)	لَقَدْ أُعْطِيَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ثَلَاثَ خِصَالٍ.	عمر بن خطاب	٣٧٢

(٣٠٧)	تلزم جماعة المسلمين و إمامهم.	حذيفة بن يمان	٤٦٢
(٣٠٨)	مَن خالفَ جَماعة المسلمين شِبْرًا فقد خلع رَبْقَة الإسلام من عنقه.	أبو ذر	٤٦٣
(٣٠٩)	آمركم بخمس كلمات أمَرَني الله بهن: الجماعة	حارث أشعري	٤٦٤
(٣١٠)	مَن فارق أُمّةً فلا حجّة له .	ابن عمر	٤٦٥
(٣١١)	مَن فارق الجماعة فمات، مات موتةً جاهليةً.	أبو هريرة	٤٦٦
(٣١٢)	مَن فارق الجماعة و استذلّ الإمارة لقي الله و لا حجة له.	حذيفة بن يمان	٤٦٦
(٣١٣)	ثلاثة لا تسأل عنهم : رجل فارق الجماعة و عصى إمامه فمات عاصيا.	فضالة بن عبيد	٤٦٧
(٣١٤)	و أما تركُ السُّنة فالخروج من الجماعة.	أبو هريرة	٤٦٧
(٣١٥)	افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ	عوف بن مالك	٤٦٨
(٣١٦)	إِنَّ أُمَّتِي سَتَفْتَرِقُ عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلاَّ وَاحِدَةً.	أنس بن مالك	٤٦٩
(٣١٧)	إِنَّ هَذِهِ الأُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلاَّ وَاحِدَةً.	معاوية	٤٦٩
(٣١٨)	افْتَرَقَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً	أبو أمامة	٤٦٩
(٣١٩)	مَا كَانَ اللهُ لِيَجْمَعَ هَذِهِ الأُمَّةَ عَلَى الضَّلالَةِ أَبَدًا.	ابن عمر	٤٧٠
(٣٢٠)	يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ.	أسامة بن شريك	٤٧٠
(٣٢١)	إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ أَجَارَ أُمَّتِي مِنْ أَنْ تَجْتَمِعَ عَلَى ضَلالَةٍ.	كعب بن عاصم	٤٧١
(٣٢٢)	عليكم بالجماعة، فإنّ الله لا يجمع أمّةَ محمد ﷺ على ضلالة.	أبو مسعود	٤٧١

﴿المجلد الثاني - الباب الثاني﴾

(٣٧١)	فتبًا لكم الدهر، فتبًا،	أنس بن مالك	٧٣
(٣٧٢)	إذا أتى على أبي بكر أجله و عمر أجله و عثمان أجله، فإن استطعت أن تموت.	سهل بن أبو خيثمة	٧٤
(٣٧٣)	ويحك إذا مات عمر، فإن استطعت أن تموت فمت.	عصمة بن مالك	٧٤
(٣٧٤) تا (٣٧٦)	مَثَلُ أمتي مثل المطر لا يدرى أوله خير أم آخره.	أنس / عمار / سلمان	٧٥
	لاتزال طائفةٌ من أمتي قائمة بأمر الله لا يضرُّهم		٧٦
(٣٧٨)	نعمة البدعة هذه.	عمر بن الخطاب	٧٧
(٣٧٩)	إنّها بدعة و نعمت البدعة، و إنها لمن أحسنِ ما أحدث الناس.	عبد الله بن عمر	٧٧
(٣٨٠)	أحدثتم قيام رمضان، فدوموا عليه و لا تتركوه.	أبو أمامة باهلي	٧٧
(٣٨١)	اخرج بنا من عند هذا المبتدع.	ابن عمر	٧٨
(٣٨٢)	أي بني! محدث، إياك والحدث.	عبد الله بن مغفل	٧٨
(٣٨٣)	مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ	جرير	٨٠
(٣٨٤)	مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالأُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيحُهَا طَيِّبٌ.	أبو موسى	٨١
(٣٨٥)	لاَ حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ عَلَّمَهُ اللهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ.	أبوهريرة	٨٢
(٣٨٦)	فَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعمِ.	عبد الله	٨٢
(٣٨٧)	إِنَّ لِلهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ فَإِذَا	أبو هريرة	٨٣
(٣٨٨)	سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ.	أبو هريرة	٨٣

(٤٢٠)	فَإِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتَّى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوتِ أَزْوَاجِهِ .	أبو هريرة	١١٢
(٤٢١)	لَا تَقُومُوْا حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ.	ابن أبي قتادة	١١٢
(٤٢٢)	هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ ﷺ.	عبد الله بن مسعود	١١٣
(٤٢٣)	فَقَالَ أَلَمْ يَقُلِ اللهُ : {اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ} .	أبو سعيد بن معلى	١١٣
(٤٢٤)	أ فلم تجد فيما أوحى الله إليّ أن ''استجيبوا لله وللرسول إذا دعاكم لما يحييكم''	أبو هريرة	١١٥
(٤٢٥)	فَلَمَّا أَحَسَّ بِالنَّبِيِّ ﷺ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ، فَصَلَّى بِهِمْ .	مغيرة	١١٥
(٤٢٦)	ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ . . . فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ .	سهل بن سعد	١١٥
(٤٢٧)	فَلَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ سَمِعَ أَبُو بَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ .	عائشة	١١٦
(٤٢٨)	إِنَّ أُمَّتِي لاَ تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلاَلَةٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُ اخْتِلاَفًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الأَعْظَمِ.''	أنس بن مالك	١١٨
(٤٢٩)	إِنَّ اللهَ لاَ يَجْمَعُ أُمَّتِي – أَوْ قَالَ: أُمَّةَ مُحَمَّدٍ.	ابن عمر	١١٨
(٤٣٠)	لا يجمع اللهُ هذه الأمةَ على الضَّلالة أبدا.	ابن عمر	١١٩

﴿ الباب الثالث ﴾

(٤٣١)	إنّما الأعمالُ بالنِّيّاتِ.	عمر بن الخطاب	١٢٤
(٤٣٢)	إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى.	عمر بن الخطّاب	١٢٥
(٤٣٣)	من كان منكم قَهْقَهَ فَلْيُعِدِ الوضوء والصّلوٰة.	معبد بن أبي معبد	١٢٩

﴿ الخاتمة ﴾

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

● إنَّ خيرَ الحديث كتابُ الله ● وإنّ خير الهدى، هدى محمد -صلى الله تعالى عليه وسلّم-. (الصحيح لمسلم، ج:١، ص:٢٨٤)

● بے شک سب سے اچھا کلام کتاب اللہ ہے ● اور بے شک سب سے اچھی ہدایت/سیرت، محمد ﷺ کی ہدایت/سیرت ہے۔

مختارُ الأحاديث

(دو سو دو، احادیث شریفہ کا مجموعہ)

انتخاب

مفتی محمد نظام الدین رضوی

صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ناشر

مجلس برکات

زیر انتظام: دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم، مبارک پور

تقدیم

حامدا ومصلّیاً ومسلّما

"مختار الاحادیث" دو سو سے زائد احادیث کریمہ کا مجموعہ ہے جو کتاب "احادیثِ صحیحین سے غیر مقلدین کا انحراف" سے منتخب ہے۔ ان احادیث سے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات اور کچھ احکام عملی کا اثبات ہوتا ہے، بہتر ہوگا کہ طلبہ ان احادیث شریفہ کو زبانی یاد کرلیں اور یاد رکھیں تاکہ وقت حاجت اصل کلمات حدیث پڑھ کر استدلال کر سکیں۔

اس سے ایک فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ ● تبلیغ حدیث ہوگی۔ ● دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ لوگ براہ راست خیر الہدیٰ حدیث مصطفیٰ سے فیض یاب ہوں گے ● اور تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ پورے اطمینان قلب کے ساتھ اپنے عقائد و اعمال پر ثابت قدم رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دو سال میں دو سو حدیثیں یاد کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے، ہم نے طلبہ کی آسانی کے لیے تعلیمی سال کے چار شش ماہی کے پیش نظر اسے چار اجزا میں تقسیم کیا ہے۔ اس لیے طلبۂ مدارس یہ حدیثیں ضرور یاد کریں اور لوگوں تک انھیں پہنچا کر بشارت نبوی کے حق دار بنیں۔

محمد نظام الدین رضوی برکاتی

الحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ–صلى الله تعالى عليه وسلم–.

(۱)

① عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: ذَكَرَ(أبو بكرة) النَّبِيَّ - صلى الله عليه وسلم-...قَالَ:...لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسَى أَنْ يُبَلِّغَ مَنْ هُوَ أَوْعَى لَهُ مِنْهُ.[1]

② خَرَجَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ . . . فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ ، وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَجُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ ، وَأَنَسٍ. حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ.[2]

③ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، وَعَلَا صَوْتُهُ ... وَيَقُولُ: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرَ الْهَدي هدي مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِأَهْلِهِ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَإِلَيَّ وَعَلَيَّ.[3]

④ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ يَحْمَدُ اللهَ وَيُثْنِي عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ يَقُولُ: ”مَنْ يَهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ. **إِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ** وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ

---

(١) صحيح البخاری،ج:١، ص:١٦، کتاب العلم/ بابُ قول النبی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّمَ: رُبَّ مبلَّغٍ أوعیٰ من سامع، مجلس البرکات.

(٢) جامع الترمذی،ج:٢،ص:٩٠، أبواب العلم/ بابُ ما جاءفی الحثّ علیٰ تبلیغ السماع، مجلس البرکات.

(٣) الصحیح لمسلم، ج:١، ص: ٢٨٤، کتاب الجمعة / فصلٌ في خطبة الجمعة، مجلس البرکات الجامعة الأشرفیه، مبارک فور.

وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ وَكُلَّ ضَلالَةٍ فِي النَّارِ". (۱)

⑤ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلّم: كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ "سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ." (۲)

⑥ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ،رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ. . . .وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَصَلَّى لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَا لَكُمْ حِينَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلاَةِ أَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيحِ، إِنَّمَا التَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلاَتِهِ فَلْيَقُلْ: "سُبْحَانَ اللهِ." (۳)

⑦ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم- «لأَنْ أَقُولَ "سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ" أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ». (٤)

⑧ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهَا وَهِيَ فِي مَسْجِدٍ ثُمَّ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا قَرِيبًا مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ ، فَقَالَ لَهَا : مَا زِلْتِ عَلَى حَالِكِ فَقَالَتْ: نَعَمْ ، قَالَ : أَلا أُعَلِّمُكِ كَلِمَاتٍ تَقُولِينَهَا: ● "سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهِ ، سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ

---

(۱) ● سنن النسائي، كتاب صلاة العيدين/ باب كيف الخطبة. ص: ۱۸٦، رقم: الحديث: ۱۵۷۸، بيت الأفكار الدولية.

● وسنن ابن ماجه، ص: ۲۲۰، كتاب المقدمة / باب اجتناب البِدَع والجدل، بيت الأفكار الدولية.

(۲) ● صحيح البخاري، ج:۲، ص: ۱۱۲۸، ۱۱۲۹ ، كتاب التوحيد/ باب قول الله تعالى: ونضع الموازين القسط وأن أعمال بنى أدم توزن، مجلس البركات، الجامعة الأشرفيه مبارك فور .

● الصحيح لمسلم، ج:۲،ص: ۳٤٤، كتاب الذكر والدعاء/ باب فضلِ التَّهليل والتسبيح والدعاء، مجلس البركات.

(۳) صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۱٦۲ ، كتاب التهجد/ باب رفع الأيدي في الصّلاة لأمرٍ ينزل به، مجلس البركات.

(٤) الصحيح لمسلم، ج:۲،ص: ۳٤٥، كتابُ الذكر والدعاء/ باب فضلِ التهليل والتسبيح والدعاء، مجلس البركات.

خَلْقِهِ ● سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِه ، سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِه ، سُبْحَانَ اللهِ رِضا نَفْسِهِ ● سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهِ ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهِ ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهِ ● سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ."

قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.[1]

⑨ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ غَدَتْ عَلَى النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- فَقَالَتْ عَلِّمْنِي كَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ فِي صَلاَتِي. فَقَالَ « كَبِّرِي اللهَ عَشْرًا وَسَبِّحِي اللهَ عَشْرًا وَاحْمَدِيهِ عَشْرًا. ثُمَّ سَلِي مَا شِئْتِ يَقُولُ نَعَمْ نَعَمْ ». قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي رَافِعٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى حَدِيثُ أَنَسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.[2]

⑩ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ-، عَنِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ : وَلاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلاَثِينَ، كُلُّهُمْ يَزْعمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ.[3]

⑪ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم- إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي ثَلاَثُونَ كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لاَ نَبِيَّ بَعْدِي ».

حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.[4]

---

(۱) جامع الترمذي، ج:۲،ص: ۱۹٤، ۱۹۵، أبواب الدعوات/ بابٌ منه، مجلس البركات.

(۲) جامع الترمذي، ج:۱،ص: ٦۳، أبواب الوتر/ باب ما جاء في صلاةِ التسبيح، مجلس البركات، مبارك فور.

(۳) صحيح البخاري ج: ۲، ص: ۱۰۵٤، كتاب الفِتَن/ بابٌ لا تقوم السّاعة حتى يغبط أهل القبور، مجلس البركات، الجامعة الأشرفيه، مبارك فور.

❀ والصحيح لِمُسلم،ج:۲، ص: ۳۹۷/ قُبيل باب ذكر ابن صيّاد، مجلس البركات.

❀ و جامع الترمذي ج: ۲، ص: ٤٥، أبواب الفتن / باب لا تقوم السّاعة حتى تخرج نار، مجلس البركات، مبارك فور.

(٤) جامع الترمذي ج: ۲، ص: ٤٥، أبواب الفتن / بابٌ لا تقوم الساعة حتى تخرج نار. مجلس البركات، مبارك فور.

❀ و مسند الإمام أحمد بن حنبل ص: ۱٦٥٦/ مسند الأنصار ﴿ من حديث ثوبان رقم الحديث: ۲۲۷۵۷، بيت الأفكار الدولية للنشر، بيروت.

❀ و سنن أبي داؤد، ص: ٤٦٤، رقم الحديث: ٤۲۵۲، كتاب الفِتَن و الملاحم / باب ذكر الفِتَن و دلائلها، بيت الأفكار الدولية، بيروت.

⑫ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ - صلى الله عليه وسلم - خرج إِلَى تَبُوكَ ، فَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا، فَقَالَ: أَتُخَلِّفُنِي فِي الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ، قَالَ: « أَلا ترضى أن تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَىٰ، إِلاَّ أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي» .(۱)

⑬ عن مُحَمَّد بن جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ -صلَّى الله عليه وسلم- قَالَ « أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يُمْحَى بِيَ الْكُفْرُ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى عَقِبِي وَأَنَا الْعَاقِبُ». وَالْعَاقِبُ: الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ.(۲)

⑭ عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُسَمِّي لَنَا نَفْسَهُ أَسْمَاءً فَقَالَ: «أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَالْمُقَفِّى وَالْحَاشِرُ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَنَبِيُّ الرَّحْمَةِ».(۳)

⑮ حَدَّثَنَا الْمُخْتَارُ بْنُ فُلْفُلٍ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-: «إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلاَ رَسُولَ بَعْدِي وَلاَ نَبِيَّ ». قَالَ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: «لَكِنِ الْمُبَشِّرَاتُ». قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ « رُؤْيَا الْمُسْلِمِ، وَهِيَ جُزْءٌ مِنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ ».

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأُمِّ كُرْزٍ. قَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ.(٤)

⑯ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رضى الله عنه - أَنَّ رَسُولَ اللهِ - صلَّى الله عليه وسلَّم - قَالَ: «إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ ، إِلاَّ مَوْضِعَ

❀ و صحيح ابن حبان ج: ١٥، ص: ٢٢١، كتاب إخباره ﷺ عن مناقب الصحابة/ باب فضل الأمة، مؤسّسة الرسالة، بيروت.

❀ والسّنن الكبرىٰ للإمام البيهقي ج: ٩، ص: ١٨١، كتاب السير/ باب إظهارِ دين النبي ﷺ على الأديان، دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد.

(١) ● صحيح البخاري ج: ٢، ص: ٦٣٣، كتاب المغازي/ باب غزوة تبوك، مجلس البركات. ● و ج: ١، ص: ٥٢٦/ مناقب علي بن أبي طالب، مجلس البركات.

(٢) الصحيح لمسلم ، ج: ٢، ص: ٢٦١، باب في أسمائه صلى الله تعالى عليه وسلم، مجلس البركات، الجامعة الأشرفية، مبارك فور.

(٣) الصحيح لمسلم، ج: ٢، ص: ٢٦١، كتاب الفضائل / باب في أسمائه صلى الله تعالى عليه وسلم، مجلس البركات ، الجامعة الأشرفية، مبارك فور.

(٤) جامع الترمذي ج: ٢، ص: ٥١، أبواب الرؤيا من رسول الله ﷺ / باب ذهبتِ النّبوّة و بقيتِ المُبَشِّرات، مجلس البركات، مبارك فور.

لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ ، وَيَقُولُونَ: هَلاَّ وُضِعَتْ هَذِه اللَّبِنَةُ، ● قَالَ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ ». (١)

⑰ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ –صلى الله عليه وسلم– قَالَ: «مَثَلِي وَمَثَلُ الأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا فَأَتَمَّهَا وَأَكْمَلَهَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَدْخُلُونَهَا وَيَتَعَجَّبُونَ مِنْهَا وَيَقُولُونَ: لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ ». قَالَ رَسُولُ اللهِ –صلى الله عليه وسلم–: «فَأَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ جِئْتُ فَخَتَمْتُ الأَنْبِيَاءَ ». (٢)

⑱ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ قَالَ: قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِينَ ، فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ – صلى الله عليه وسلَّم – قَالَ: « كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ ، وَإِنَّهُ لاَ نَبِيَّ بَعْدِي ، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ. قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا يا رسولَ الله، قَالَ: فُوا بِبَيْعَةِ الأَوَّلِ فَالأَوَّلِ، أَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ ، فَإِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ ». (٣)

⑲ حدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قُلْتُ لِابْنِ أَبِي أَوْفَى: رَأَيْتَ إِبْرَاهِيمَ ابْنَ النَّبِيِّ – صلَّى الله عليه وسلم –؟ قَالَ: مَاتَ صَغِيرًا ، وَلَوْ قُضِيَ أَنْ يَكُونَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ – صلَّى الله عليه وسلم – نَبِيٌّ عَاشَ ابْنُهُ ، وَلَكِنْ لاَ نَبِيَّ بَعْدَهُ . (٤)

⑳ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى، قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ، فَدَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ

---

(١) ● صحيح البخاري،ج:١، ص: ٥٠١، كتاب المناقب / باب خاتم النبيين، مجلس البركات، الجامعة الأشرفية، مبارك فور.

● الصحيح لمسلم ، ج: ٢، ص: ٢٤٨، كتاب الفضائل / باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين، مجلس البركات، الجامعة الأشرفية، مبارك پور

(٢) الصحيح لمسلم، ج: ٢، ص: ٢٤٨، كتاب الفضائل / باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين، مجلس البركات، الجامعة الأشرفية، مبارك فور.

(٣) صحيح البخاري، ج: ١، ص: ٤٩١، كتاب الأنبياء / باب ما ذكر عن بني إسرائيل، مجلس البركات، الجامعة الأشرفية، مبارك فور.

(٤) صحيح البخاري، ج: ٢، ص: ٩١٤، كتاب الأدب/ باب اسم الحزن، مجلس البركات، الجامعة الأشرفية، مبارك فور.

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أُجِبْهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي، فقال: أَلَمْ يقلِ اللّٰهُ: «اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ»(۱)

(۲۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أُبَيُّ» وَهُوَ يُصَلِّي، فَالْتَفَتَ أُبَيٌّ وَلَمْ يُجِبْهُ، وَصَلَّى أُبَيٌّ فَخَفَّفَ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، مَا مَنَعَكَ يَا أُبَيُّ أَنْ تُجِيبَنِي إِذْ دَعَوْتُكَ؟» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي كُنْتُ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ: أَفَلَمْ تَجِدْ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ أَنْ «اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ». قَالَ: بَلَى ، وَلَا أَعُودُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.(۲)

(۲۲) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: تَخَلَّفَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلّى الله عليه وسلّم- وَتَخَلَّفْتُ مَعَهُ فَلَمَّا قَضَى حَاجَتَهُ قَالَ: « أَمَعَكَ مَاءٌ ». فَأَتَيْتُهُ بِمِطْهَرَةٍ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ ثُمَّ ذَهَبَ يَحْسِرُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ، فَضَاقَ كُمُّ الْجُبَّةِ، فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَأَلْقَى الْجُبَّةَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ رَكِبَ وَرَكِبْتُ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَوْمِ وَقَدْ قَامُوا فِي الصَّلَاةِ يُصَلِّي بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً، فَلَمَّا أَحَسَّ بِالنَّبِيِّ -صلّى الله عليه وسلم- ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ، فَصَلَّى بِهِمْ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- وَقُمْتُ فَرَكَعْنَا الرَّكْعَةَ الَّتِي سَبَقَتْنَا.(۳)

(۲۳) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ -صلّى الله عليه وسلم- ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: أَتُصَلِّي بِالنَّاسِ فَأُقِيمُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه

(۱) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ٦٤٢، كتاب التفسير/ سورة الفاتحة، مجلس البركات

(۲) جامع الترمذي، ج:۲، ص: ۱۱۱، أبواب فضائل القرآن عن رسول الله ﷺ/ باب ما جاء في فضل فاتحة الكتاب، مجلس البركات

(۳) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۱۳٤، كتاب الطهارة/ باب المسح على الخفين، مجلس البركات، مبارك فور.

وسلم- وَالنَّاسُ فِي الصَّلاَةِ فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصفق النَّاسُ - وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لاَ يَلْتَفِتُ فِي الصَّلاَةِ - فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ الْتَفتَ، فَرأى رَسُولَ اللهِ -صلّى الله عليه وسلّم- فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلّم- أَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلّم- مِنْ ذَلِكَ، ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ -صلّى الله عليه وسلّم- فَصَلَّى، ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ: «يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ». قَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا كَانَ لاِبْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ -صلّى الله عليه وسلّم-

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ-صلّى الله عليه وسلّم-: «مَا لِي، رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيقَ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلاَتِهِ فَلْيُسَبِّحْ ، فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ ، وَإِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ ».[1]

(٢٤) عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللهِ - صلّى الله عليه وسلّم - جَاءَ بِلاَلٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلاَةِ، فَقَالَ: « مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ»، قَالَتْ: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ ، وَإِنَّهُ مَتَى يَقُومُ مَقَامَكَ لاَ يُسْمِعُ النَّاسَ ، فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ.

فَقَالَ: «مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ». قَالَتْ: فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ: قُولِي لَهُ : إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ ، وَإِنَّهُ مَتَى يَقُمْ مَقَامَكَ لاَ يُسْمِعَ النَّاسَ ، فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ . فَقَالَتْ لَهُ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم -: « إِنَّكُنَّ لأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ ، مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ » .

قَالَتْ: فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلاَةِ وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ - صلَّى الله عليه وسلَّم - مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً ، قالت: فَقَامَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ، وَرِجْلاَهُ تَخُطَّانِ فِي الأَرْضِ.

قَالَتْ: فَلَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ سَمِعَ أَبُو بَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ -صلّى الله عليه وسلَّم- قُمْ مَكَانَكَ. فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ. قالت: فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ -صلّى الله عليه وسلّم- يُصَلِّي بِالنَّاسِ جَالِسًا وَأَبُو بَكْرٍ قَائِمًا. يَقْتَدِي أَبُو بَكْرٍ بِصَلاَةِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه

---

(١) الصحيح لمسلم، ج: ١، ص: ١٧٩، كتاب الصلاة/ باب تقديم الجماعة مَن يصلي بهم إذا تأخر الإمام و لم يخافوا مفسدة بالتقديم، مجلس البركات

وسلم- وَيَقْتَدِي النَّاسُ بِصَلاَةِ أَبِي بَكْرٍ.[١]

㉕ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قال: صَلَّيْتُ مع النبي صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سوْءٍ، قُلْنا: وما همَمْتَ؟ قال: هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[٢]

㉖ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلَّى اللّٰهُ عليْهِ وسلَّم وَهُوَ يُصَلِّي مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، فَقُمْتُ وَرَاءَهُ، فَأَخَذَنِي، فَأَقَامَني حِذاءَهُ، فَلَمَّا أَقْبَلَ علَى صلاتِه انْخَنَسْتُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ : مَا لَكَ، أَجْعَلُكَ حِذَائِي فَتَخْنِسُ؟

قُلْتُ : مَا يَنْبَغِي لأَحَدٍ أَنْ يُصَلِّيَ حِذَاءَكَ وَأَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ ، فَأَعْجَبَهُ، فَدَعَا اللّٰهَ أَنْ يَزِيدَنِي فَهْمًا وَعِلْمًا "وفقهاً".

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.[٣]

㉗ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ (يُخْبِرَانِ عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) . . . خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ . . . حَتَّى نَزَلَ بِأَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ عَلَى ثَمَدٍ قَلِيلِ الْمَاءِ . . . ثُمَّ إِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ -صلى اللّٰه عليه وسلم- بِعَيْنَيْهِ قَالَ: فَوَاللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلّى اللّٰه عليه وسلّم- نُخَامَةً إِلاَّ وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُحِدُّونَ

---

(١) الصحيح لمسلم، ج: ١، ص: ١٧٨ – ١٧٩، كتاب الصلاة/ باب: استخلاف الإمام إذا عرض له عذرٌ مِن مرض ... مَن يصلي بالناس، مجلس البركات

(٢) ● صحيح البخاري، ج:١،ص:١٥٢، كتابُ التهجد/ باب طول الصَّلاة في قيام الليل، مجلس البركات، مبارك فور.

● والصحيح لمسلم، ج:١،ص:٢٦٤، كتاب صلاة المسافرين وقصرها / باب استحباب تطويل القراءة في صلاةِ الليل، مجلس البركات.

(٣) المستدرك على الصَّحيحَين، ج:٣،ص:٥٣٤، كتاب معرفة الصحابة/ دعاء النبي لابن عباس، مجلس دائرة المعارف، حيدرآباد.

إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ.

فَرَجَعَ عُرْوَةُ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: أَيْ قَوْمِ، وَاللهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ. وَاللهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ -صلى الله عليه وسلم- مُحَمَّدًا. وَاللهِ إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً إِلاَّ وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ.[1]

(٢٨) عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهَذَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، قَالَ: مَنْ أَنْتُمَا - أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ - قَالاَ: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ: «لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».[2]

(٢٩) عَنِ ابْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ، قَالَ: حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ، وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ . . . فَقَالَ: وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ، وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ، وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ؛ لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ، وَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ.[3]

(٣٠) عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيكٍ ، قَالَ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ تَعَالَى وَسَلَّمَ- وَأَصْحَابُهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُؤُوسِهِمُ الطَّيْرُ، فَسَلَّمْتُ، ثُمَّ قَعَدْتُ.

---

(١) صحيح البخاري، ج:١، ص:٣٧٩، كتاب الشّروط/ باب الشروط في الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب، مجلس البركات.

(٢) صحيح البخاري، ج:١، ص:٦٧، كتاب الصلاة/ باب رفع الصوت في المسجد، مجلس البركات، مبارك فور.

(٣) الصحيح لمسلم، ج:١، ص:٧٦، كتاب الإيمان/ بابُ كونِ الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحجّ، مجلس البركات.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح ولم يخرّجاه. وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.[1]

(٣١) عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّهِ -صلّى الله عليه وسلّم- وَالحلاّقُ يَحْلِقُهُ وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ فَمَا يُرِيدُونَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلاَّ فِي يَدِ رَجُلٍ.[2]

(٣٢) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم ... قال: «اللَّهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي». وَبَكَى... فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ، فَقُلْ إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلاَ نَسُوءُكَ.[3]

(٣٣) عن أبي هريرة، قال: ... قال (رسول الله ﷺ): أَنَا **سَيِّدُ النَّاسِ** يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهَلْ تَدْرُونَ مِمَّ ذَلِكَ، يَجْمَعُ اللهُ النَّاسَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ.[4]

(٣٤) حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ

---

(١) ● سنن أبي داؤد، ص: ٤٢٤، كتاب الطب/ باب في الرّجل يتداوى، رقم الحديث: ٣٨٥٥.

● -و- مسند الإمام أحمد بن حنبل ،ص : ١٣٤٥، مسند الكوفيين / حديث أسامة بن شريك، رقم الحديث: ١٨٦٤٥.

● المستدرك على الصحيحين ،ج:١ ،ص: ١٢١، كتاب العلم/ باب أن الله تعالى لم يضع داءا إلا وضع إلخ. مع التلخيص للإمام الذّهبي رحمه الله تعالى.

(٢) الصحيح لمسلم، ج:٢،ص:٢٥٦، كتاب الفضائل/ باب قربه -صلى الله تعالى عليه وسلم- من الناس وتَبَرُّكِهِمْ به وتَواضعِهِ لهم.

(٣) الصحيح لمسلم ج: ١، ص: ١١٣، كتاب / باب دعاء النبي ﷺ لأمته و بكائه شفقة عليهم، مجلس البركات.

(٤) صحيح البخاري، ج: ٢، ص: ٢٨٤، كتاب التفسير / بابُ قوله: ذرِّيَّةَ مَن حَمَلْنا مع نوحٍ، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ الصحيح لمسلم ج: ١، ص: ١١١، كتاب الإيمان / باب إثبات الشّفاعة، مجلس البركات.

❀ مسند الإمام أحمد بن حنبل ص: ٦٩٥/ مسند أبي هريرة، رقم الحديث: ٩٦٢١.

❀ جامع الترمذي ج: ٢، ص: ٦٦، أبواب الزهد عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم/ باب ما جاء في الشّفاعة.

آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ.[1]

(٣٥) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلّى الله عليه وسلّم: «أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ فَخْرَ، وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلاَ فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلاَّ تَحْتَ لِوَائِي وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الأَرْضُ وَلاَ فَخْرَ... وَ هٰذا حديث حسنٌ.[2]

(٣٦) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَلَسَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ الله صلَّى الله عليه وسلَّم يَنْتَظِرُونَهُ، قَالَ: فَخَرَجَ، حَتَّى إِذَا دَنَا مِنْهُمْ، سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُونَ فَسَمِعَ حَدِيثَهُمْ ... وَ قَالَ: قَدْ سَمِعْتُ كَلاَمَكُمْ وَعَجَبَكُمْ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلُ الله وَهُوَ كَذٰلِكَ، وَمُوسَى نَجِيُّ الله وَهُوَ كَذٰلِكَ، وَعِيسَى رُوحُه وَكَلِمَتُهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ، وَآدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ، أَلاَ وَأَنَا حَبِيبُ الله وَلاَ فَخْرَ ... وَأَنَا أَكْرَمُ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ وَلاَ فَخْرَ ». هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ.[3]

(٣٧) عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال : قال رسولُ الله صلّى الله عليه و

---

(١) الصحيح لمسلم ج: ٢، ص: ٢٤٥، كتابُ الفضائل / باب تفضيل نبينا صلى الله تعالى عليه وسلّمَ على جميع الخلائق، مجلس البركات.

❀ سنن أبي داود ص: ٥١٠، كتاب السُّنّة/ باب في التخيير بين الأنبياء عليهم الصّلاة و السلام، بيت الأفكار الدولية، بيروت.

(٢) ● جامع الترمذي ج: ٢، ص: ٢٠١، ٢٠٢، أبوابُ المناقِب / باب ما جاء في فضل النّبي صلى الله تعالى عليه وسلّمَ / مجلس البركات.

● و ج: ٢، ص: ١٤٣، أبواب التفسير/ سورة بني إسرائيل، مجلس البركات.

● مسند الإمام أحمد بن حنبل ص: ٧٧٦، مسند أبي سعيد الخدري/ رقم الحديث: ١١٠٠٠.

● وص: ٨٨٠/ رقم الحديث: ١٢٤٩٦، بيت الأفكار الدولية.

● سنن ابن ماجه ص: ٤٦٤، كتاب الزهد/ بابُ ذكر الشّفاعة، رقم الحديث: ٤٣٠٨، بيت الأفكار الدولية.

(٣) ● جامع الترمذي ج: ٢، ص: ٢٠٢، بابٌ من أبواب المناقب، مجلس البركات.

● و سنن الدارمي ج: ١، ص: ١٩٥، باب ما أعطي النّبيُّ صلي الله تعالى عليه وسلَّمَ من الفضل، رقم الحديث: ٤٨.

سلّمَ : لما اقترف آدم الخطيئة قال: يا رب "أسألك بحق محمد لما غفرت لي".
قال: و كيف عرفت محمّدا؟ قال: لأنك لمّا خلقتني بيدك و نفخت فيّ من روحك رفعتُ رأسي فرأيتُ علىٰ قوائم العرش مكتوبا: "لآ إله إلا الله محمدٌ رّسُول الله" فعلمتُ أنك لم تُضف إلى اسمك إلا أحبَّ الخلق إليك. قال: صدقتَ يا آدم، إنه لَأحب الخلق إليّ.
أمّا إذا سألتني بحقّهِ فقد غفرتُ لك ، ولولا محمد ما خلقتُك. قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد.(١)

(٣٨) عَنْ عَبْدِ اللّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- .... فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ: اللّٰهُمّ أُمّتي، أُمّتي وَ بَكىٰ. فقال اللهُ : يا جبريلُ، اِذهَبْ إلىٰ محمّدٍ ـــ وَ ربُّك أعلمُ ـــ فاسْأَلْه: مَا يُبْكِيْكَ، فَأتاهُ جِبرِيلُ عليه السلامُ، فَسَأَلَه، فَأَخْبَرَهُ رسولُ الله صلّى الله تعالىٰ عليه وسلّمَ بِمَا قَالَ ـــ و هو أعلمُ ـــ فقال الله تعالىٰ: يَا جِبْرِيْلُ: اِذْهَبْ إلى محمّد، فَقُلْ: اِنّا سَنُرْضِيْك فِي أُمَّتِك وَ لَا نَسُوْءُك.(٢)

(٣٩) عن أبي هريرة ، رضي الله عنه ، أنه قال : قلتُ: يا رسولَ الله، مَن أسعدُ الناس بشَفاعتك يوم القيامة؟ فقال: لقد ظننتُ يا أبا هريرة، أن لا يسألني عن هذا الحديث أحدٌ أول منك، لما رأيت من حرصك على الحديث، "أسعدُ الناس بشفاعتي يوم القيامة مَن قال : لآ إلٰه إلا الله، خالصاً من قِبل نفسه.(٣)

(٤٠) عن جابر بن عبد الله الأنصاري ، قال : قال رسولُ الله -صلّى الله تعالى عليه وسلّمَ- : أعطيت خمسًا لم يُعْطَهنّ أحدٌ قبلي . . . إلى قوله: و أعطيتُ

---

(١) ● المستدرك للحاكم، ج: ١، ص: ٦٥، كتاب التاريخ/ استغفار آدم عليه السلام بحقّ محمد صلى الله تعالى عليه وسلّمَ.
● و دلائل النبوة للبيهقي ج: ٥، ص: ٤٨٩، باب ما جاء في تحدّث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلّمَ بنعمةِ ربّه عزّ و جلّ.
(٢) الصحيح لمسلم، ج: ١، ص: ١١٣، كتاب الإيمان/ بابُ دعاء النّبي صلّى الله تعالى عليه وسلّم لأمّتهٖ و بكائه شفقةً عليهم، مجلس البركات
(٣) صحيح البخاري، ج:٢، ص: ٩٧٢، كتاب الرقاق/ باب صفة الجنة والنار، مجلس البركات.

الشَّفاعة.[١]

﴿٤١﴾ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلَّى الله عليه وسلَّمَ- « أنا أوّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ فِي الْجَنَّةِ وَأَنَا أَكْثَرُ الأَنْبِيَاءِ تَبَعًا ».[٢]

﴿٤٢﴾ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- « لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي، شَفَاعَةً لأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا.[٣]

﴿٤٣﴾ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ... قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلَّمَ: يَجْمَعُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لاَ يُطِيقُونَ وَمَا لاَ يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: أَلاَ تَرَوْنَ مَا أَنْتُمْ فِيهِ، أَلاَ تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ، أَلاَ تَنْظُرُونَ إلى مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ يعني إِلَى رَبِّكُمْ، فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: ائْتُوا آدَمَ.

فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ: يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلاَئِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ، إِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلاَ

---

(١) • الصحيح لمسلم، ج: ١، ص: ١٩٩، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، مجلس البركات.
• وصحيح البخاري، ج:١، ص: ٤٨، كتاب التيمّم/ قُبيل باب إذا لم يجد ماءً ولا تُراباً. مجلس البركات، مبارك فور.
• وصحيح البخاري، ج:١، ص: ٦٢، كتاب الصلاة/ باب قولِ النبي ﷺ "جُعِلت لِيَ الأرضُ مسجداً و طهورا"، مجلس البركات.

(٢) الصحيح لمسلم، ج: ١، ص: ١١٢، كتاب الإيمان/ باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحّدين من النار، مجلس البركات، مبارك فور.

(٣) • الصحيح لمسلم، ج:١، ص: ١١٣، كتاب الإيمان/ باب إثبات الشّفاعة و إخراج الموحّدين من النار، مجلس البركات.
• وصحيح البخاري، ج:٢، ص:٩٣٢، كتاب الدعوات/ باب لِكُلِّ نبي دعوة مستجابة، مجلس البركات، مبارك فور.
• وصحيح البخاري، ج:٢، ص:١١١٢، كتاب التوحيد/ باب في المشيئة والإرادة، مجلس البركات.

تَرَى إِلَى مَا قَدْ بَلَغَنَا. فَيَقُولُ آدَمُ: إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يغْضبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ. نَفْسِي، نَفْسِي. اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ.

فَيَأْتُونَ نُوحًا، فَيَقُولُونَ يَا نُوحُ! أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى الأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا شَكُورًا، إِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَا عَلَى قَوْمِي. نَفْسِي نَفْسِي. إِذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ -صلّى الله عليه وسلّمَ-.

فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ: أَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ، إِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلاَ يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ. وَذَكَرَ كَذِبَاتِهِ. نَفْسِي نَفْسِي. اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى مُوسَى.

فَيَأْتُونَ مُوسَى -صلّى الله عليه وسلَّمَ- فَيَقُولُونَ: يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ فَضَّلَكَ اللَّهُ بِرِسَالاَتِهِ وَبِتَكْلِيمِهِ عَلَى النَّاسِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلاَ تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلاَ تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ مُوسَى -صلَى الله عليه وسلَّمَ- إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا. نَفْسِي نَفْسِي. إِذْهَبُوا إِلَى عِيسَى -صلى الله عليه وسلم-.

فَيَأْتُونَ عِيسَى، فَيَقُولُونَ: يَا عِيسَى، أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَلِمَةٌ مِنْهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَاشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلاَ تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا. فَيَقُولُ لَهُمْ عِيسَى -صلّى الله عليه وسلَّمَ- إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ - وَلَمْ يَذْكُرْ لَهُ ذَنْبًا - نَفْسِي نَفْسِي. اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ -صلَى الله عليه وسلَّمَ-

فَيَأْتُونِّي ، فَيَقُولُونَ: يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ الأَنْبِيَاءِ وَغَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ إِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلاَ تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلاَ تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّي ثُمَّ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ وَيُلْهِمُنِي مِنْ

مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ لأَحَدٍ قَبْلِي. ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِرْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهْ إِشْفَعْ تُشَفَّعْ. فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ: يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي. فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلِ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الأَبْوَابِ».(١)

(٤٤) عن أنس-رضي الله تعالى عنه- قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلَّم-: «فَيَأْتُونِّي فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي، فَإِذَا أَنَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللّٰهُ فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ، إِرْفَعْ رَأْسَكَ قُلْ تُسْمَعْ، سَلْ تُعْطَهْ، إِشْفَعْ تُشَفَّعْ.

فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُ رَبِّي بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ رَبِّي ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ.

ثُمَّ أَعُودُ فَأَقَعُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ يُقَالُ: ارْفَعْ رَأْسَكَ يَا مُحَمَّدُ، قُلْ تُسْمَعْ، سَلْ تُعْطَهْ، اشْفَعْ تُشَفَّعْ.

فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُ رَبِّي بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ – قَالَ: فَلاَ أَدْرِي فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الرَّابِعَةِ قَالَ – فَأَقُولُ: يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلاَّ مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ، أَيْ: "وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ". - قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ فِي رِوَايَتِهِ: قَالَ قَتَادَةُ: أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ.»(٢)

(٤٥) عَنْ حُذَيْفَةَ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ-، قَالَ: «لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

---

(١) الصحيح لمسلم، ج:١، ص: ١١١، كتاب الإيمان/ باب إثبات الشَّفاعة و إخراج الموحِّدين من النار، مجلس البركات، مبارك فور.

● وصحيح البخاري، ج:١، ص:٤٧٠، كتاب الأنبيا/ باب قول الله عزَّ وجلَّ: "ولقد أرسلنا نوحا إلى قومه"، مجلس البركات، مبارك فور.

● وصحيح البخاري، ج:٢، ص:٦٨٤، كتاب التفسير/ باب ذرّية مَن حملنا مع نوح ... إلخ، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) الصحيح لمسلم، ج:١، ص: ١٠٩، كتاب الإيمان/ باب إثبات الشَّفاعة وإخراج الموحِّدين من النار، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ صحيح البخاري، ج:٢، ص:٩٧١، كتاب الرقاق/ باب صفة الجنّة والنّار، مجلس البركات.

وَسَلَّمَ- خُطْبَةً، مَا تَرَكَ فِيهَا شَيْئًا إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ»، عَلِمهُ مَنْ علمه وَجَهِلَه مَنْ جَهِلَه.[1]

⑯ حَدَّثَنِي أبو زَيْدٍ (عَمْرُو بْن أَخْطَبَ) قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ الله -صلى الله عليه وسلَّمَ- الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ، فَنَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ **فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ** فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا.[2]

⑰ عَنْ (عبد الله) ابن عُمر، قال: قالَ رسولُ الله -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ-: إنَّ اللهَ -عزَّ و جلّ- قد رَفَعَ لِيَ الدُّنيا، فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْها وَ إِلىٰ مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا إلى يومِ القيامة، كأنّما أنظرُ إلى كَفِّي هذه، جِلِّيَانٌ مِّنَ الله جَلاهُ لِنَبِيِّه كَمَا جَلاَ للنَّبيين من قَبْلِهِ.[3]

⑱ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّهَا قَالَتْ . . . فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم- حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلاَّ قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ.[4]

⑲ عَنْ عَبْدِ الله بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم- فَصَلَّى رَسُولُ الله ﷺ (بالجماعة- ن) . . .

---

(١) صحيح البخاري، ج: ٢، ص: ٩٧٧، كتاب القدر/ باب قوله: و كان أمرُ الله قدرًا، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) الصحيح لمسلم ج: ٢، ص: ٣٩٠، كتاب الفِتن و أشراطِ السّاعة، مجلس البركات، مبارك فور.

(٣) المعجم الكبير للإمام الطبراني ج: ١٣، ص: ٣١٩/مسند عبد الله بن عمر بن الخطاب، قاہره.

(٤) • صحيح البخاري، ج:١،ص:١٤٤، أبوابُ الكسوف / بابُ صلاةِ النّساء مع الرّجالِ في الكسوف، مجلس البركات.

• صحيح البخاري، ج:١،ص:١٢٦، كتاب الجمعة / بابُ مَن قال في الخطبة بعدَ الثناءِ "أمّا بعد"، مجلس البركات.

• صحيح البخاري، ج:١،ص:٣١، كتابُ الوضوء / بابُ باب من لم يتوضأ إلّا مِنَ الغشي المثقل، مجلس البركات.

• صحيح البخاري، ج:١،ص:١٨، كتاب العلم / بابُ من أجابَ الفتيا بإشارة اليد والرّاس، مجلس البركات.

قَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ، ثُمَّ رَأَيْنَاكَ كَعْكَعْتَ. فَقَالَ : إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُودًا، وَلَوْ أَصَبْتُهُ [أَخَذْتُه-[1]] لأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا. وَأُرِيتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ.[2]

⑤٠ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ رَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- . . . فَصَلَّى بِالنَّاسِ . . . فقال: فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ، فَصَلُّوا حَتَّى تَنْجَلِيَ.

مَا مِنْ شَيْءٍ تُوعَدُونَهُ إِلاَّ قَدْ رَأَيْتُهُ فِي صَلاَتِي هَذِهِ .

لَقَدْ جِيءَ بِالنَّارِ وَذَلِكُمْ حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرتُ مَخَافَةَ أَنْ يُصِيبَنِي مِنْ لَفْحِهَا . . .

ثُمَّ جِيءَ بِالْجَنَّةِ، وَذَلِكُمْ حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَقَدَّمْتُ، حَتَّى قُمْتُ فِي مَقَامِي.

وَلَقَدْ مَدَدْتُ يَدِي وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَتَنَاوَلَ مِنْ ثَمَرِهَا لِتَنْظُرُوا إِلَيْهِ، ثُمَّ بَدَا لِي أَنْ لاَ أَفْعَلَ.

فَمَا مِنْ شَيْءٍ تُوعَدُونَهُ إِلّا وقَدْ رَأَيْتُهُ فِي صَلاَتِي هَذِهِ.[3]

---

(١) الصحيح لمسلم، ج:١،ص:٢٩٨، كتابُ الكسوف ، مجلس البركات.

(٢) صحيح البخاري، ج:١،ص:١٤٤، أبوابُ الكسوف / بابُ صلاةِ الكسوف جماعة، مجلس البركات.

(٣) الصحيح لمسلم، ج:١،ص:٢٩٧، ٢٩٨، كتابُ الكسوف ، مجلس البركات.

(۲)

(۵۱) عَنْ مُعاذ بْنِ جبلٍ قال: احْتُبِسَ عنّا رسُولُ الله -صلّى اللهُ عليْهِ وسلّم- ذات غداةٍ مِنْ صلاةِ الصُّبْحِ، حتّى كِدْنا نتراءى عيْنَ الشّمْسِ، فخرج سريعًا، فثُوّب بالصّلاةِ، فصلّى رَسُولُ الله -صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ- وَتجوّز فِي صَلاَتِهِ، فلمّا سَلّمَ دَعَا بِصَوْتِهِ، فَقَالَ لَنَا: عَلىٰ مَصَافِّكُمْ كَمَا أَنْتُمْ، ثُمَّ انْفَتَلَ إِلَيْنَا فقال: ... أَنِّي قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ، فَتَوَضَّأْتُ، فَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَ لِي، فَنَعَسْتُ فِي صَلاَتِي فَاسْتَثْقَلْتُ، فَإِذَا أَنَا بِرَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ، ... فَرَأَيْتُهُ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَامِلِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ، فَتَجَلَّىٰ لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ...

قال أبوعيسىٰ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، صَحِيحٌ. سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ هٰذَا الحَدِيثِ، فَقَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.[1]

(۵۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ -صلّى الله عليه وسلّمَ- قَالَ: «أَتَانِي رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلأُ الأَعْلَى؟ قُلْتُ: رَبِّ لاَ أَدْرِي، فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حتى وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ **فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ**.»[2]

(۵۳) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله -صلى الله عليه وسلمَ- "إِنَّ اللهَ زَوَى لِيَ الأَرْضَ حَتّٰى رَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا." [3]

(۵۴) عَنْ عَطَاءٍ قَالَ : قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ : لَقَدْ تَرَكَنَا رَسُولُ الله -صلّى الله عليه وسلّمَ- وَمَا فِي السَّمَاءِ طَيْرٌ يَطِيرُ بِجَنَاحِهِ إِلاَّ ذَكَّرَنَا مِنْهُ عِلْمًا.»[4]

---

(١) جامع الترمذي ج: ٢، ص: ١٥٦، أبواب التفسير/ سورة صٓ، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) جامع الترمذي، ج: ٢، ص: ١٥٦، أبواب التفسير/ سورة صٓ، مجلس البركات، مبارك فور.

(٣) الصحيح لمسلم ج: ٢، ص: ٣٩٠، كتاب الفِتَن و أشراطِ الساعة، مجلس البركات، مبارك فور.

(٤) مسند أبي يعلىٰ الموصلي، ج: ٩، ص: ٤٦، دار المأمون للتراث، دمشق.

نقلهُ الحافظ نورُ الدين عليُّ بن أبي بكر الهيثمي في "مجمع الزوائد" وقال : رواه الطَّبراني ورجالهُ رجالُ الصحيح.[١]

⑤⑤ عَنْ أَبِي ذَرٍّ ، قَالَ : تَرَكَنَا رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا طَائِرٌ يُقَلِّبُ جَنَاحَيْهِ فِي الْهَوَاءِ ، إِلَّا وَهُوَ يُذَكِّرُنَا مِنْهُ عِلْمًا.[٢]

⑤⑥ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- نَعَى زَيْدًا وَجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ ، فَقَالَ: « أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ - وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ - حَتَّى أَخَذَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ حَتَّى فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِمْ ».[٣]

⑤⑦ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ الله -صلّى الله عليه وسلَّمَ- قَالَ: « هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هٰهُنَا، وَاللهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ وَلاَ خُشُوْعُكُمْ وَإِنِّي لأَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي ».[٤]

⑤⑧ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- قَالَ: « أَقِيمُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، فَوَاللهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي، وَرُبَّمَا قَالَ: مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ».[٥]

⑤⑨ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- بِحَائِطٍ مِنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ أَوْ مَكَّةَ، فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ -صلّى الله عليه وسلَّمَ-: « يُعَذَّبَانِ ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ» ، ثُمَّ قَالَ: « بَلَىٰ ، كَانَ أَحَدُهُمَا لاَ يَسْتَتِرُ مِنْ

---

(١) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج:٨، ص: ٤٧٢ ، كتاب علامات النبوة/ بابٌ في ما أوتي من العلم ، رقم الحديث: ١٣٩٧٣ ، دار الفكر.

(٢) المعجم الكبير للإمام الطبراني، ج: ٢ ، ص: ١٥٦ / مسند أبي ذر الغفاري ، قاهره.

(٣) صحيح البخاري، ج: ٢، ص: ٦١١ ، كتاب المغازي/ باب غزوة مُوتَة مِن أرضِ الشام، مجلس البركات، مبارك فور.

(٤) صحيح البخاري، ج:١، ص: ١٠٢ ، كتاب الأذان/ باب الخشوع في الصّلاة، مجلس البركات.

(٥) صحيح البخاري، ج: ١، ص: ١٠٢ ، كتاب الأذان/ باب الخشوع في الصلاة، مجلس البركات، مبارك فور.

بَوْلِهِ، وَكَانَ الآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ». ثُمَّ دَعَا بِجَرِيدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ، فَوضع عَلىٰ كُلِّ قَبْرٍ مِنْهُمَا كِسْرَةً. فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ! لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟ قَالَ: «لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَيْبَسَا -أَوْ- إِلىٰ أَنْ يَيْبَسَا».(١)

٦٠ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-: «إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ رِيحًا مِنَ الْيَمَنِ أَلْيَنَ مِنَ الْحَرِيرِ فَلاَ تَدَعُ أَحَدًا فِي قَلْبِهِ. قَالَ أَبُو عَلْقَمَةَ: مِثْقَالُ حَبَّةٍ، وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ إِلاَّ قَبَضَتْهُ».(٢)

٦١ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلّمَ-: «إِنِّي لأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا، وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولاً الْجَنَّةَ.

رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا، فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى لَهُ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَيَأْتِيهَا، فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلأَى، فَيَرْجِعُ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ، وَجَدْتُهَا مَلأَى، فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى لَهُ: اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، قَالَ: فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلأَى، فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلأَى، فَيَقُولُ الله تعالى لَهُ: اذْهَبْ، فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ أَمْثَالِهَا.(٣)

٦٢ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلى الله عليه وسلم-: «لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِي عَنْ مَسْرَايَ فَسَأَلَتْنِي عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا. فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهُ قَطُّ قَالَ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ مَا يَسْأَلُونِّي عَنْ شَيْءٍ إِلاَّ أَنْبَأْتُهُمْ بِهِ.(٤)

٦٣ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِينَ بَلَغَهُ إِقْبَالُ أَبِي

---

(١) صحيح البخاري، ج: ١، ص: ٣٤، ٣٥، كتاب الوضوء/ بابٌ مِن الكبائر أن لا يستتر من بوله، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) الصحيح لمسلم ج: ١، ص: ٧٥، كتاب الإيمان/ باب مخافة المؤمن أن يحبط عمله، مجلس البركات، مبارك فور.

(٣) الصحيح لمسلم ج: ١، ص: ١٠٥، كتاب الايمان/ بابُ إثبات الشَّفاعة، مجلس البركات.

(٤) الصحيح لمسلم، ج: ١، ص: ٩٦، كتاب الإيمان/ باب الإسراء برسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى السمٰوٰت و فرض الصلوات، مجلس البركات

سُفْيَانَ قَالَ فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ تَكَلَّمَ عُمَرُ فأعرض عَنْهُ فقام سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ إِيَّانَا تُرِيدُ يَا رَسُولَ اللهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نُخِيضَهَا الْبَحْرَ لَأَخَضْنَاهَا وَلَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَضْرِبَ أَكْبَادَهَا إِلَى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا قال فندب رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَانْطَلَقُوا حَتَّى نَزَلُوا بَدْرًا وَوَرَدَتْ عَلَيْهِمْ رَوَايَا قُرَيْشٍ وَفِيهِمْ غُلَامٌ أَسْوَدُ لِبَنِي الْحَجَّاجِ فَأَخَذُوهُ فَكَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُونَهُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ وَأَصْحَابِهِ فَيَقُولُ مَا لِي عِلْمٌ بِأَبِي سُفْيَانَ وَلَكِنْ هَذَا أَبُو جَهْلٍ وَعُتْبَةُ وَشَيْبَةُ وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ فَإِذَا قَالَ ذَلِكَ ضَرَبُوهُ فَقَالَ نَعَمْ أَنَا أُخْبِرُكُمْ هَذَا أَبُو سُفْيَانَ فَإِذَا تَرَكُوهُ فَسَأَلُوهُ فَقَالَ مَا لِي بِأَبِي سُفْيَانَ عِلْمٌ وَلَكِنْ هَذَا أَبُو جَهْلٍ وَعُتْبَةُ وَشَيْبَةُ وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ فِي النَّاسِ فَإِذَا قَالَ هَذَا أَيْضًا ضَرَبُوهُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّي فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ انْصَرَفَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَضْرِبُوهُ إِذَا صَدَقَكُمْ وَتَتْرُكُوهُ إِذَا كَذَبَكُمْ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ قَالَ وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ هَاهُنَا هَاهُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[1]

(۶۴) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، كَانَ - إِذَا قُحِطُوا - اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، فَقَالَ : اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا- قَالَ: فَيُسْقَوْنَ.[2]

(۶۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ أَبِي طَالِبٍ:

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثِمَالَ الْيَتَامَى عِصْمَةً لِلأَرَامِلِ.[3]

---

(۱) الصحيح لمسلم، ج: ۲، ص: ۱۰۲، كتابُ الجهاد و السِّيَر/ باب غزوة بدر، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) ● صحيح البخاري ، ج: ۱ ، ۱۳۷ ، أبواب الاستسقاء / باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء.
● و- ص: ۵۲۶، كتاب المناقب/ ذكر عباس بن عبد المطلب ، مجلس البركات، مبارك فور.

(۳) صحيح البخاري ، ج: ۱ ،ص: ۱۳۷، أبواب الاستسقاء / بابُ سؤال النّاس الإمام الاستسقاءَ ، مجلس البركات، مبارك فور.

⑥٦ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ ، أَنَّ رَجُلاً ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ فَقَالَ: اُدْعُ اللّٰهَ لِي أَنْ يُعَافِيَنِي فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ أَخَّرْتُ لَكَ وَهُوَ خَيْرٌ، وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ. فَقَالَ: ادْعُهْ ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوءَهُ ، وَيُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ، وَيَدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ :

''اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ ، وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ ، يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى ، اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ.'' (١)

⑥٧ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ النُّكْرِيُّ ، حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوْزَاءِ أَوْسُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ :

قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَحْطًا شَدِيدًا فَشَكَوْا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ : انْظُرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ، فَاجْعَلُوا مِنْهُ كُوًى إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لاَ يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ.

قَالَ : فَفَعَلُوا، فَمُطِرْنَا مَطَرًا حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الإِبِلُ حَتَّى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ , فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ.(٢)

⑥٨ عَنْ مَالِكِ الدَّارِ، قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ، قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ''يَا رَسُولَ اللهِ، اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا''، فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْقِيُّونَ وَقُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسُ، عَلَيْكَ الْكَيْسُ، فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ، لَا آلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ.(٣)

⑥٩ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابنِ مَسْعُوْدٍ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- قَالَ: كُنَّا نَقُولُ فِي الصَّلَاةِ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ -صلّى الله تعالى عليه وسلّمَ-: السَّلَامُ عَلَى اللهِ، السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ. فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم- ذَاتَ يَوْمٍ: إِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ. فَإِذَا قَعَدَ أَحَدُكُمْ

---

(١) سنن ابن ماجه، ص: ٧٩٩، بابُ ما جاء في صلاة الحاجة.

(٢) مسند الدارمي المعروف بـ سنن الدارمي، ج:١،ص: ٢٢٧، بابُ ما أكرَمَ اللهُ تعالى نبيه، بعد موته ﷺ ، رقم الحديث: ٩٣.

(٣) مصنّف ابن أبي شيبة، ج: ١٢، ص:٣١، ٣٢، كتاب المناقب/ ما ذكر في فضل عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه، الدار السلفية.

فِى الصَّلاةِ فَلْيَقُلْ:

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ ''السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ.

فَإِذَا قَالَهَا: أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِى السَّمَاءِ وَالأَرْضِ.

أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الْمَسْأَلَةِ مَا شَاءَ.''(١)

٧٠ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ، -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا- زَوْجَ النَّبِيِّ صلّى الله عليه وسلّم أَخْبَرَتْهُ، قَالَتْ: أَقْبَلَ أَبُوبَكْرٍ -رَضِيَ اللّٰه عَنْهُ- عَلَى فَرَسِهِ مِنْ مَسْكَنِهِ ''بِالسُّنْحِ'' حَتَّى نَزَلَ، فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ صلّى الله عليه وسلّم وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ ثُمَّ بَكَى فَقَالَ: بِأَبِي أَنْتَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! لاَ يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا.(٢)

٧١ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بن مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ بِأَرْضِ فَلاةٍ فَلْيُنَادِ: يَا عِبَادَ اللّٰهِ، احْبِسُوا عَلَيَّ، يَا عِبَادَ اللّٰهِ احْبِسُوا عَلَيَّ، فَإِنَّ لِلّٰهِ فِي الأَرْضِ حَاضِرًا سَيَحْبِسُهُ عَلَيْكُمْ.(٣)

٧٢ عَنْ عُتْبَةَ بن غَزْوَانَ، عَنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئًا أَوْ أَرَادَ أَحَدُكُمْ عَوْنًا وَهُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيسٌ، فَلْيَقُلْ: يَا عِبَادَ اللّٰهِ

---

(١) ❀ الصحيح لمسلم، ج:١، ص: ١٧٣، كتاب الصلاة/ باب التشهد في الصلاة. مجلس البركات.

❀ صحيح البخاري، ج:١، ص: ١١٥، كتاب الاذان/ باب التشهد في الصلاة، مجلس البركات.

❀ سنن أبي داؤد، ص: ١٣٩، كتاب الصلاة/ باب التشهد.

(٢) صحيح البخاري، ج: ١، ص: ١٢٧، كتاب الجمعة/ باب الاستسقاء في الخطبة يوم الجمعة، مجلس البركات

(٣) ❀ المعجم الكبير للطبراني، ج: ١٠، ص: ٢٦٧، رقم الحديث: ١٠٥١٨، قاهره

❀ مسند أبي يعلى، ج: ٩، ص: ١٧٧، رقم حديث: ٥٢٦٩، دار المامون للتراث، بيروت.

أَغِيثُونِي، يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيثُونِي، فَإِنَّ للهِ عِبَادًا لا نَرَاهُمْ، وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ.(١)

٧٣ عَنْ سَلِمَةَ بنِ الأَكْوَعِ ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ -صلّى الله عليه وسلّمَ- حُنَيْنًا ... فَوَلّىٰ صَحَابَةُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّمَ، ... فَلَمَّا غَشُوا رَسُولَ اللهِ -صلّى الله عليه وسلّمَ- نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ مِنَ الأَرْضِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهِ وُجُوهَهُمْ فَقَالَ: شَاهَتِ الْوُجُوهُ. فَمَا خَلَقَ اللهُ مِنْهُمْ إِنْسَانًا إِلاَّ مَلأَ عَيْنَيْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ.(٢)

٧٤ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ -صلى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ- قَالَ : مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ.(٣)

٧٥ حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ كَعْبٍ الأَسْلَمِيُّ، قَالَ: كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم- فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ، فَقَالَ لِي: « سَلْ ». فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ: «أَوَغَيْرَ ذٰلِكَ ؟». قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ. قَالَ « فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ ».(٤)

٧٦ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ حَتَّى رَأَوْا حِرَاءَ بَيْنَهُمَا.(٥)

٧٧ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- فِرْقَتَيْنِ، فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةً دُونَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلّى الله

---

(١) المعجم الكبير للطبراني، ج: ٧، ص: ٤٨، رقم الحديث: ١٣٧٣٧، دارُ الكتب العلمية، بيروت.

(٢) الصحيح لمسلم، ج:٢، ص:١٠١، كتابُ الجهاد والسِّير/ باب غزوة حُنين، مجلس البركات، مبارك فور.

(٣) صحيح البخاري، ج: ٢، ص: ٩٥٩، كتاب الرقاق/ بابُ حفظِ اللسان، مجلس البركات .

(٤) صحيح البخاري، ج: ١، ص: ١٩٣، كتاب الصلاة/ باب فضلِ السجود والحث عليه، مجلس البركات، مبارك فور.

(٥) ❀ صحيح البخاري، ج:١،ص:٥٤٦، كتاب بنيان الكعبة/ باب انشقاق القمر، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ الصحيح لمسلم، ج:٢،ص:٣٧٣، كتاب صفاتِ المنافقين وأحكامهم/ باب انشقاق القمر، مجلس البركات، مبارك فور .

عليه وسلّمَ: اشْهَدُوا.[١]

⑦⑧ عَنْ أَنَسٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ –صلّى الله عليه وسلّمَ– بِإِنَاءٍ وَهُوَ بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الإِنَاءِ فَجَعَلَ المَاءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَةُ: قُلْتُ لأَنَسٍ: كَمْ كُنْتُمْ قَالَ: ثَلاَثَ مِائَةٍ ، أَوْ زُهَاءَ ثَلاَثِ مِائَةٍ.[٢]

⑦⑨ عَنْ جَابِرٍ –رَضِيَ اللّٰهُ تعالى عَنْهُ– قال: عطِش الناسُ يوم الحُدَيبية و رسولُ الله –صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ– بين يديه ركوةٌ فتوضّأ منها، ثم أقبل الناسُ نحوَه فقال رسول الله –صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ–: مالكم؟ قالوا يا رسولَ الله! ليس عندنا ماء نتوضّأ به و لا نشرب إلّا ما في ركوتك ، قال:

فَوَضَعَ النَّبِيُّ –صلّى الله عليه وسلَّمَ– يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ، فَجَعَلَ المَاءُ يَفُورُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ العُيُونِ. قَالَ: فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا.

فَقُلْتُ لِجَابِرٍ: كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ:لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا،كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً.[٣]

⑧⓪ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ –رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا– أَنَّ النَّبِيَّ –صلّى الله عليه وسلَّمَ– كَانَ يَقُومُ يَوْمَ الجُمُعَةِ إِلَى شَجَرَةٍ ، أَوْ نَخْلَةٍ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ، أَوْ رَجُلٌ – يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا نَجْعَلُ لَكَ مِنْبَرًا، قَالَ: إِنْ شِئْتُمْ، فَجَعَلُوا لَهُ مِنْبَرًا فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الجُمُعَةِ دُفِعَ إِلَى المِنْبَرِ

---

(١) ❀ صحيح البخاري، ج:٢،ص:٧٢١،كتاب التفسير/ باب "وانشق القمر وإن يرد أية يعرضوا"، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ الصحيح لمسلم،ج:٢،ص:٣٧٣،كتاب صفات المنافقين وأحكامهم/ باب انشقاق القمر، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) ❀ صحيح البخاري، ج:١،ص:٥٠٤، كتاب المناقب/ باب علاماتِ النُّبوة في الإسلام، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ الصحيح لمسلم، ج:٢،ص:٢٤٦، كتاب الفضائل/ باب تفضيل نبينا ﷺ على جميع الخلائق، مجلس البركات، مبارك فور.

(٣) صحيح البخاري، ج: ٢، ص: ٥٩٨، كتاب المغازي/ باب غزوة الحدَيبية، مجلس البركات، مبارك فور.

فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيَاحَ الصَّبِيِّ ثُمَّ نَزَلَ النَّبِيُّ -صلّى الله عليه وسلّم- فَضَمَّهُ إِلَيْهِ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّنُ قَالَ كَانَتْ تَبْكِي عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ عِنْدَهَا.[١]

(٨١) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ -صلّى الله عليه وسلّم- إِنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ صَلاَتِي فَأَمْكَنَنِي اللهُ مِنْهُ فَأَخَذْتُهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبُطَهُ عَلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ دَعْوَةَ أَخِي سُلَيْمَانَ: ''رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي''[٢] فَرَدَدْتُهُ خَاسِئًا.[٣]

(٨٢) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا- قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ الله -صلّى الله عليه وسلّم- فَصَلَّى قَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاولُ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ، قَالَ:إِنِّي أُرِيتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهُ لأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا.[٤]

(٨٣) عن ابن عباس قال : جاء أعرابي إلى رسول الله -صلى الله عليه و سلم- فقال: بم أعرف أنك نبي ؟ قال: إن دعوت هذا العذق من هذه النخلة تشهد أني رسول الله ؟ فدعاه رسول الله -صلى الله عليه و سلم- فجعل ينزل من النخلة حتى سقط إلى النبي -صلى الله عليه و سلم- ثم قال: ارجع، فعاد فأسلم الأعرابي. قال أبو عيسىٰ: هذا حديث حسن غريب صحيح.[٥]

---

(١) صحيح البخاري، ج:١،ص: ٥٠٦، كتاب المناقب/ باب علامات النبوة في الإسلام، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) القرآن الحكيم، سورة صٓ: ٣٨، الآية: ٣٥.

(٣) صحيح البخاري، ج:١،ص:٤٨٦، ٤٨٧، كتاب الأنبياء/ بابُ قولِ الله عز وجل: وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ الصحيح لمسلم،ج:١،ص:٢٠٥، كتاب المساجد ومواضِعِ الصلاة/ باب جواز لعن الشيطان في أثناء الصلاة، مجلس البركات، مبارك فور.

(٤) صحيح البخاري، ج:١،ص: ١٠٣، كتاب الأذان/ بابُ رفعِ البصر إلى الإمام في الصّلاة، مجلس البركات، مبارك فور.

(٥) جامع الترمذي، ج:٢،ص: ٢٠٣، أبواب المناقب/ باب ما جاء في أيات نبوة النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- وما قد خصّه الله به، مجلس البركات، مبارك فور.

⑧٤ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-، فَقَالَ: «أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ، فَحُجُّوا»، فَقَالَ رَجُلٌ: أَ كُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللهِ؟ — فَسَكَتَ حَتَّى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-:

"لَوْ قُلْتُ: نَعَمْ لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ."

ثُمَّ قَالَ: «ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ».[1]

⑧٥ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: ذَبَحَ أَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ: فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَبْدِلْهَا، قَالَ: لَيْسَ عِنْدِي إِلاَّ جَذَعَةٌ- قَالَ شُعْبَةُ وَأَحْسِبُهُ قَالَ - هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ قَالَ: اجْعَلْهَا مَكَانَهَا وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.[2]

⑧٦ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ (يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لاَ يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا وَلاَ يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ) قَالَتْ: كَانَ مِنْهُ النِّيَاحَةُ. قَالَتْ: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، إِلَّا آلَ فُلَانٍ فَإِنَّهُمْ كَانُوا أَسْعَدُونِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلاَ بُدَّ لِي مِنْ أَنْ أُسْعِدَهُمْ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ - صلى الله عليه وسلم- « إِلَّا آلَ فُلَانٍ ».[3]

⑧٧ سمعتُ شهر بن حوشب قال: حدثَتْنا أم سلمة الأنصارية، قالت : قالت امرأة من النّسوة: ما هذا المعروف الذي لا ينبغي لنا أن نعصيك فيه ؟ قال: لا تنحن. قلت: يا رسول الله، إن بني فلان قد أسعدوني على عمّي ولا بد لي من قضائهن، فأبى عليَّ فأتيته مرارا فأذن لي في قضائهن، فلم أنح بعد على اخائهن ولا غيره حتى الساعة.

قال أبو عيسى: هذا حديث حسن. وفيه عن أم عطية رضي الله عنها، قال

---

(١) الصحيح لمسلم ج: ١، ص: ٤٢٢، كتاب الحجّ / باب فرض الحج مرة في العمر، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) ● صحيح البخاري، ج:١، ص: ١٣٢، كتاب العيدين/ باب الخطبة بعد العيد، مجلس البركات.
● الصحيح لمسلم، ج:٢، ص: ١٥٤، كتاب الأضاحي/ باب وقتها، مجلس البركات.

(٣) الصحيح لمسلم، ج:١، ص:٣٠٤، كتاب الجنائز/ فصلٌ في نهي النساء عن النياحة، مجلس البركات، مبارك فور.

عبد بن حميد: أم سلمة الأنصارية هي أسماء بنت يزيد بن السكن.(١)

(٨٨) أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلَّمَ- إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكْتُ قَالَ: مَا لَكَ، قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ،

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلَّمَ-: هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا، قَالَ: لَا، قَالَ: فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ: لَا، فَقَالَ: فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ: لَا، قَالَ:فَمَكَثَ النَّبِيُّ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- بِعَرَقٍ فِيهَا تَمْرٌ - وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ- قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ فَقَالَ: أَنَا قَالَ: خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ الرَّجُلُ: أَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللهِ ؟ فَوَاللهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا -يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ- أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَضَحِكَ النَّبِيُّ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ: أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ.(٢)

(٨٩) عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ لِعَائِشَةَ، إِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْكِ الْغُلَامُ الْأَيْفَعُ الَّذِى مَا أُحِبُّ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيَّ. قَالَ: فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَمَا لَكِ فِي رَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلَّمَ- أُسْوَةٌ قَالَتْ: إِنَّ امْرَأَةَ أَبِي حُذَيْفَةَ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ سَالِمًا

---

(١) جامع الترمذي، ج:٢،ص: ١٦٤، أبواب التفسير/ سورة الممتحنة، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) ● صحيح البخاري، ج:١،ص: ٢٥٩، كتاب الصّوم/ باب إذا جامَعَ في رمضان، مجلس البركات.

● الصحيح لمسلم، ج:١، ص:٣٥٤، كتاب الصيام/ باب تحريم تغليظِ الجماع، مجلس البركات، مبارك فور.

● جامع الترمذي، ج :١،ص: ٩٠، أبواب الصوم/ باب ما جاء في كفارة.

● سنن أبي داود، ص:٢٧١، كتاب الصوم/ باب كفارة من أتى أهله في رمضان، رقم الحديث: ٢٣٩٠.

● السنن الكبرى للنسائي، ج:٣،ص:٣١٢، ٣١٣، كتاب الصيام/ باب ما يجب على من جامع امرأته في شهر رمضان، رقم الحديث: ٣١٠٤.

● سنن ابن ماجه، ص: ١٨٣، كتاب الصيام/ باب ما جاء في كفارة مِن أفطر يوما من رمضان، رقم الحديث: ١٦٧١.

يَدْخُلُ عَلَيَّ وَهُوَ رَجُلٌ وَفِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ مِنْهُ شَيْءٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلَّمَ- «أَرْضِعِيهِ حَتَّى يَدْخُلَ عَلَيْكِ».(١)

⑨٠ حَدَّثنا قَتَادَةُ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَنْبَأَهُمْ: "أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فِي الْقُمُصِ الْحَرِيرِ فِي السَّفَرِ مِنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا، أَوْ وَجَعٍ كَانَ بِهِمَا".(٢)

⑨١ عن البراء-رضی الله عنه-قال:أمرنا النبي-صلى الله تعالى عليه وسلم- بسبع ... ونهانا عن سبع:عن خاتم الذهب،أوقال:حلقة الذهب وعن لبس الحرير.(٣)

⑨٢ عن أنس بن مالك أن رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- قال: اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَإِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا.(٤)

---

(١) ● الصحيح لمسلم، ج:١،ص: ٤٦٩، كتاب الرضاع/ فصل فی رضاعة الكبير، مجلس البركات
● سنن النسائي، ص: ٣٥٠، كتاب النكاح/ باب رضاع الكبير.
● سنن ابن ماجه، ص: ٢١١، كتاب النكاح/ باب رضاع الكبير.
● مسند الإمام أحمد، ص:١٨٩٤، مسند النساء/ حديث السيدة، عائشة، رقم الحديث: ٢٥٩٢٩.

(٢) ● صحيح البخاري، ج:٢،ص: ٨٦٨، كتاب اللباس/ باب ما يرخص للرّجال، مجلس البركات.
● الصحيح لمسلم، ج:٢،ص: ١٩٣، كتاب اللباس/ باب إباحة لبس الحرير للرجال.
● جامع الترمذي، ج:١،ص:٢٠٥، كتاب اللباس/ باب ما جاء في الرخصة في لبس الحرير.
● سنن أبي داؤد،ص: ٤٤٤، كتاب اللباس/ باب لبس الحرير بعذر.
● سنن ابن ماجه، ص: ٣٨٧، كتاب اللباس/ باب من رخص له في لبس الحرير.
● سنن النسائي، ص: ٥٣٨، كتاب الزينة/ باب الرخصة في لبس الحرير.

(٣) ● صحيح البخاري، ج:٢،ص: ٨٧١، كتاب اللباس/ باب خواتم الذهب، مجلس البركات.
● الصحيح لمسلم، ج:٢،ص:٧٨، كتاب اللباس/ باب تحريم استعمال إناءِ الذهب ،مجلس البركات.

(٤) ● صحيح البخاري، ج:١، ص:٤٧٧، كتاب الأنبياء/ باب يزفون النسلان في المشي، مجلس البركات.
● صحيح البخاري، ج:٢، ص:٥٨٢، كتاب المغازي/ غزوة أحد، مجلس البركات.
● الصحيح لمسلم، ج:١، ص:٤٤١، كتاب الحج/ باب فضل المدينة، مجلس البركات.
● مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص:٨٨٣، ٨٨٤، مسند المكثرين/ مسند أنس بن مالك، رقم الحديث: ١٢٥٣٨.
● شرح معاني الآثار، ج:٢،ص:٣١١، كتاب الصيد/ باب صيد المدينة.

(۹۳) عن عبد الله بن زيد بن عاصم أن رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- قال: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لأَهْلِهَا وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ كما حرم إبراهيم مَكَّةَ وَإِنِّي دَعَوْتُ فِي صَاعِهَا وَمُدِّهَا بِمِثْلَيْ مَا دَعَا بِهِ إِبْرَاهِيمُ لأَهْلِ مَكَّةَ.(١)

(۹٤) أخبرني عامر بن سعد بن أبي وقاص، عن أبيه أن رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- قال: إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لاَبَتَي الْمَدِينَةِ أَنْ يُقْطَعَ عِضَاهُهَا أَوْ يُقْتَلَ صَيْدُهَا.(٢)

(۹٥) عن أبي سعيد . . . قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-: اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ فَجَعَلَهَا حَرَمًا وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ حَرَامًا مَا بَيْنَ مَأْزِمَيْهَا أَنْ لاَ يُهَرَاقَ فِيهَا دَمٌ وَلاَ يُحْمَلَ فِيهَا سِلاَحٌ لِقِتَالٍ وَلاَ تُخْبَطَ فِيهَا شَجَرَةٌ إِلاَّ لِعَلْفٍ.(٣)

(۹٦) عن جابر قال: قال النبّي -صلى الله تعالى عليه وسلم-: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ بيت الله وَ أَمَّنَه وَ إِنِّيْ حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ بَيْنَ لَابَتَيْهَا لَا يُقْطَعُ عِضَاهَا وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا.(٤)

(۹۷) حَدَّثَنا عاصمٌ، قال: قُلْتُ لأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَحَرَّمَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه

---

(١) ● صحيح البخاري، ج:١، ص:٢٨٦، كتاب البيوع/ باب بركة صاع النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- مجلس البركات.

● الصحيح لمسلم، ج:١، ص:٤٤٠، كتاب الحج/ باب فضل المدينة، مجلس البركات.

● مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص:١١٧، أول مسند المدنيين/ حديث عبد الله بن زيد، رقم الحديث: ١٦٥٦.

● شرح معاني الآثار، ج:٢، ص:٣١١، كتاب الصيد/ باب صيد المدينة.

(٢) ● الصحيح لمسلم، ج:١، ص:٤٤٠، كتاب الحج/ باب فضل المدينة، مجلس البركات، مبارك فور.

● مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص:١٦٣، ١٦٤، مسند العشرة / مسند أبي إسحاق سعد بن أبي وقاص، رقم الحديث: ١٥٧٣.

● شرح معاني الآثار، ج:٢، ص:٣١١، كتاب الصيد/ باب صيد المدينة.

(٣) الصحيح لمسلم، ج:١، ص:٤٤٣، كتاب الحج/ باب فضل المدينة، مجلس البركات، مبارك فور.

(٤) ● الصحيح لمسلم، ج:١، ص:٤٤٠، كتاب الحج/ باب فضل المدينة، مجلس البركات، مبارك فور.

● شرح معاني الآثار، ج:٢، ص:٣١٠، كتاب الصيد/ صيد المدينة..

وسلم- الْمَدِيْنَةَ؟ قَالَ نَعَمْ.- الحديث زَادَ أَبُوْ جَعْفَرَ فِي رِوايَةٍ: لَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا- وَ لِمُسْلِمٍ فِي أخرىٰ: نَعَمْ، هِيَ حَرَامٌ لَا يُخْتَلَى خَلاهَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِك فَعلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَ الملائكةِ و النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.[1]

۹۸ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ ، أَنَّ رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَأَى فِي النَّوْمِ أَنَّهُ لَقِيَ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ ، فَقَالَ : نِعْمَ الْقَوْمُ أَنْتُمْ لَوْلاَ أَنَّكُم تُشْرِكُونَ، تَقُولُونَ: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ.[2]

۹۹ عَنْ قُتَيْلَةَ بِنْتِ صَيْفِيٍّ ، امْرَأَةٍ مِنْ جُهَيْنَةَ قَالَتْ : إِنَّ حَبْرًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَقَالَ: إِنَّكُمْ تُشْرِكُونَ، تَقُولُونَ ''مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ'' وَتَقُولُونَ ''وَالْكَعْبَةِ''، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- : قُولُوا: مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شِئْتَ. وَقُولُوا: وَرَبِّ الْكَعْبَةِ. هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ. قال الإمام الذّهبي في التلخيص : صحيح.[3]

۱۰۰ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ ، أَنَّ عَامِرَ بْنَ الطُّفَيْلِ لَمْ يَدْخُلِ الْمَدِينَةَ إِلاَّ بِأَمَانٍ مِنْ رَسُولِ الله -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ لَهُ النَّبِيُّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: يَا عَامِرُ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ. قَالَ: نَعَمْ عَلَى أَنَّ لِي الْوَبَرَ وَلَكَ الْمَدَرَ. قَالَ: هَذَا لاَ يَكُونُ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ. ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: يَا عَامِرُ ، اذْهَبْ حَتَّى نَنْظُرَ فِي أَمْرِكَ إِلَى غَدٍ.

فَأَرْسَلَ رَسُولُ الله -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- إِلَى الأَنْصَارِ فَقَالَ : مَاذَا تَرَوْنَ ؟ إِنِّي

---

(۱) ● الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:٤٤١، كتاب الحج/ باب فضل المدينة، مجلس البركات، مبارك فور.

● شرح معاني الآثار، ج:۲، ص:۳۱۲، كتاب الصيد / باب صيد المدينة.

(۲) سنن ابن ماجه، ص:۲۲۹، كتاب الكفارات/ باب النّهي أن يقال ''مَا شاء اللّٰهُ وشئتَ''.

(۳) ● المستدرك على الصحيحين، ج:٤، ص:۲۹۷.

● تلخيص الإمام الذّهبي المطبوع مع المستدرك، ج:٤، ص: ۲۹۷، كتاب الأيمان والنذور / باب تسبيح ديك رجلاه في الأرض وعنقه تحت العرش.

قَدْ دَعَوْتُ هَذَا الرَّجُلَ فَأَبَى أَنْ يُسْلِمَ إِلاَّ أَنْ يَكُونَ لَهُ الْوَبَرُ وَلِي الْمَدَرُ فقالوا :

''مَا شَاءَ اللَّهُ ، ثُمَّ شِئْتَ يَا رَسُولَ اللهِ''

مَا أَخَذُوا مِنَّا عِقَالاً إِلاَّ أَخَذْنَا مِنْهُمْ عِقَالَيْنِ فَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمْ.

فَرَجَعَ عَامِرٌ إِلَى النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمْ تَسْلَمْ. يَا عَامِرْ

قَالَ: لَيْسَ إِلاَّ ذَلِكَ ، فَأَبَى إِلاَّ أَنْ يَكُونَ لَهُ الْوَبَرُ وَلِلنَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- الْمَدَرُ ،

فَأَبَى النَّبِيُّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-.[1]

---

(١) المستدرك على الصحيحين، ج:٤،ص: ٨٣، ٨٤، كتاب معرفة الصحابة / ذكر فضيلة أخرى للأوس والخزرج لم يقدر ذكرها من فضائل الأنصار.

(۳)

⑩١ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ - صلى الله تعالى عليه وسلم- يَقُولُ: إِنَّ ثَلاثَةً فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ - أَبْرَصَ • وَأَقْرَعَ • وَأَعْمَى - بَدَا لِلَّهِ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَلَكًا:

فَأَتَى الأَبْرَصَ فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ : لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ، وَيَذْهَبُ عَنِّي الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ ؛ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ وَأُعْطِيَ لَوناً حَسناً . فَقَالَ : فَأَيُّ المَالِ أَحَبُّ إِليكَ ؟ قَالَ : الإِبلُ، أَوْ قَالَ : البَقَرُ -شكَّ الرَّاوي - فَأُعطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ ، فَقَالَ : بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا .

فَأَتَى الأَقْرَعَ، فَقَالَ: أَيُّ شَيءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: شَعْرٌ حَسَنٌ، وَيَذْهَبَ عَنِّي هَذَا الَّذِي قَذِرَنِي النَّاسُ؛ فَمَسَحَهُ فَذَهبَ عَنْهُ وأُعْطِيَ شَعراً حَسَناً . قالَ : فَأَيُّ المَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: البَقَرُ، فَأُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلاً، وَقَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيهَا.

فَأَتَى الأَعْمَى، فَقَالَ: أَيُّ شَيءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: أَنْ يَرُدَّ اللهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرُ النَّاسَ؛ فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللهُ إِلَيْهِ بَصرهُ. قَالَ: فَأَيُّ المَالِ أَحَبُّ إِليْكَ؟ قَالَ: الغَنَمُ، فَأُعْطِيَ شَاةً والداً، فَأَنْتَجَ هذَانِ، وَوَلَّدَ هَذَا، فكَانَ لِهذَا وَادٍ مِنَ الإِبلِ، وَلِهذَا وَادٍ مِنَ البَقَرِ، وَلِهَذَا وَادٍ مِنَ الغَنَمِ .

ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيئَتِهِ ، فَقَالَ : رَجلٌ مِسْكِينٌ قَدِ انقَطَعَتْ بِيَ الحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلا بَلاغَ لِيَ اليَومَ إلاَّ باللهِ ثُمَّ بِكَ، أَسْأَلُكَ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّونَ الحَسَنَ، والجِلْدَ الحَسَنَ، وَالمَالَ، بَعِيراً أَتَبَلَّغُ بِهِ فِي سَفَرِي، فَقَالَ : الحُقُوقُ كَثِيرَةٌ . فَقَالَ : كَأَنِّي اعرِفُكَ ، أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فقيراً فأَعْطَاكَ اللهُ !؟ فَقَالَ : إِنَّمَا وَرِثْتُ هَذَا المَالَ كَابِراً عَنْ كَابِرٍ ، فَقَالَ : إِنْ كُنْتَ كَاذِباً فَصَيَّرَكَ اللهُ إِلَى مَا كُنْتَ .

وَأَتَى الأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهَذا ، وَرَدَّ عَلَيهِ مِثْلَ مَا رَدَّ هَذَا، فَقَالَ : إِنْ كُنْتَ كَاذِباً فَصَيَّرَكَ اللهُ إِلَى مَا كُنْتَ .

وَأَتَى الأَعْمَى فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ ، فَقَالَ : رَجُلٌ مِسْكِينٌ وابنُ سَبيلِ انْقَطَعتْ بِيَ الحِبَالُ فِي سَفَرِي، فَلا بَلاغَ لِيَ اليومَ إلاَّ بِاللهِ ثُمَّ بِكَ ، أَسأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَركَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفرِي ؟ فَقَالَ : قَدْ كُنْتُ أَعمَى فَرَدَّ اللهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللهِ ما أَجْهَدُكَ اليَومَ بِشَيءٍ أَخَذْتَهُ للهِ -عزّوجلّ- وفي روايةٍ لِلبخاري: لَا أَحمدُ اليومَ. فَقَالَ: أَمسِكْ مالَكَ فِإنَّمَا ابْتُلِيتُمْ . فَقَدْ رضي الله عنك ، وَسَخِطَ عَلَى صَاحِبَيكَ. مُتَّفَقٌ عَلَيهِ .[1]

(۱۰۲) عَنْ عُقبَةَ بْنِ عَامِرٍ، أَنّ النّبيّ -صلى الله عليه وسلّم- خَرَجَ يَوْمًا ... فقال: ... وَ إِنِّي وَ الله، مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِي وَلٰكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا.[2]

(۱۰۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَة ، أَنّ رسولَ الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- قال: إذا قال الرجلُ: هَلَكَ النّاسُ، فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ.[3]

(۱۰۴) عَنْ عَبْدِ الله بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله

(۱) ● صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۴۹۲، كتابُ أحاديث الأنبياء/ بابُ حديث أبرص واقرع وأعمى، مجلس البركات.

● الصحيح لمسلم، ج:۲، ص:۴۰۸، كتاب الزهد/ فصل في حديث الأبرص والأقرع والأعمى.

● رياض الصالحين مِن كلام سيد المرسلين، ص: ۳۰، ۳۱، بابُ المراقبة، مجلس البركات، واللفظ له.

و''النَّاقةُ العُشَرَاءُ'' بضم العين وفتح الشين وبالمد: هي الحامِل. قوله: ''أَنْتَجَ'' وفي رواية: ''فَتَتَجَ'' معناه: تولَّى نِتاجها، والناتج لِلناقةِ كالقابلةِ للمرأةِ. وقوله: '' وَلَّدَ هَذَا'' هُوَ بتشديد اللام: أي تولى ولادتها، وَهُوَ بمعنى أنتج في الناقة ، فالمولّد ، والناتج ، والقابلة بمعنى ؛ لكن هَذَا لِلحيوان وذاك لِغيرِهِ . وقوله: ''انْقَطَعَتْ بي الحِبَالُ '' هُوَ بالحاءِ المهملةِ والباءِ الموحدة : أي الأسباب. وقوله: ''لا أَجْهَدُكَ '' معناه: لا أشقُّ عليك في ردِّ شيء تأخذه أَوْ تطلبه مِن مالي. وفي رواية البخاري:''لا أَحمَدُكَ '' بالحاءِ المهملة والميم ومعناه: لا أحمدك بترك شيء تحتاج إِلَيْه إهـ-رياض الصالحين، ص: ۳۱، ۳۲، مجلس البركات. ۱۲ منه .

(۲) ❀ صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۱۷۹، كتاب الجنائز/ باب الصّلاة على الشهيد، مجلس البركات.

❀ الصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۲۵۰، كتاب الفضائل / باب إثباتِ حوضِ نبيّنا صلى الله تعالى عليه وسلم و صفاتِهِ، مجلس البركات.

(۳) الصحيح لمسلم، ج:۲، ص: ۳۲۹، كتاب البكر والصِّلة والأدب/ بابُ النّهي عن قول ''هلك الناس''، مجلس البركات.

❀ مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص: ۷۱۸، مسند أبي هريرة، رقم الحديث: ۱۰۰۰۶، بيت الأفكار الدولية.

عليه وسلم-: « أَيُّمَا امْرِئٍ قَالَ لأَخِيهِ "كَافِرٌ". فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ، وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ». (۱)

(۱۰۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ -رضي الله تعالى عنه- أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ: «إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لأَخِيهِ: "يَا كَافِرُ" فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا». (۲)

(۱۰۶) عَنْ أَبِي ذَرٍّ -رضي الله تعالى عنه- أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- يَقُولُ: «لاَ يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلاً بِالْفُسُوقِ، وَلاَ يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ، إِلاَّ ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذٰلِكَ». (۳)

(۱۰۷) عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ... «وَمَنْ دَعَا رَجُلاً بِالْكُفْرِ، -أو- قَالَ: عَدُوُّ اللهِ، وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلاَّ حَارَ عَلَيْهِ». (٤)

(۱۰۸) عن عطاء ابن أبي رباح أنه سمع عبدَ الله ابنِ عباس قال: أصاب رجلاً جرحٌ في عهد رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- ثم احتلم فأمر بالاغتسال، فاغتسل فمات فبلغ ذلك رسولَ الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- فقالَ قتلوه، -قتلهم الله- أ لم يكن شفاء العي السؤال. (٥)

---

(۱) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۷، كتاب الإيمان/ باب بيانِ حالِ إيمان من قال لأخيه المسلم "يا كافر"، مجلس البركات.

❀ صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۹۰۱، كتاب الأدب/ بابٌ من أكْفَرَ أَخاه بغير تأويلٍ فهو كما قال، مجلس البركات.

(۲) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۹۰۱، كتاب الأدب/ بابٌ من أكْفَرَ أَخاه بغير تأويل فهو كما قال، مجلس البركات.

(۳) صحيح البخاري، ج: ۲، ص: ۸۹۳، كتاب الأدب / باب ما يُنهى عن السِّبابِ واللعن، مجلس البركات.

(٤) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۵۷، كتاب الإيمان/ باب ما تقدّم، مجلس البركات.

(۵) ● مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص: ۲۷۲، مسند آل العباس/ مسند عبد الله بن عباس، رقم الحديث: ۳۰۵۷.

● سنن أبي داؤد، ص: ٦۲، كتاب الطهارة / بابٌ في المجروح يتيمم، رقم الحديث: ۳۳۷.

● سنن ابن ماجه، ص: ، كتاب الطهارة / باب في المجروح تصيبُه الجنابة فيخاف على نفسه إن اغتسل، رقم الحديث: ۵۷۲.

(۱۰۹) عن ابن عباس قال: ضمّني رسولُ الله –صلى الله تعالى عليه وسلم– وقال: اَللّٰهُمّ علّمهُ الكتاب.[1]

(۱۱۰) عن ابن عباس، أن النّبي –صلى الله عليه وسلم– قال: ... "اللّٰهم فقّهْهُ في الدّين."[2]

(۱۱۱) عن ناسٍ من أصحاب معاذ من أهل حمص عن معاذ بن جبل أنّ رسول الله –صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّم– لـمّـا بعثه إلى اليمن ● قال: كيف تقضي إذا عرض لك قضاء؟ قال: أقضي بكتاب الله ● قال: فإن لم تجد في كتاب الله، قال: فبسُنّـة رسول الله –صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ– ● قال: فإن لم تجد في سُنّـة رسول الله –صلى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ– ● قال: أجتهد رأئي و لا آلو ● قال: فضرب رسولُ الله علىٰ صدرهٖ و قال:

الحمد لله الذي وفّق رسولَ رسولِ الله لما يرضىٰ به رسول الله.

رواه الترمذي و أبو داود و الدارمي.[3]

(۱۱۲) عن عِكرمة: أنّ أهل المدينة سألوا ابنَ عباس عن امرأةٍ طافت ثمّ حاضت. قال لهم: تنفر. قالوا: لا نأخذ بقولك و ندعُ قول زيد، قال: إذا قَدِمْتم المدينة فاسئلوا، فقدموا المدينة فكان في من سألوا أم سُلَيم فذكرت حديث صفية.[4]

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱،ص:۱۷، كتاب العلم/ باب قول النبي –صلى الله تعالى عليه وسلم–: اللّٰهُم علِّمه الكتاب، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) صحيح البخاري، ج:۱،ص:۲٦، كتاب الوضوء/ بابُ وضعِ الماء عند الخلاء، مجلس البركات، مبارك فور.

(۳) مشكاة المصابيح، ص: ۳۲٤، باب العمل في القضاء و الخوف منه/ الفصلُ الثاني، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ جامع الترمذي، ج: ۱، ص: ۱۵۹، أبواب الأحكام عن رسول الله –صلّى الله تعالى عليه وسلَّمَ–، باب ما جاء في القاضي كيف يقضي، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ سنن أبي داود، ص: ۳۹۷، كتاب الأقضية/ باب اجتهاد الرائ في القضاء، بيت الأفكار.

❀ سنن الدارمي، ج:۱، ص: ۲٦۷، كتابُ الفتيا وما فيه من الشدّة، دار المغني للنشر والتوزيع.

❀ السُنن الكبرى للإمام البيهقي، ج:۱،ص:۱۱٤، كتاب أداب القاضي/ بابُ ما يقضي به القاضي و يُفتي، مجلس دائرة المعارف، حيدر أباد.

(٤) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۲۳۷، كتاب المناسك/ باب إذا حاضتِ المرأة بعد ما أفاضت، مجلس البركات، مبارك فور.

(١١٣) حدثنا أبو قيس، قال: سمعت هُزَ يلَ بن شُرَحْبِيْلَ، يقول: سُئل أبو موسى عن اِبنَةِ وابنَةِ ابن وأخت-فقال: للابنة النِّصف و للأخت النصف- وائتِ ابنَ مسعود فسيُتابِعُني، فسُئِل ابنُ مسعود وأُخبر بقول أبي موسى.

فقال: لقد ضللتُ إذن وما أنا من المهتدين-أقضي فيها بما قضى النّبي -صلى الله عليه وسلم-: للابنة النصف، و لابنة الابن السُّدس (تكملةً لثُلُثَين)، وما بقى فللأخت.

فأتينا أبا موسىٰ، فأخبرناه بقول ابن مسعود،فقال:"لا تسئلوني مادام هذا الحِبر فيكم."[1]

(١١٤) عن أبي مالك يعني الأشعري ، قال: قال رسولُ الله -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ- : "إن الله أجاركم من ثلاث خلال:

- أنْ لا يدعُو عليكم نبيُّكم فتَهلِكوا جميعًا،
- وأن لا يُظْهِرَ أهلَ الباطل علىٰ أهل الحقّ،
- و أن لا تجتمعوا علىٰ ضلالة."[2]

(١١٥) عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ الله -صلّى الله تعالى عليه وسلَّمَ- قَالَ: «إِنَّ اللهَ لاَ يَجْمَعُ أُمَّتِى -أَوْ قَالَ: أُمَّةَ مُحَمَّدٍ -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ- عَلَى الضَلاَلَةِ وَيَدُ اللهِ على الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ، شَذَّ إِلَى النَّارِ».[3]

(١١٦) عن عبد الله بن دينار، عن ابن عمر قال : قال رسولُ الله -صلّى الله عليه و اٰلهٖ و سلَّمَ- : "لا يجمع الله هذه الأمةَ على الضَّلالة أبدا" و قال : "يد الله على الجماعة، فاتّبعوا السَّواد الأعظم، فإنه من شذَّ، شذّ في النار".[4]

---

(١) صحيح البخاري، ج:٢، ص: ٩٩٧، كتاب الفرائض/ باب ميراث ابنَةِ ابن مع اِبنَةِ، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) سنن أبي داؤد، ج: ٣، ص : ١٣٠، كتاب/ باب الفتن والملاحم ، حديث : ٤٢٥٣، دارُ المعرفة، بيروت، لبنان.

(٣) جامع الترمذي، ج: ٢، ص: ٣٩، كتاب الفتن/ بابُ لزومِ الجماعة، مجلس البركات، الجامعة الأشرفية، مبارك فور.

(٤) المستدرك للحاكم، ج:١، ص: ١١٥، كتاب العلم/ باب لا يجمع الله هذه الأمّة على الضلالة أبدًا، مجلس دائرة المعارف، حيدر آباد.

(۱۱۷) عن عبد الله بن دينار، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: خطبنا عمر بالجابية فقال: يا أيُّها النّاسُ إنِّي قُمْتُ فِيكُمْ كَمَقَامِ رَسُولِ اللهِ -صلّى الله عليه وسلّم- فينا، فقال:

«أُوصِيكُمْ بِأَصْحَابِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ حَتَّى يَحْلِفُ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ وَيَشْهَدُ الشَّاهِدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ.

أَلا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلاَّ كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ، عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَة فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الاِثْنَيْنِ أَبْعَدُ. مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ. مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَذَلِكُمُ الْمُؤْمِنُ».

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، صَحِيحٌ، غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.(۱)

(۱۱۸) حدّثني أبوإدريس الخولاني أنه سمع حُذيفة بنَ اليمان يقول: كان الناس يسألون رسولَ الله -صلّى الله تعالىٰ عليه و آلهٖ وسلَّمَ- عن الخير و كنتُ أسأله عن الشر مخافة أن يدركني، فقلت: يا رسول الله، إنّا كنّا في جاهلية و شرّ، فجاء الله بهذا الخير، فهل بعد هذا الخير مِن شر؟ قال: نعم ... قلت: فما تأمرني إن أدركتُ ذلك؟ قال:

"تلزَم جماعة المسلمين و إمامهم"، قلت: فإن لم يكن لهم إمام ولا جماعة ؟ قال: فاعتزل تلك الفِرَق كلها، و لو أن تعَضّ بأصل شَجَرة حتّى يُدركك الموتُ وأنت كذلك".(۲)

(۱۱۹) حدَّثني الحارث الأشعري قال : قال رسول الله -صلى الله عليه و آله و سلم- : آمركم بخمس كلمات أمَرَني الله بهن :

---

(۱) ● جامع الترمذي، ج: ۲، ص: ۳۹، كتاب الفتن/ باب لزوم الجماعة، مجلس البركات، الجامعة الأشرفية، مبارك فور.

● والمستدرك للحاكم، ج:۱،ص: ۱۱٤، كتاب العلم/ باب خطبة عمر -رضي الله تعالى عنه- بالجاهلية، مكتب المطبوعات الإسلاميه، بيروت، لبنان

(۲) صحيح البخاري ج: ۱، ص: ۵۰۹، كتاب المناقب/ باب علامات النبوة في الإسلام، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ صحيح البخاري ج: ۲، ص: ۱۰٤۹، كتاب الفتن/ باب كيف الأمر إذا لم تكن جماعة.

❀ الصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۱۲۷، كتاب الإمارة/ باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين إلخ.

● الجماعة و● السمع و● الطاعة و● الهجرة و● الجهاد في سبيل الله فمَن خَرج من الجَماعة قيد شِبر فقد خلع ربقةَ الإسلام من رأسه إلا أن يرجع.(١)

⑫⓪ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ - وَهَذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ - قَالَ: أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ قَبْلَ الصَّلاَةِ مَرْوَانُ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: الصَّلاَةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ. فَقَالَ: قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ. فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَمَّا هَذَا، فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ . سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ « مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ».(٢)

⑫① عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ الله -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-، فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلاَمًا أَسْوَدَ،وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ-صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: «هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَمَا أَلْوَانُهَا؟»، قَالَ: حُمْرٌ، قَالَ: «فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟»، قَالَ: إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا.

قَالَ: «فَأَنَّى تُرَى ذَلِكَ جَاءَهَا»، قَالَ: يَا رَسُولَ الله، عِرْقٌ نَزَعَهَا، قَالَ: «وَلَعَلَّ هَذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ»، وَلَمْ يُرَخِّص لَهُ فِي الاِنْتِفَاءِ مِنْهُ.(٣)

⑫② عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-، فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَمَاتَتْ قَبْلَ أَنْ تَحُجَّ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ، حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً؟»، قَالَتْ: نَعَمْ،

قَالَ: «اقْضُوا الَّذِي لَهُ، فَإِنَّ اللهَ أَحَقُّ بِالوَفَاءِ».(٤)

---

(١) المستدرك للحاكم، ج: ١، ص: ١١٧، ١١٨، كتاب العلم/ باب مَن فارق الجماعة قِيد شِبر فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه، مجلس دائرة المعارف، حيدر آباد.

(٢) الصحيح لمسلم،ج:١،ص:٥٠، ٥١، كتاب الإيمان/ باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان، مجلس البركات، مبارك فور.

(٣) صحيح البخاري، ج: ٢، ص: ١٠٨٨، كتاب الاعتصام، باب من شبّه أصلا معلوما بأصلٍ مبيَّن قد بيّن الله حكمها ليفهم السائل، مجلس البركات، مبارك فور.

(٤) صحيح البخاري، ج: ٢، ص: ١٠٨٨، كتاب الاعتصام/ باب من شَبّه أصلا معلوما بأصلٍ مبيَّن قد بيّن الله حكمَها ليفهم السائل، مجلس البركات، مبارك فور.

(۱۲۳) عَنِ أبي هُريرة، قال: لمّا تُوفّي رسولُ الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- واستُخلِف أبو بكر بعده وكَفَر من كفر من العرب ... فقال أبو بكر: والله لأقاتلنَّ مَن فرّق بين الصَّلاة والزّكاة، فإنّ الزكاة حق المال، والله لو مَنعوني عِقالا كانوا يؤدُّونه إلى رسول الله -صلّى الله تعالى عليه وسلَّمَ- فقاتلتُهم على منعه، فقال عمرُ بن الخطاب: فوالله ما هو إلا أن رأيتُ الله قد شرح صدر أبي بكر للقتال، فعرفت أنه الحق.(۱)

(۱۲۴) عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ زِيَادِ بْنِ لَبِيدٍ، قَالَ: ذَكَرَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وسَلَّمَ- شَيْئًا، فَقَالَ: وَذَاكَ عِنْدَ أَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ، قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ الله، وَكَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ، وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَنُقْرِئُهُ أَبْنَاءَنَا، وَيُقْرِئُهُ أَبْنَاؤُنَا أَبْنَاءَهُمْ، إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا ابنَ أمّ لبيد، إِنْ كُنْتُ لَأَرَاكَ مِنْ أَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِينَةِ، أَوَلَيْسَ هَذِهِ الْيَهُودُ، وَالنَّصَارَى، يَقْرَؤُونَ التَّوْرَاةَ، وَالإِنْجِيلَ لاَ يَنْتَفِعُونَ مِمَّا فِيهِمَا بِشَيْءٍ؟(۲)

(۱۲۵) عن علقمة والأسود، أنّهما دخلا على عبدالله، فقال أَصَلّى مَن خلفكُمْ؟ قالا: نعم، فقام بينهما، فجعل أحدهما عن يمينه والآخر عن شماله ثم ركعنا فوضعنا أيدينا على رُكَبنا ثم طبّق بين يديه ثم جعلهما بين فخذيه، فلما صلّى قال: هٰكذا فعل رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلَّمَ-.(۳)

(۱۲۶) حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الله بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ

---

(۱) ❀ الصحيح لمسلم، ج:۱، ص:۳۷، كتاب الإيمان، مجلس البركات، مبارك فور.
❀ صحيح البخاري، ج:۲، ص:۱۰۸۱، كتاب الاعتصام/ باب الاقتداء بسُنَنِ رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) ❀ مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص: ۱۲۵۹، مسند الشاميين/ حديث زياد بن لبيد، رقم الحديث: ۱۷۶۱۲، بيت الأفكار الدولية.
❀ سنن ابن ماجه، ص: ۴۳۵، كتاب الفتن/ باب ذهاب القرآن والعلم.
❀ جامع الترمذي، عن أبي الدّرداء، بمعناه، ج:۲، ص:۹۰، أبواب العلم/ باب ما جاء في ذهاب العلم، مجلس البركات، مبارك فور.

(۳) الصحيح لمسلم، ج:۱، ص: ۲۰۲، كتابُ المساجد ومواضع الصّلاة/ باب الندب إلى وضعِ الأيدي على الرُّكبِ في الرّكوع ونسخ التّطبيق، مجلس البركات، مبارك فور.

عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّه سَمِعَ رَسُولَ اللهِ – صلى الله عليه وسلَّمَ- يَقُولُ: إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ.[1]

(۱۲۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ –صلّى الله تعالى عليه وسلَّمَ- أَنَّهُ قَالَ: سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي أُنَاسٌ يُحَدِّثُونَكُمْ مَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلاَ آبَاؤُكُمْ، فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ.[2]

(۱۲۸) أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ –صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-: يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلاَ آبَاؤُكُمْ، فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لاَ يُضِلُّونَكُمْ وَلاَ يَفْتِنُونَكُمْ.[3]

(۱۲۹) عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ –صلى الله عليه وسلم-: مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلاَمِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ.

وَمَنْ سَنَّ فِي الإِسْلاَمِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ».[4]

(۱۳۰) عَنْ عَائِشَةَ –رضي الله عنها- قَالَتْ، قَالَ رَسُولُ اللهِ –صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-: مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.[5]

---

(١) صحيح البخاري، ج: ٢، ص: ١٠٩٢، كتاب الاعتصام/ باب أجر الحاكم إذا اجتهد، فأصاب أو أخطأ، مجلس البركات، مبارك فور.

* والصحيح لمسلم، ج: ٢، ص: ٧٦، كتاب الأقضية/ باب بيان أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ، مجلس البركات، مبارك فور.

* وسنن ابن ماجه، ص: ٢٤٩، كتاب الأحكام/ باب الحاكم يجتهد فيصيب الحق، رقم الحديث: ٢٣١٤.

* و سنن أبي داؤد، ص: ٣٩٦، كتاب الأقضية/ بابٌ في القاضي يخطي، رقم الحديث: ٣٥٧٤، بيت الأفكار الدولية.

(٢) الصحيح لمسلم ج: ١، ص: ٩، باب النّهي عن الرواية عن الضعفاء، مجلس البركات

(٣) الصحيح لمسلم ج: ١، ص: ١٠، باب النّهي عن الرواية عن الضُّعفاء، مجلس البركات

(٤) الصحيح لمسلم ج: ١، ص: ٣٢٧، كتابُ الزّكاة/ باب الحثّ على الصّدقة، مجلس البركات.

(٥) صحيح البخاري ج: ١، ص: ٣٧١، كتاب الصلح/ بابٌ إذا اصطلحوا على صلحِ جورٍ فهو مردودٌ، مجلس البركات.

* والصحيح لمسلم ج: ٢، ص: ٧٧، كتاب الأقضية/ باب نقضِ الأحكامِ الباطلة و رَدِّ محدَثاتِ الأمور، مجلس البركات.

⑬١ عَنْ كَثِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ (هو ابن عمرو بن عوف المزني) عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- قَالَ لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ: ... **مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ لَا** يَرْضَاهَا اللهُ وَرَسُولُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أَوْزَارِ النَّاسِ شَيْئًا. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.[1]

⑬٢ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ، فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي، فَقَالَ: «إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ، فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ».

قُلْتُ لِعُمَرَ: كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم-.

قَالَ عُمَرُ: هَذَا وَاللهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِذٰلِكَ، وَرَأَيْتُ فِي ذٰلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ.

قَالَ زَيْدٌ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ، عَاقِلٌ، لَا نَتَّهِمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ، فَاجْمَعْهُ - فَوَاللهِ لَوْ كَلَّفُونِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ.

قُلْتُ: كَيْفَ تَفْعَلُونَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-؟

قَالَ: هُوَ وَاللهِ خَيْرٌ. فَلَمْ يَزَلْ أَبُو بَكْرٍ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ، حَتَّى وَجَدْتُ آخِرَ سُورَةِ التَّوْبَةِ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ، لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ. « لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ » حَتَّى خَاتِمَةِ بَرَاءَةَ ، فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ، حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيَاتَهُ، ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ.[2]

---

(١) جامع الترمذي ج: ٢، ص: ٩٢، أبواب العلم/ باب الأخذ بالسُّنّة و اجتناب البدعة. مجلس البركات.

(٢) صحيح البخاري ج: ٢، ص: ٧٤٥، ٧٤٦، كتاب أبواب فضائل القرآن/ باب جمع القرآن ، مجلس البركات.

⑬ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أَرَادَ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ فَكَرِهَ النَّاسُ ذٰلِكَ، فَأَحَبُّوا أَنْ يَدَعَهُ عَلَى هَيْئَتِهِ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ: «مَنْ بَنَىٰ مَسْجِدًا لِلّٰهِ بَنَى اللهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ مِثْلَهُ».(۱)

⑭ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ -رضي الله عنه- لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلَىٰ قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ. ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى ، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ ، قَالَ عُمَرُ : نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ ، [وفي بعضِ الرِّوايات : نعمتِ البِدعَةُ - كرماني-] وَالَّتِي تَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي تَقُومُونَ. يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ ، وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ .(۲)

⑮ عن عبدِ الله (بن مَسعود) -رضي الله تعالى عنه-، قال: مَا رَأى المسلِمُون حَسَنًا فهو عند الله حَسَنٌ، و مَا رآه المُسلِمُون سَيِّئًا فهو عند الله سَيِّءٌ. هٰذا حديث صحيح الإسناد و لم يُخرّجاه.(۳)

⑯ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ: رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه

---

(۱) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۲۰۱، كتاب المساجد و مواضع الصلاة/ بابُ فضل بناء المساجد و الحثّ عليه، مجلس البركات.

(۲) ❀ صحيح البخاري، ج:۱،ص:۲٦۹، كتاب الصّوم / بابُ فضلِ مَن قامَ رَمضانَ، مجلس البركات، مبارك فور.

❀ المؤطا برواية يحيٰ بن يحيىٰ ج: ۱، ص: ۱۷۱، كتاب الصلاة/ باب ما جاء في قيام رمضان، دار المغرب الإسلامي.

❀ المؤطا برواية محمد بن الحسن ج: ۱، ص: ۱٤۲ -۱٤۳، كتاب **الصلاة/ باب قيام شهر** رمضان، مجلس البركات.

(۳) المستدرك على الصحيحين للحاكم، ج: ۳، ص: ۷۸، ۷۹، كتابُ **معرفة الصحابة/ مخاطبة** الصحابة أبا بكر: "يا خليفة رسول الله"، دار المعرفة، بيروت، لبنان.

وسلم- «مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وأَجْرُ مَنْ عمل بها بعده مِنْ غيرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ».[1]

۱۳۷ عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ: مَثَلُ الَّذِي يقرأ الْقُرْآنَ كَالأُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيحُهَا طَيِّبٌ.[2]

۱۳۸ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لله مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ الله تَنَادَوْا هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ.[3]

۱۳۹ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الأَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْشُدُكَ اللهَ، هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ-صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ: "يَا حَسَّانُ أَجِبْ عَنْ رَسُولِ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم-، اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ" قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعَمْ.[4]

۱۴۰ عن عائشة، قالت: استاذَنَ حسّان بنُ ثابت رسولَ الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- في هجاء المشركين، فقال رسولُ الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-: فكيفَ بنسبي، فقال حسّان: لأسُلّنك مِنهم كما تسلُ الشعرة من العجين.[5]

۱۴۱ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا

---

(۱) الصحيح لمسلم، ج:۱، ص: ۳۲۷، كتاب الزكاة / باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة. مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) صحيح البخاري، ج:۲، ص: ۷۵۱، كتاب فضائل القرآن/ باب فضل القرآن على سائر الكلام، مجلس البركات، مبارك فور.

(۳) صحيح البخاري، ج:۲، ص:۹۴۸،كتاب الدعوات/ باب فضل ذكر الله تعالى، مجلس البركات، مبارك فور.

(٤) صحيح البخاري، ج:۱، ص:٦٤، ٦٥،كتاب الصلاة/ باب الشعر في المسجد، مجلس البركات، مبارك فور.

(٥) صحيح البخاري، ج:۲، ص:۹۰۸، ۹۰۹، كتاب الأدب/ باب هجاء المشركين، مجلس البركات، مبارك فور.

فِي الْمَسْجِدِ، يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا، يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-، أَوْ قَالَتْ: يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-، وَيَقُولُ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: إِنَّ اللهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا يُفَاخِرُ، أَوْ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-.[١]

(٤٢) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَلَسَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يَنْتَظِرُونَهُ قَالَ: فَخَرَجَ حَتَّى إِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُونَ فَسَمِعَ حَدِيثَهُمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ عَجَبًا: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً، وَقَالَ آخَرُ: -- مُوسَى كَلَّمَهُ تَكْلِيمًا، وَقَالَ آخَرُ: فَعِيسَى كَلِمَةُ اللهِ وَرُوحُهُ، وَقَالَ آخَرُ: آدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ. فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ، وَقَالَ: قَدْ سَمِعْتُ كَلاَمَكُمْ وَعَجَبَكُمْ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلُ اللهِ وَهُوَ كَذَلِكَ وَمُوسَى نَجِيُّ اللهِ وَهُوَ كَذَلِكَ، وَعِيسَى رُوحُهُ وَكَلِمَتُهُ وَهُوَ كَذَلِكَ وَآدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ وَهُوَ كَذَلِكَ.

أَلاَ • وَأَنَا حَبِيبُ اللهِ وَلاَ فَخْرَ • وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ فَخْرَ • وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ •وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ فَخْرَ • وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُحَرِّكُ حَلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللهُ لِي فَيُدْخِلُنِيهَا وَمَعِي فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِينَ وَلاَ فَخْرَ • وَأَنَا أَكْرَمُ الأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ وَلاَ فَخْرَ. هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ.[٢]

(٤٣) عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ . . . قَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ كَلاَّ، أَبْشِرْ فَوَاللهِ لاَ يُخْزِيكَ اللهُ أَبَدًا، وَاللهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتُكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ.[٣]

---

(١) جامع الترمذي، ج:٢، ص:١٠٧، أبواب الاستيذان والأدب عن رسول الله ﷺ/ باب ما جاء في إنشاد الشّعر، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) جامع الترمذي، ج:٢،ص: ٢٠٢، أبواب المناقب عن رسول الله -صلّى الله تعالى عليه وسلم-/ باب تحت باب ما جاء في فضل النبي ﷺ، مجلس البركات، مبارك فور.

(٣) • الصحيح لمسلم، ج:١،ص:٨٨، كتاب الإيمان/ باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، مجلس البركات، مبارك فور.

• صحيح البخاري، ج:١، ص:٣، بابٌ كيف كان بدء الوحي إلىٰ رسول الله ﷺ، مجلس البركات، مبارك فور.

(١٤٤) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الأَنْصَارِيِّ -رضى الله عنه- قَالَ: وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الاِثْنَيْنِ قَالَ :«ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ وَيَوْمٌ بُعِثْتُ - أَوْ- أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ ».(١)

(١٤٥) عَنْ أَوْسِ بْنِ أَبِي أَوْسٍ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- : مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلاَةِ فِيهِ ، فَإِنَّ صَلاَتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ عَلَيْكَ صَلاَتُنَا وَقَدْ أَرِمْتَ ؟ يَعْنِي وَقَدْ بَلِيتَ ، قَالَ : إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ.(٢)

(١٤٦) عَنِ ابْنَيْ بُسْرٍ السُّلَمِيَّيْنِ قَالاَ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَتَمْرًا وَكَانَ يُحِبُّ الزُّبْدَ وَالتَّمْرَ.(٣)

(١٤٧) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله تعالى عليه وسلم-: «إِذَا انْتَهَى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُومَ فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتِ الأُولَى بِأَحَقَّ مِنَ الآخِرَةِ ».(٤)

(١٤٨) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قال: قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ ﷺ غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ، فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ، فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيهِ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ.(٥)

---

(١) الصحيح لمسلم، ج:١،ص:٣٦٨، كتاب الصيام / باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج: ٢٦، ص: ٨٧ / مسند المدنيين، رقم الحديث: ١٦١٦٢، مؤسسة الرسالة، بيروت.

(٣) سنن أبي داؤد، ص: ٦٤٥،٦٤٦، كتاب الأطعمة / باب في الجمع بين لونَين عند الأكل، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

(٤) سنن أبي داؤد، ص: ٨٦٥، كتاب الأدب، بابٌ في السلام إذا قام من المجلس، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

(٥)صحيح البخاري، ج:١، ص: ٢٠، ٢١، كتاب العلم/ باب هل يجعل للنساء يوم على حدة في العلم، مجلس البركات، مبارك فور.

(۱۴۹) عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ. قَالَ: أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.[1]

(۱۵۰) "عن أبي هريرة -رضي الله تعالى عنه-، قال: سمعتُ رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- يقول: . . . فإن صلاتكم تُبلّغني حيث كنتم."[2]

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص: ۱۶، كتاب العلم/ باب من جعل لأهل العلم أياماً معلومةً، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) سنن أبي داود، ص: ۳۴۸، كتاب المناسك / باب زيارة القبور، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

(٤)

﴿١٥١﴾ "عن أنس، قال: قال رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-: مَن صلّى عليَّ صلاة واحدة صلى الله عليه عشر صلوات وحطّت عنه عشر خطيات ورفعت له عشر درجات." (١)

﴿١٥٢﴾ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ -رضى الله عنها- أَنَّهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلاًّ . . . مِنْ فَاطِمَةَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهَا، كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ . وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا.(٢)

﴿١٥٣﴾ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ بَنُو قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدٍ، - هُوَ ابْنُ مُعَاذٍ - بَعَثَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم - وَكَانَ قَرِيبًا مِنْهُ فَجَاءَ، عَلَى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-: قُومُوا إِلَى "سَيِّدِكُمْ" فَجَاءَ فَجَلَسَ إِلَى رَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-.(٣)

﴿١٥٤﴾ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَهُوَ يُحَدِّثُنَا كَانَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم- يَجْلِسُ مَعَنَا فِي الْمَجْلِسِ يُحَدِّثُنَا "فَإِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتَّى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوتِ أَزْوَاجِهِ" فَحَدَّثَنَا يَوْمًا "فَقُمْنَا حِينَ قَامَ.(٤)

---

(١) سنن النسائي، ج:٣، ص:٥٠، كتاب السّهو / باب الفضل في الصلاة على النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم-، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

(٢) سنن أبي داؤد، ص: ٨٦٦،أول كتاب الأدب / باب ما جاء في القيام ، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

(٣) صحيح البخاري، ج:٢، ص: ٤٢٧، كتاب الجهاد والسّير / باب إذا نزل على حكم رجل، مجلس البركات، مبارك فور.

(٤) سنن أبي داؤد، ص: ٨٠٢، أول كتاب الأدب/ باب في أخلاق النبي ، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

⑮⑤ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ - لاَ أَعْلَمُهُ إِلاَّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- قَالَ : لَا تَقُومُوْا حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ.(۱)

⑮⑥ حَدَّثَنِي أَبُو خَلَفٍ الأَعْمَى، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ الله -صَلَّى الله عَلَيْهِ وسَلَّمَ-، يَقُولُ: ''إِنَّ أُمَّتِي لاَ تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلاَلَةٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُ اخْتِلاَفًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الأَعْظَمِ.''(۲)

⑮⑦ عن عمر بن الخطّاب -رضی الله تعالیٰ عنه- قال: قال رسولُ الله -صلّی الله تعالیٰ علیه وسلَّمَ-: إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى ● فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ ● وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا ● أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا- فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.(۳)

⑮⑧ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْحَلاَلُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَةٌ فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيهِ مِنَ الإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ. وَالْمَعَاصِي حِمَى اللهِ، مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ.(۴)

⑮⑨ عَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ : مَا حَفِظْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-؟ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ -صلّی الله علیه وسلمَ- ''دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لاَ يَرِيبُكَ. قَالَ: وَأَبُو الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيُّ اسْمُهُ رَبِيعَةُ بْنُ

(۱) صحیح البخاري، ج:۱،ص: ۱۲۴، کتاب الجمعة / باب المشي إلى الجمعة، مجلس البرکات، مبارك فور.

(۲) سنن ابن ماجه، ج: ۲، ص: ۱۳۰۳، کتاب الفتن / باب السّواد الأعظم، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان.

(۳) صحیح البخاري ج:۱، ص:۲، باب کیف کان بدء الوحي إلی رسول الله -صلی الله تعالیٰ علیه وسلَّمَ-، مجلس البرکات.

(۴) صحیح البخاري ج:۱، ص:۲۷۵، کتاب البیوع/ باب الحلال بین والحرام بین و بینهما مشتبهات، مجلس البرکات، مبارك فور.

شَيْبَانَ. قَالَ: وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، صَحِيحٌ.[١]

(١٦٠) عن سَيَار بن سَلامة، قال: دَخَلْتُ أنا وأبي على أبي برزة الأسلمي، فَقال لَهُ أبي: كيفَ كانَ رسولُ الله –صلى الله تعالى عليه وسلم– يصلي المكتوبة؟ فقال: . . . وَكَانَ يَنْفتِل مِنْ صَلاَة الغدَاة حين يَعرفُ الرَّجل جَلِيسَه، وَ يقرأ بالسِّتين إلى المائة.[٢]

(١٦١) عن أنس أنّ زيد بن ثابت حدّثه أنهم تسحّروا مع النبي –صلى الله تعالى عليه وسلم– ثم قاموا إلى الصلوٰة. قلتُ: كم بينهما؟ قال: قدر خمسين أوستين يعنى آية.[٣]

(١٦٢) عن سليمان بن أبي حازم أنه سمع سهل بن سعد يقول: كنتُ أتَسَحَّرُ في أهلي ثم تكون سرعةٌ بي أن أدرك صلوٰة الفجر مع رسول الله –صلى الله تعالى عليه وسلم–.[٤]

(١٦٣) عن أبي مسعود الأنصاري، أن رسول الله –صلى الله تعالى عليه وسلم– صلّى ... صلاة الصبح مرة بغَلَس ثم صَلّى مرة أخرى فأسْفَرَبها ثم كانت صلاته بعد ذلك

---

(١) ● جامع الترمذى، ج٢: ص:٧٤، ٧٥، أبواب الزهد عن رسول الله –صلى الله تعالى عليه وسلم– / بابٌ مِن الزهد، مجلس البركات.

● سنن النسائى، ص: ٥٧٥، كتابُ الأشربة / باب الحثّ على ترك الشبهات.

● مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص: ١٧٧، مسندُ آل أبي طالب/ حديثُ الحسن بن علي بن طالب، رقم الحديث: ١٧٢٣ / ١٧٢٧.

● صحيح ابن حبان، ج:٢، ص:٤٩٨، كتابُ الرقائق/ ذكرُ الزّجر عمّا يُريبُ المرءَ، رقم الحديث: ٧٢٢.

● المستدرك على الصحيحين، ج:٢،ص: ٥١، كتاب الإيمان / شعائر الدّين.

(٢) ● صحيح البخاري، ج:١، ص: ٧٩، كتاب مواقيت الصلاة / باب وقت المغرب، مجلس البركات، مبارك فور.

● الصحيح لمسلم،ج:١، ص:٢٣٠، كتاب المساجد ومواضع الصلاة / بابُ استحباب التبكير بالصبح في أولِ وقتها وهو التغليس، مجلس البركات.

(٣) صحيح البخاري، ج:١، ص:٨١، كتاب مواقيت الصّلاة / باب وقت الفجر، مجلس البركات، مبارك فور.

(٤) صحيح البخاري، ص:٨٢، ج:١، كتاب مواقيت الصلاة / باب وقت الفجر، مجلس البركات، مبارك فور.

التغليس حتّٰی مات، لم يعد إلی أن يُسفر.[1]

ثُمَّ أَخَّرَ الْفَجْرَ مِنَ الْغَدِ حَتَّى انْصَرَفَ مِنْهَا وَالْقَائِلُ يَقُولُ قَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ أَوْ كَادَتْ.[2]

(۱۶۴) حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ: حَجَّ عَبْدُ اللهِ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ-، فَأَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِينَ الأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ . . . فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ -صلى الله تعالى عليه وسلم- كَانَ لاَ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ إِلاَّ هَذِهِ الصَّلاَةَ فِي هَذَا الْمَكَانِ مِنْ هَذَا الْيَوْمِ . قَالَ عَبْدُ اللهِ : هُمَا صَلاَتَانِ تُحَوَّلاَنِ عَنْ وَقْتِهِمَا صَلاَةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ . وَالْفَجْرُ حِينَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ.

قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- يَفْعَلُهُ.[3]

(۱۶۵) عن رافع بن خديج قال: سمعتُ رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- أسفِروا بالفجر فإنه أعظم للأجر.[4]

---

(١) ● سُنن أبي داود، ص:٦٨، كتاب الصلاة / باب في المواقيت، رقم الحديث: ٣٩٤.
● نصب الراية، ص:٢٣٤، ج:١، الحديث التاسع من كتاب الصلاة، باب المواقيت
● و ج:١، ص:٢٤٢، من أحاديث الخصوم.

(٢) الصحيح لمسلم، ج:١،ص:٢٢٣، كتاب المساجد ومواضع الصلاة/ باب أوقاتِ الصلوات الخمس، مجلس البركات.

(٣) صحيح البخاري ، ج:١،ص:٢٢٧، كتاب الحج/ باب من أذّن و أقام لكل واحدة منهما، مجلس البركات.

(٤) ● جامع الترمذي، ج:١، ص:٢٢، أبواب الصلاة / باب ما جاء في الإسفار بالفجر.
● سنن أبي داود، ص: ٧١، كتاب الصلاة / بابٌ في وقت الصبح، رقم الحديث: ٤٢٤.
● سنن النسائي، ص: ٧٥، كتاب المواقيت / باب الإسفار، رقم الحديث: ٥٤٨، ٥٤٩.
● سنن ابن ماجه، ص: ٨٢، كتاب الصلاة / باب وقت صلاة الفجر، رقم الحديث: ٦٧٢.
● صحيح ابن حبان، ج:٤، ص: ٣٥٥-٣٥٨، كتاب الصلاة / زعم أن الإسفار بالفجر أفضل من التغليس-
● المعجم الكبير للطبراني، ج:٤، ص: ٢٤٩-٢٥٠، محمود بن لبيد الأنصارى عن رافع بن خديج، رقم الحديث: ٤٢٨٣، ٤٢٨٤، ٤٢٨٥، ٤٢٨٦، ٤٢٨٧.
● نصب الراية،ج:١، ص:٢٣٥، كتاب الصلاة / باب المواقيت .

(١٦٦) حدّثنا هرير بن عبد الرحمن بن رافع بن خديج، يقول: سمعت جدّي رافع بن خديج يقول: قال رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلّم- لبلال: يابلال "نوّر بصلاة الصبح حتىٰ يُبصِر القومُ مواقعَ نبلهم من الإسفار."(١)

(١٦٧) حدّثنا موسى بنُ هارون، حدّثنا محمّدُ بنُ عبد الأعلى، حدّثنا المعتمرُ سمعت بيانا أبا سعيد، قال: سمعتُ أنسا يقول: كان رسول الله -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلّم- يُصلّي الصبح حين يفسح البصر.(٢)

(١٦٨) عن أبي ذر، قال: كُنّا معَ النّبي -صلّى الله تعالى عليه وسلَّمَ- في سَفَرٍ، فأراد الـمُؤَذِنُ أن يُـؤذِّنَ ● فقال لهُ: "أبْرِدْ".

● ثم أرَادَ الـمُؤَذِنُ أن يُـؤذِّنَ ، فقال لهُ: "أبْرِدْ".

● ثمّ أرَادَ الـمُؤَذِنُ أن يُـؤذِّنَ ، فقال لهُ: "أبْرِدْ".

حَتى ساوَى الظِّلُّ التُّلول، فقال النّبيُّ -صلى اللهُ تعالىٰ عليه وسلّمَ-: إنَّ شِدَّةَ الحَرِّ مِنْ فَيحِ جَهَنّم.(٣)

(١٦٩) عن عبد الرحمٰن، عن عبد الله، قال: ما رأيتُ النبيَّ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- صلّى صلاة لغير ميقاتها، إلّا صلاتين: جمع بينَ المغرب والعشاء وصلّى الفجر قبل ميقاتها.(٤)

(١٧٠) أخبرنا إسماعيل بن مسعود، عن خالد، عن شعبة، عن سليمان، عن عمارة بن عمير، عن عبد الرحمن بن يزيد، عن عبد الله -رضي الله تعالى عنه- قال: كان رسولُ الله

---

(١) ● مسند ابن أبي شيبة، ج:١، ص: ٧٨، ما رواه رافع ابن خديج، ملتقى أهل الأثر.
● مسند أبي داؤد الطيالسي، ج:٢، ص: ٢٦٦، رافع بن خديج/ رقم الحديث: ١٠٠٣.
● المعجم الكبير للطبراني، ج:٤، ص: ٢٧٧، هُرير بن عبد الرحمن بن رافع بن خديج، عن جده رافع، رقم الحديث: ٤٤١٤، ٤٤١٥.

(٢) نصب الراية لأحاديث الهداية، ج:١، ص:٢٣٩، كتاب الصلاة / باب المواقيت / الحديث الثاني عشر، المجلس العلمي، عن كتاب غريب الحديث.

(٣) صحيح البخاري، ج:١، ص:٨٧، ٨٨، كتاب الأذان/ باب الأذان للمسافر، مجلس البركات، مبارك فور.

(٤) صحيح البخاري، ج:١، ص:٢٢٨، كتاب المناسك/ باب متىٰ يُصلي الفجر بجمع، مجلس البركات، مبارك فور.

–صلى الله تعالى عليه وسلَّمَ– يُصلِّي الصّلاة لِوقتِها إلّا بجمع وعرفات.(١)

(٤١) أخبرنا سلام بن سليمان الحنفي، عن أبي إسحاق السبيعي، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن علقمة بن قيس، والأسود بن يزيد، قال: كانَ عَبْدُ الله بنُ مسعود –رضي الله تعالى عنه– يقول: لا جمعَ بين الصّلاتين إلّا بعرفة الظهر والعصر.(٢)

(٤٢) عَن تميم بن طَرَفةَ، عن جابر بن سَمُرةَ قال: خرج علينا رسولُ الله –صلى الله تعالى عليه وسلَّمَ–، فقال: مالِيَ اَرَاكم رافعي أَيْدِيْكُم كأنّها أذنابُ خيلٍ شُمْسٍ، أُسْكنوا فِي الصّلاة.(٣)

قالَ أبو عبد الله: قالَ الحميديُّ: . . . وإنّمَا يُوخَذُ بالآخِرِ فالآخرِ مِن فعلِ النّبيِّ –صلى الله تعالى عليه وسلم–.(٤)

(٤٣) أخرج أبوداؤد والترمذي عن وكيع عن سفيان الثوري عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمٰن بن الأسود عن علقمة، قال: قالَ عبدُ الله بن مسعود: أَلَا أُصَلِّي بكم صلاة رسولِ الله –صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ–؟ فصلّى، فلم يرفع يديه إلّا في أوّل مرة، انتهى. وفي لفظٍ: فكان يرفع يديه أوّلَ مرة، ثم لا يعود، قال التّرمذي: حديث حسنٌ، انتهى. وأخرجهُ النسائي عن ابن المبارك عن سفيان بهٖ (أي بذلك الإسناد.)(٥)

---

(١) سنن النسائی، ص: ٣٢٠، كتاب مناسك الحج / باب الجمع بين الظهر والعصر بعرفة.

(٢) كتاب الحجة، ج:١، ص:١٦٥، باب الجمع بين الصلاتين.

امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس حدیث کے تعلق سے یہ صراحت کی "اس حدیث کے سب رُواۃ اجلّہ ثقات وائمہ اثبات ورجالِ صحیحین، بلکہ صحاح ستہ ہیں"۔ (الفتاوی الرویة، ج:٢،ص: ٣٣٥، كتاب الصلاة/ باب الآوقات/ رسالہ: حاجز البحرين، رضا اکادمی، ممبئی.) ١٢ منه.

(٣) الصحيح لمسلم،ج:١، ص:١٨١، كتاب الصلاة / باب الأمر بالسّكون في الصّلاة، مجلس بركات، مبارك فور.

(٤) صحيح البخاري، ج:١، ص:٩٦، كتابُ الأذان/ بابٌ إنّما جُعِلَ الإمام لِيُؤتَمَّ بهٖ، مجلس بركات، مبارك فور.

(٥) ● نصب الراية، ص: ٣٩٤، ج:١، كتاب الصلاة/ باب صفة الصلاة.

● مسند الإمام أحمد بن حنبل، ص: ٣١٦، مسند المكثرين، مسند عبد الله بن مسعود، رقم الحديث: ٣٦٨١

● سنن أبي داؤد، ص: ١٠٢، كتاب الصلاة/ باب من لم يذكر الرفع عند الركوع، رقم الحديث: ٧٤٨.

● جامع الترمذي، ج:١، ص: ٣٥، أبواب الصلاة/ باب رفع اليدين عند الركوع.

● سنن النسائي، ص:١٢٨، كتاب التطبيق/ باب الرخصة فى ترك ذلك، رقم الحديث: ١٠٥٨.

⑭ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ : إِذا قالَ الإِمَامُ "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ ، وَلاَ الضَّالِّينَ" فَقُولُوا آمِينَ ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلاَئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.(۱)

⑮ شعبة عن سلمة بن كهيل، عن حجر بن العنبس، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ -صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- حِينَ قَالَ : «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ» قَالَ : آمِينَ، يَخْفِضُ بِهَا صَوْتَهُ. هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.(۲)

⑯ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ الله الرَّقَاشِيِّ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي مُوسىٰ الْأَشْعَرِيِّ صَلَاةً ... فَقَالَ أَبُو مُوسَى: ... إِنَّ رَسُولَ الله -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- خَطَبَنَا ... فَقَالَ: إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا ... وَفِي حَدِيثِ جَرِيرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ قَتَادَةَ مِنَ الزِّيَادَةِ: وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا.

فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ: فَحَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ : هُوَ صَحِيحٌ يَعْنِي وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا؟ فَقَالَ (مسلمٌ) : هُوَ عِنْدِي صَحِيحٌ.(۳)

⑰ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ-صَلَّى الله عَلَيْهِ وسَلَّمَ-: إِنَّمَا جُعِلَ الإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا ، وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا.(٤)

⑱ عن جابر بن عبد الله -رضي الله تعالى عنهما- قال: قال رسول الله -صلى

---

(۱) صحيح البخاري، ج:۱، ص:۱۰۸، كتاب الأذان / بابُ جهر المأموم بالتأمين، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲) المستدرك على الصحيحين ج: ۲، ص: ۲۳۲، كتاب التفسير / باب آمين بخفض الصوت.

(۳) ● الصحيح لمسلم ملتقطًا، ج: ۱، ص: ۱۷٤، كتاب الصلاة / باب التشهد في الصلاة ، مجلس البركات، مبارك فور.

● و سنن ابن ماجه ص: ۱۰۰، كتاب إقامة الصلاة / باب إذا قرأ الإمامُ فأنصِتُوا، بيت الأفكار الدّولية.

(٤) سنن ابن ماجه ص: ۱۰۰، كتاب إقامة الصلاة/ باب إذا قرأ الإمام فأنصِتوا، بيت الأفكار الدولية.

الله تعالى عليه وسلَّمَ-: مَنْ صلّى خَلْفَ الإمَامِ فَإنَّ قِرَاءَةَ الإمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ.[١]

﴿١٧٩﴾ عَنْ عبد الله بن شدّاد، قال رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ-: مَنْ كَانَ لَه إمَامٌ ، فإنّ قراءة الإمام له قراءةٌ.[٢]

﴿١٨٠﴾ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ -رَضِيَ الله عَنْهُمَا-، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يُعَلِّمُنَا الإسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُورِ كلِّها، كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنْ الْقُرْآنِ.

يَقُولُ: إذَا هَمَّ أحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ ثُمَّ لْيَقُلْ:

"اَللّٰهُمَّ إنِّي اسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ. اللَّهُمَّ إنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي ، (أَوْ قَالَ:) عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، (أَوْ قَالَ:) فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي به."

---

(١) كتاب الآثار للإمام محمد بن الحسن الشيباني، ج:١،ص: ١٥٣ — ١٥٥، كتاب الصلاة / باب القراءة خلف الإمام وتلقينه، دار الايمان.

وتمام الحديث: عن جابر بن عبد الله الأنصاري، قال: صلى رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- ورجل خلفه يقرأ فجعل رجل من أصحاب النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- ينهاه عن القراءة في الصلاة فقال: أ تنهاني عن القراءة خلف نبي الله؟ فتنازعا حتى ذكرذلك للنبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- فقال النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- : من صلى خلف إمام فإن قراءة الإمام له قراءة.

- المؤطّا للإمام محمد ص:٩٨، باب القراءة في الصلاة خلف الإمام، مجلس البركات، مبارك فور.
- والسُّنن الكبرىٰ للبيهقي ج: ٢، ص: ١٦٠ ، كتاب الصلاة / باب من قال: لايقرأ خلف الإمام على الإطلاق ، دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد.

(٢) السنن الكبرىٰ للبيهقي ج: ٢، ص: ١٦٠ ، كتاب الصلاة / باب مَن قال: لايقرأ خلف الإمام على الإطلاق، دائرة المعارف العثمانية، حيدرآباد.

قَالَ: وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ.(١)

(١٨١) عَنْ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ-: «مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللهُ لَهُ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللهِ.(٢)

(١٨٢) عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا- قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَعِنْدِي رَجُلٌ، قَالَ: «يَا عَائِشَةُ مَنْ هٰذَا؟»، قُلْتُ: أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ، قَالَ: «يَا عَائِشَةُ، انْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ، فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ».(٣)

(١٨٣) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ إِلاَّ مَا فَتَقَ الْأَمْعَاءَ فِي الثَّدْيِ ، وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ.(٤)

(١٨٤) عَنْ أَبِى مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنٍ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَا رِضَاعَ إِلاَّ مَا شَدَّ الْعَظْمَ وَأَنْبَتَ اللَّحْمَ. فَقَالَ أَبُو مُوسَى: لَا تَسْأَلُونَّا وَهٰذَا

---

(١) ❀ صحيح البخاري، ج: ١، ص: ١٥٥، كتاب التهجّد / بابُ ما جاء في التّطوُّع مَثنىٰ مَثْنىٰ، مجلس البركات، مبارك فور.
❀ وصحيح البخاري، ج: ٢، ص: ٩٤٤، كتاب الدعوات/ بابُ الدعاء عند الاستِخارة، مجلس البركات، مبارك فور.
❀ وصحيح البخاري، ج: ٢، ص: ١٠٩٩، كتاب الرد على الجهمية وغيرهم التوحيد/ بابُ قوله: "قُلْ هُوَالْقَادِرُ"، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) ❀ جامع الترمذي ج: ٢، ص: ٣٧، ٣٨، أبواب القدر عن رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- / باب ما جاء في الرضا بالقضاء ، مجلس البركات، مبارك فور.
❀ وكنز العُمّال ج:٧، ص: ٨١٤، الفصل الثالث في النوافل ... و الاستخارة. مؤسّسة الرسالة، بيروت.

(٣) ❀ صحيح البخاري، ج: ١، ص: ٣٦١، كتاب الشهادات/ باب الشّهادة على الأنساب و الرضاع، مجلس البركات، مبارك فور.
❀ وج:٢،ص:٧٦٤، كتابُ النكاح/ بابُ مَن قال: لا رِضاع بعد الحولَين ومَا يُحرّم من قليل الرضاع وكثير، مجلس البركات، مبارك فور .
❀ و: الصحيح لمسلم، ج:١،ص: ٤٧٠، كتابُ الرّضاعة/ أخر حديث الباب، مجلس البركات، مبارك فور .

(٤) جامع الترمذي ، ج: ١، ص: ١٣٧، باب ما جاء أن الرضاعة لا تُحرِّم إلّا ما في الصغر دون الحولين. مجلس البركات، مبارك فور.

الخَبَرُ فِيكُمْ.[١]

⑱٥ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، قال: جَاءَ رَجُلٌ إلى عبد الله ابْنِ عُمَرَ -رضي الله عَنْهُمَا- وَأَنَا مَعَهُ عِنْدَ دَارِ الْقَضَاءِ يَسْأَلُهُ عَنْ رَضَاعَةِ الْكَبِيرِ، فقال عبد الله ابْنُ عُمَرَ: جاء رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- فَقَالَ: إني كَانَتْ لِي وَلِيدَةٌ وَكُنْتُ أَطَؤُهَا فَعَمَدَتِ امْرَأَتِي إِلَيْهَا فَأَرْضَعَتْهَا، فَدَخَلْتُ عليها، فَقَالَتْ: دُونَكَ فَقَدْ وَاللهِ أَرْضَعْتُهَا فقال عُمَرُ: "أَوْجِعْهَا وَائْتِ جَارِيَتَكَ فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ رَضَاعَةُ الصِّغَرِ."[٢]

⑱٦ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَخْبَرَهُ: أَنَّ عُوَيْمِرًا العَجْلاَنِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الأَنْصَارِيِّ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَاصِمُ، أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟

قَالَ عُوَيْمِرٌ: وَاللهِ لاَ أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْهَا، فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَسْطَ النَّاسِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ. أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: «قَدْ أَنْزَلَ اللهُ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ، فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا» قَالَ سَهْلٌ: فَتَلاَعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَلَمَّا فَرَغَا، قَالَ عُوَيْمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا ثَلاَثًا، قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: «فَكَانَتْ تِلْكَ سُنَّةَ الْمُتَلاَعِنَيْنِ».[٣]

⑱٧ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فِي هَذَا الْخَبَرِ قَالَ فَطَلَّقَهَا ثَلاَثَ تَطْلِيقَاتٍ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ

---

(١) سنن أبي داؤد، ص: ٢٣٥، كتاب النكاح/ بابٌ في رضاعةِ الكبير، رقم الحديث: ٢٠٦٠.

(٢) ● الموّطا للإمام مالك بن أنس، ج:٢،ص: ١٢٥، كتابُ الرّضاع/ ما جاء في الرّضاعة بعد الكبر، دار الغرب الإسلامي.

● السّنن الكبرى للبيهقي، ج:٧، ص: ٤٦١، كتاب الرضاع/ باب رضاع الكبير.

(٣) ● صحيح البخاري، ج: ٢، ص: ٧٩١، كتاب الطلاق/ باب مَن أجاز طلاق الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

● الصحيح لمسلم، ج:١، ص: ٤٨٨، ٤٨٩، كتابُ اللّعان، مجلس البركات، مبارك فور.

-صلى الله عليه وسلم- فَأَنْفَذَهُ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- وَكَانَ مَاصُنِعَ عِنْدَ رسول الله -صلى الله عليه وسلم- سُنَّةً.[١]

(١٨٨) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ امْرَأَةَ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلاَقِي، وَإِنِّي نَكَحْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيرِ الْقُرَظِيَّ، وَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ الْهُدْبَةِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: «لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ؟ لاَ، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ».[٢]

(١٨٩) عن عامر الشعبي قال: قلت لفاطمة بنت قيس: حدثني عن طلاقك، قالت: طلَّقني زوجي ثلاثا وهو خارج إلى اليمن. فأجاز ذلك رسول الله -صلى الله عليه و سلم-.[٣]

(١٩٠) عَنْ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ أَنَّ رُكَانَةَ بْنَ عَبْدِ يَزِيدَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم- بِذَلِكَ وَقَالَ: "وَاللهِ مَا أَرَدْتُ إِلاَّ وَاحِدَةً." فَقَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-: « وَاللهِ مَا أَرَدْتَ إِلاَّ وَاحِدَةً ». فَقَالَ رُكَانَةُ وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ إِلاَّ وَاحِدَةً. فَرَدَّهَا إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ -صلّى الله عليه وسلَّمَ- فَطَلَّقَهَا الثَّانِيَةَ فِي زمانِ عُمرَ والثالثة في زمانِ عثمانَ.[٤]

(١٩١) عن ابن طاؤس عن أبيه عن ابن عباس قال: كان الطلاقُ على عهد رسولِ الله -صلّى الله تعالىٰ عليه وسلَّمَ- و أبي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة، فقال عمرُ بن الخطاب: إن الناس قد استعجلوا في أمر كانت لهم فيه أناة فلو

(١) سنن أبي داؤد، ص: ٢٥٥، كتابُ الطّلاق/ بابُ اللِعان، رقم الحديث: ٢٢٥٠.

(٢) صحيح البخاري، ج: ٢، ص: ٧٩١، كتاب الطلاق، باب مَن أجاز طَلاق الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

(٣) سنن ابن ماجه، ص: ٢٢٠، كتاب الطلاق/ باب مَن طلّق ثلاثا في مجلس واحد، رقم الحديث: ٢٠٢٤.

(٤) ❀ سنن أبي داؤد، ص: ٢٥١، كتاب الطلاق/ باب في البتة، رقم الحديث: ٢٢٠٦.

❀ سنن ابن ماجه، ص: ١٤٨، كتاب الطلاق/ باب طلاق البتة، المكتبة الأشرفية

أمضيناه عليهم فأمضاه عليهم.[1]

(۱۹۲) عَنْ طَاوُسٍ، أَنَّ رَجُلًا، يُقَالُ لَهُ أَبُو الصَّهْبَاءِ كَانَ كَثِيرَ السُّؤَالِ لِابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ؟.

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَلَى، «كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ، فَلَمَّا رَأَى النَّاسَ قَدْ تَتَابَعُوا فِيهَا، قَالَ: أَجِيزُوهُنَّ عَلَيْهِمْ».[2]

(۱۹۳) أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ امْرَأَةَ رِفَاعَةَ القُرَظِيِّ جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلَاقِي، وَإِنِّي نَكَحْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمَٰنِ بْنَ الزَّبِيرِ القُرَظِيَّ، وَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ الهُدْبَةِ.

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: «لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ؟ لَا، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ».[3]

وَفِي البَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ، وَأَنَسٍ، وَالرُّمَيْصَاءِ أَوْ الغُمَيْصَاءِ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ.

قال أبو عيسىٰ: «حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، صَحِيحٌ»، "وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ عَامَّةِ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ: أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ فَطَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يدخل بِهَا أَنَّهَا لَا تَحِلُّ لِلزَّوْجِ الأَوَّلِ إِذَا لَمْ يَكُنْ جَامَعَ الزَّوْجُ الآخَرُ."[4]

(۱۹۴) حَدَّثَنِي القَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: أَتَحِلُّ لِلْأَوَّلِ؟ قَالَ: «لَا، حَتَّى

---

(١) الصحيح لمسلم، ج:١، ص: ٤٧٧، ٤٧٨، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

(٢) سنن أبي داؤد ، ص: ٢٥، كتاب الطلاق، باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، رقم الحديث: ٢١٩٩

(٣) صحيح البخاري، ج:٢، ص:٧٩١، كتاب الطلاق/ باب من أجاز طلاق الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور.

(٤) جامع الترمذي، ج:١، ص:١٣٣، أبواب النكاح/ باب ما جاء في مَن يطلّق امرأته ثلاثا، فيتزوجها آخر فيطلقها قبل أن يدخل بها، مجلس البركات، مبارك فور.

يَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا كَمَا ذَاقَ الأَوَّلُ»[١]

(١٩٥) سَمِعْتُ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ : قَالَ لِي أَبُو مُصْعَبٍ مِشْرَحُ بْنُ هَاعَانَ : قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ-: أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ، قَالُوا: بَلَى ، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: هُوَ الْمُحَلِّلُ ، لَعَنَ اللهُ الْمُحَلِّلَ، وَالْمُحَلَّلَ لَهُ.[٢]

(١٩٦) عن عائشة قالت: ... قَامَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ.[٣]

(١٩٧) أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ ، وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي ، وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي.[٤]

(١٩٨) عن أبي ذر -رضي الله عنه- قال : قال رسول الله -صلى الله عليه و سلم-: من أطاعني فقد أطاع الله و من عصاني فقد عصى الله و من أطاع عليًا فقد أطاعني و من عصى عليًا فقد عصاني .

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرّجاه، وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.[٥]

(١٩٩) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ ، حَدَّثَنَا - أَوْ - سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ الله يَقُولُ: جَاءَتْ مَلاَئِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- وَهْوَ نَائِمٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ.[٦]

---

(١) صحيح البخاري، ج:١، ص: ٧٩١، كتاب الطلاق/ بابُ مَن أجاز طلاقَ الثلاث، مجلس البركات، مبارك فور

(٢) سنن ابن ماجه، ص: ٢١٠، كتاب النكاح/ بابُ الـمُحلِّل والـمُحلَّل له، رقم الحديث: ١٩٣٦ .

(٣) صحيح البخاري، ج: ١، ص: ٣٧٧، كتاب الشروط/ باب الشروط في الولاء، مجلس البركات

(٤) ● صحيح البخارى، ج:٢، ص:١٠٥٧، كتاب الأحكام/ باب قول الله وأطيعوا الرسول.
● صحيح البخارى، ج:١، ص: ٤١٥ ، مجلس البركات، مبارك فور.
● الصحيح لمسلم، ج:٢، ص١٢٤، كتاب الإمارة/ باب وجوب طاعة الأمر فى غير معصية.

(٥) المستدرك على الصحيحين، ج:٤، ص: ٨٨، كتاب معرفة الصحابة، باب من أطاع عليًا فقد أطاعني، رقم الحديث: ٤٦٧٥، دار المعرفة ، بيروت.

(٦) صحيح البخاري، ج:٢، ص: ١٠٨١، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة/ باب الاقتداء بسُنن رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم-، مجلس البركات، مبارك فور.

(۲۰۰) عن العرباض بن سارية قال : وَعَظَنا رسول الله -صلى الله عليه و سلم- يومًا بعد صلاة الغداة موعظةً بليغةً ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال رجل : إن هذه موعظة مُودِّع، فماذا تعهد إلينا يا رسول الله ؟ قال :

أوصيكم بتقوى الله والسّمع والطاعة وإن عبدٌ حبشي، فإنه مَن يعش منكم يرى اختلافا كثيرا. وإياكم ومحدثاتِ الأمور فإنها ضلالة، فمن أدرك ذلك منكم فعليكم بسنّتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، عضّوا عليها بالنواجذ.

قال أبو عيسىٰ : هذا حديث صحيح. [1]

(۲۰۱) عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: ''الْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي لَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ''. لَمْ يَرْوِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَطَاءٍ إِلا عَبْدُ الْعَزِيزِ بن أَبِي رَوَّادٍ، وَتَفَرَّدَ بِهِ ابْنُهُ عَبْدُ الْمَجِيدِ. [2]

(۲۰۲) عَن أنس، عن النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- قال: يَسِّروا ولا تعسّروا وبشّروا ولا تنفّروا. [3]

---

(۱) ● جامع الترمذي، ج:۲، ص: ۹۲، أبواب العلم عن رسول الله ﷺ / باب الأخذ بالسنة واجتناب البدع ، مجلس البركات، مبارك فور.
● مسند الإمام أحمد بن حنبل/مسند الشاميين /حديث العرباض بن سارية، ج:۲۸، ص: ۳۷۳، رقم الحديث: ۱۷۱۴۰، مؤسسة الرسالة، بيروت.
● السنن الكبرىٰ للبيهقى، ج: ۱۰، ص: ۱۱٤.
● المستدرك على الصحيحين، ج: ۱، ص: ۹۵، ۹٦، ۹۷.

(۲) ● المعجم الأوسط للطبراني، ج: ۵، ص: ۱۱۹، مَن اسمه محمد، رقم الحديث: ۵٤۱٤. دارُ الكتب العلمية، بيروت.
● حلية الأولياء، ج: ۸، ص: ۲۰۰، عبد العزيز بن أبي رواد، دار الفكر، بيروت.
● مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج: ۱، ص: ٤۱۸، كتاب العلم/ باب في اتباع الكتاب والسنة، رقم الحديث: ۸۰۰، دار الفكر، بيروت.

(۳) صحيح البخاري، ج: ۱، ص: ۱٦، كتاب الإيمان/ باب ما كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يتخوّلهم بالموعظة والعلم كي لا ينفروا، مجلس البركات.

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

فہرست جلد دوم

نمبر شمار .... مضامین .... صفحہ نمبر

مقدمہ

تابش اول

فقہی مذاہب پر فہمِ احادیث اور خیر القرون ومابعد کے رُواۃ کا اثر واقعات اور احادیث کے اجالے میں

تابش دوم

اجتہادی مسائل میں اہل سنت کا موقف، احادیث نبویہ کی روشنی میں

دوسرا باب : فروعی عقائد کے بیان میں

اٹھارھواں مسئلہ

بدعت، احادیث نبویہ کی روشنی میں

انیسواں مسئلہ

محفل میلادالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتاب وسنت کی روشنی میں

بیسواں مسئلہ

صلاۃ وسلام بہ حالتِ قیام، کتاب وسنت کی روشنی میں

تیسرا باب: فروعی مسائل کے بیان میں

اکیسواں مسئلہ

وضو میں نیت فرض ہے یا سنت، احادیثِ نبویہ کی روشنی میں

بائیسواں مسئلہ

نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، احادیث نبویہ سے روشن ثبوت

تیئیسواں مسئلہ

صبحِ روشن میں نماز فجر پڑھنے کا استحباب

چوبیسواں مسئلہ

سایہ ایک مثل ہونے پر بھی وقتِ ظہر باقی رہتا ہے

پچیسواں مسئلہ

سفر میں جمع بین الصلاتین

چھبیسواں مسئلہ

نماز میں رفعِ یدین جائز، غیر مستحب ہے

ستائیسواں مسئلہ

پست آواز سے آمین کہنا افضل ہے، یا بلند آواز سے؟

اٹھائیسواں مسئلہ

مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہ کرے

انتیسواں مسئلہ

اِستخارہ، احادیثِ نبویہ کی روشنی میں

تیسواں مسئلہ

بالغ کو دودھ پلانے سے حرمتِ رضاعت

اکتیسواں مسئلہ

ایک نشست میں تین طلاق۔ تین یا ایک؟

بتیسواں مسئلہ

حلالہ حلال یا حرام؟ کتاب و سنت سے شافی جواب

خاتمہ

الفهارس

☆☆☆☆☆